



تیرے سائے کی امان

از آن فاطمہ

پارٹ ۱

"بابا مجھے نہیں جانا یہاں مجھے یہاں بہت ڈر لگتا ہے۔"

معمول کے مطابق آج پھر وہ گیارہ سالہ بچہ زارو قطار روتے ہوئے اپنے باپ کے سامنے گر گڑا رہا تھا لیکن اس کا باپ بے نیاز بنا اسے کھینچنے والے انداز میں اسے کسی جانب لے کر جا رہا تھا۔ ارد گرد سے گزرتے لوگ حیران پریشان کھڑے اس صورتحال کو سمجھنے کی تگ و دو میں تھے کیونکہ ایک ہفتہ ہو چلا تھا اور یہی چیز وہ روز دیکھتے تھے۔

کیوں ڈر لگ رہا ہے آپکو۔ یہ آپ کا روز کا معمول ہے لیکن آپ کچھ بتاتے بھی " "نہیں ہو۔"

اس کا باپ زمین پہ بیٹھتے اس کے دونوں بازو جکڑتے سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس نے دھندلی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھی۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ وہ کس لیے ڈرتا ہے یہاں آنے کیلئے۔ اسے خوف آتا تھا کہ یہ سب جاننے کے بعد اس کے بابا اس سے ناراض ہو گئے تو۔

وہ بابا مجھے نہیں اچھا لگتا یہاں آکر میں آپ کے پاس پڑھ لوں گا پلیز۔ میں بہت "اگندا گندا فیل کرتا ہوں۔"

وہ ایک بار پھر لب پھیلاتے منت کرنے والے انداز میں بولا اور ساتھ ہی اپنے چھوٹی چھوٹی ہتھیلیوں سے چہرہ رگڑا تھا۔ اس کے باپ کو اب حقیقتاً پریشانی ہونے لگی تھی لیکن اتنی مشکلات کے بعد کسی اچھے انسان کا انتظام ہوا تھا جو انہیں قرآن پاک کی تعلیم دے سکے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا بچہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرے تبھی اس معاملے میں کسی قسم ک حرج نہیں

کرنا چاہتے تھے۔ ابھی بھی وہ اس کی دلیلوں کو نظر انداز کرتے اس کا ہاتھ تھامتے اندر کی جانب چل دیے۔

"ارے یہ پیارا بچہ رو کیوں رہا ہے۔"

وہ جوں ہی اندر داخل ہوئے اس شخص نے اس کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھتے نرمی سے پچکارا تو اس کا باپ ان کی محبت پہ فقط مسکرا دیا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی اتنے اچھے انسان کے پاس آنے سے گھبرا رہا ہے ان کا بچہ۔

شاید آپ سے ڈرتا ہے یہ تبھی آنے سے گھبراتا ہے۔ بہت جلد اس ماحول سے "مانوس ہو جائے گا۔"

وہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ایک مسکراتی نگاہ ان پہ ڈالتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ اس بچے نے رخ موڑتے حسرت سے انہیں خود سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتے دیکھا تھا۔ یہاں پہ ہونے والی ہر چیز اس کے اعصابوں پہ برا اثر ڈال رہی تھی لیکن سب اس سب سے بے نیاز تھے۔ اس نے اپنی آنکھیں صاف کرتے رخ اس

شخص کی جانب موڑا تو وہ نرمی سے مسکراتے اسی کی جانب دیکھ رہے تھے مٹھلکت ان کے چہرے سے نرمی کا عنصر زائل ہوا اور لگے ہی لمحے وہاں ایک عجیب سی چمک نے احاطہ کیا تھا۔ وہاں موجود چار بچے بھی لبوں پہ قفل لگائے ایک جانب کھڑے تھے۔

آج ایک بار پھر وہ اسی مقام پہ کھڑا تھا جہاں سے وہ روز گزرتے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ چہرے پہ ایک واضح ڈر رقم تھا۔ چھوٹے سے دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ کر چل رہی تھی معاً کمرے کی خاموش فضا میں سامنے کرسی پہ براجمان اس قاری صاحب کے روپ میں شیطان کی بھاری آواز گونجی تو اس گیارہ سالہ بچے کی ٹانگیں تھر تھر کانپنے لگی۔

"ادھر آؤ شہزادے۔"

انہوں نے اپنا بازو صوفے پہ پھیلاتے بری شان نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا تو وہ سہمی نگاہوں سے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلا گیا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا

انجام کیا ہوگا لیکن وہ مزید ایسا کچھ محسوس نہیں کرنا چاہتا تھا جو اسے گندا لگتا تھا۔ ان کی آنکھوں میں اسے مخصوص شیطانی چمک دکھائی دیتی تھی۔ اس کے جواب پہ اس آدمی کا چہرہ سرعت سے سپاٹ ہوا تھا اس نے شرربارنگاہوں سے اس معصوم کی جانب دیکھا جسے وہ مزید معصوم رہنے دینا چاہتا نہیں تھا۔

"نہیں انکل میں نہیں آؤں گا آپ بیڈ ٹچ کرتے ہیں۔"

وہ آنکھوں میں نمی لیے منہ بسورتے ہوئے گویا ہوا۔ وہ اپنی عمر کے بچوں کی نسبت تیز تھا تبھی ایسی عقلمندانہ باتیں کرجاتا تھا۔ اس کی بات پہ اس آدمی نے اپنی داڑھی سہلاتے شیطانی مسکراہٹ سمیت اس کی جانب دیکھا تھا۔

بیٹا میں نے پہلے بھی کیا کہا تھا کہ اسے بیڈ ٹچ "نہیں کہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ "ساتھ یہ بھی تو بچے ہیں۔ انہیں تو کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

وہ خباثت سے مسکراتا پاس کھڑے تھر تھر کانپتے بچوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا تو اس بچے نے حلق تر کرتے ان کی جانب دیکھا۔

"وہ آپ سے ڈرتے ہیں نا اس لیے۔"

اس نے اپنی جانب سے بہت سمجھداری والی بات کی تھی لیکن اس کی بات پہ اس شخص نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو آئے روز کسی نئے بچے کو اپنے انہی حرکتوں کا نشانہ بناتا تھا لیکن بچے چھوٹے ہونے کے باوجود کچھ بول نہیں پاتے تھے۔

"تو کیا تجھے ڈر نہیں لگتا۔"

ایکدم وہ کرسی سے کھڑے ہوتے دھیمے لہجے میں دھاڑا تو بچوں کے رونے کی آواز مزید اونچی ہو گئی جب کہ وہ بچہ نڈر انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے نفی میں گردن ہلا گیا۔ اس کے انداز پہ اس شخص کا وجود مزید انگاروں کی ضد میں چلا گیا تھا۔

میں اپنے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا آپ ایک برائی ہیں تو برائی کا خاتمہ اللہ" کے نیک اور پسندیدہ بندوں کے ہاتھوں ہی ہوتا ہے۔ مجھے گندا لگتا ہے جب آپ

ایسے چھوتے ہیں غلط غلط جگہوں پہ۔ ہم تو یہاں سپارہ پڑھنے آتے ہیں نا اتنا اچھا "کام کرنے تو آپ یہ غلط کام کیوں کرتے ہیں۔

یہ بات کرتے ہوئے بھی اس بچے کے چہرے پہ معصومیت رقم تھی۔ اس کی بات پہ وہ شخص اپنی داڑھی کو مسٹھی میں بڑھتا حیوانیت سے قہقہہ لگا اٹھا۔ باقی بچے مزید دیوار کے ساتھ لگتے لڑ رہے تھے۔ نہ جانے آج کس کی شامت لانے والا تھا یہ حیوان جسے ان سب کے گھر والے فرشتہ گردانتے تھے۔

تو اسی لیے تو ایسی جگہ پہ بلاتا ہوں تاکہ کسی کو مجھ پہ شک بھی نہ ہو اور کام کا "کام بھی ہو جائے۔

وہ شیطانی مسکراہٹ سمیت بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔ اس شخص نے محلے کے بچوں کو ایک ہی جگہ اکٹھا کرتے سپارہ پڑھانے کی ذمہ داری سنبھالی ہوئی تھی۔ شکل سے تو درویش کی مانند دکھائی دینے والا انسان اندر سے کس قدر حیوان تھا اس چیز کا بخوبی اندازہ ان سب بچوں کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔

"چل اب باقی باتیں چھوڑ ادھر آجا چپ کر کے۔"

وہ اس کی بے لگام باتوں سے تھک ہارتے اکتا کر گویا ہوا۔ اس کی بات پہ ان میں سے ایک پانچ سالہ بچی نے سم کر اس بچے کی سمت جانا چاہا تھا۔ شاید وہ بھی نڈر تھی اور اس سب کے خلاف آواز اٹھانا چاہتی تھی تبھی اس خبیث انسان کی نگاہوں سے بچتے اپنے چھوٹے چھوٹے قدم اس کی سمت اٹھانے لگی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتی شخص نے ایک ہی جست میں اسے عقب سے جکڑا تھا۔ سب بچوں کی چیخیں اس اچانک ہوئی افتاد پہ نکلی تھی جب کہ وہی بچہ بے خوف نگاہیں اس کی نگاہوں میں ڈالے کھڑا تھا۔ وہ بچی بھی مسلسل تردد کر رہی تھی خود کو اس کے غلیظ حصار سے چھڑوانے کی لیکن وہ تو جیسے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے اس ننھی کلی کو وحشیانہ نگاہوں سے تک رہا تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ بڑھاتے اس کے وجود کو چھونا چاہا تھا لیکن وہ بچی مسلسل مزاحمت کرتے چیخ رہی تھی۔ اس بچے کی بھی اب حد ٹوٹ گئی تبھی آنکھوں میں

موٹے موٹے آنسو لیے ان کی جانب بڑھا تھا اور کچھ قدم کی دوری پہ ٹھہر گیا۔ اس کی نگاہیں اس دل دہلانے والے منظر پہ ٹکی تھی جہاں وہ غلیظ شخص اپنی عمر کا لحاظ کیے بغیر اسے غلط طریقے سے چھو رہا تھا۔

اس بچی کو چھوڑو ورنہ میں سب گھر والوں کو چلا کر بلالوں گا پھر وہ آپکو ماریں " گئے۔

وہ اپنی عمر کے مطابق مضطرب انداز میں اسے دھمکاتا ہوا گویا ہوا تو وہ انسان اس کی بات پہ سرخ چہرے سمیت قہقہہ لگا اٹھا اور ایک قہر آلود نگاہ اس چھٹانک بھر کے لڑکے پہ ڈالی جس کا قد جتنا چھوٹا تھا عقل اتنی ہی بری تھی۔

اگر تو نے ایسی کوئی بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو یہ بچی اس کو میں مار دوں " گا اس چاقو سے۔

معاً وہ اس بچے کی حرکت سے ذرا سا گھبرا بھی گیا تھا تبھی اپنی جیب سے چاقو نکالتے اس بچی کی گردن پہ رکھتا ہوا بولا تو وہ بچی سہم کر چلانے لگی تھی۔ چھوٹا سا دل سمٹے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کی تگ و دو میں تھا۔

"انکل چھوڑیں مجھے آپ گندے ہیں۔"

اس کی انگلیاں اپنی کمر پہ سرسراتی محسوس کرتے وہ بچی تڑپ کر اس کے حصار میں مزاحمت کرنے لگ تھی۔ اس بچے نے سرخ ہوتی نگاہوں سے اس شخص کی جانب دیکھا تھا۔ مٹھیاں ضبط سے بھینچی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی نگاہ جوں ہی ایک جانب زمین پہ رکھی لوہے کی راڈ پہ پڑی وہ حلق تر کرتے بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن تھوڑی بھاری ہونے کی بدولت دقت پیش آرہی تھی۔ اس نے ایک نظر اس وحشی آدمی کو دیکھا جس کی مسنابیاں بڑھتی ہی جارہی تھی جبکہ وہ بچی جیسے روتے روتے تھک ہار کر نیم غنودگی میں جارہی تھی۔ ناجانے اس میں اس قدر

ہمت کہاں سے آئی تھی اس نے ایک ہی جست میں وہ بھاری راڈ اٹھاتے اس دھیمے دھیمے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔ اس شخص کا دھیان ابھی اس بچے کی جانب نہیں گیا تھا۔ اس نے پر عزم نگاہوں سے اس برے شخص کی جانب دیکھتے اس کے سر پہ راڈ سے ایک ہی وار کیا تھا گلے ہی لمحے اس کی گرفت اس بچی پہ ڈھیلی پڑی تھی وہ بچی حصار کھلتے ہی جھٹکے سے نیچے گرمی تھی۔ سرخ مادہ اس کے سر کے بالوں سے نکلتا چہرے پہ بہہ رہا تھا۔ خون کی لکیریں ناک سے ہوتے لبوں کو تر کر رہی تھی۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے راڈ وہی پھینکی اور خوفزدہ نگاہوں سے اس شخص کی جانب دیکھا جو اب اپنا سر پکڑے درد سے کراہ رہا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے ان سب بچوں کو باہر کی جانب بھاگنے کا اشارہ کیا اور خود زمین پہ گرمی اس بچی کو اٹھانے میں مدد کرنے لگا تاکہ یہاں سے فرار حاصل کر سکے۔

"خون۔"

اس بچی نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے زمین پہ تڑپتے اس شخص کو دیکھا جو شاید اب اپنے حواس کھو رہا تھا۔ اس کی بات پہ اس لڑکے نے اس کی جانب دیکھا جو گول مٹول سی بچی تھی اس نے لبوں پہ انگلی رکھتے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

نہیں کچھ نہیں ہوا ان انکل کو میں نے آپکو بچایا ہے۔ ہم چلتے ہیں یہ ٹھیک"

"ہو جائیں گے۔ آپ نے کسی کو نہیں بتانا کچھ بھی

وہ ڈرتے ڈرتے وضاحت دینے والے انداز میں مخاطب ہوا اور ساتھ ہی اس کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں جکڑتے باہر کی جانب دوڑ لگائی تھی۔ دروازے سے باہر نکلتے نکلتے اس نے پلٹ کر ایک نگاہ اس شخص پہ ڈالی تھی معاً وہ ایک دھندلی مگر تنفر بھری نگاہ اس شخص پہ ڈالتے وہاں سے بھاگتا چلا گیا تھا۔

وہ گھر کا داخلی دروازہ عبور کرتے لان میں بھاگنے والے انداز میں اندر داخل ہوئی تو اوپر اپنے کمرے کی ٹیرس پہ بیٹھی صفورہ بیگم نے ایک رعونت بھری نگاہ اس پہ

ڈالتے اپنا چشمہ اتارتے میز پہ رکھا تھا۔ وہ جوں ہی اندر داخل ہوئی پورا لاؤنج خالی پڑا اسے منہ چڑھا رہا تھا۔ وہ بے نیازی سے اپنے بوب کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتی اردگرد نگاہ دوڑانے لگی۔

"خان بابا میرے لیے جوس لے آئیں پلیز۔"

معمول کے مطابق اپنے ازلی انداز میں سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ زیب تن کیے ہاتھوں میں مختلف رنگ برنگے بینڈز پہنے وہ اپنے بوب کٹ بالوں کو سلجھا رہی تھی معاً گھر میں موجود ملازم خان بابا کو کچن کی جانب جاتا دیکھ وہ اونچی آواز میں گویا ہوئی اور اپنا بیگ صوفے پہ پھینکتی نرم نرم صوفے پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔ وہ ابھی کچھ وقت پہلے ہی یونی سے لوٹی تھی تبھی پیاس کی شدت محسوس کرتے اس نے خان بابا کو ہدایت کی تھی۔ وہ پنجاب یونیورسٹی میں آئی بے اے کے ڈیپارٹمنٹ میں تعلیم حاصل کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

خان بابا نے مترنم آواز پہ چونک کر صوفے پہ بیٹھے وجود کو دیکھا جو انہیں حکم دیتی دوبارہ آنکھیں موند چکی تھی۔ وہ بے بسی سے سرکچھا کر رہ گئے۔

کیا کروں بی بی کو منع کروں گا تو یہ آگ بگولہ ہو جائیں گی۔ اور دادی حضور کا کام "نہیں کیا تو وہ غصہ کریں گی۔ اس چکی میں پستا تو ہر وقت میں ہی ہوں۔

وہ پرسوچ نگاہوں سے اس کی سمت دیکھتے دل ہی دل میں بولتے ہمت مجتمع کرتے اس کی سمت قدم بڑھانے لگے۔

بی بی جی وہ دراصل میں دادی حضور کیلئے چائے بنالوں پہلے۔ آپ جانتی ہیں کہ "وہ اشتعال میں آجائے تو اگلے کا لحاظ بھی نہیں کرتیں۔

وہ اس کے تاثرات بگڑنے کے خوف کے زیر اثر ہکلاتے لہجے میں بولا تو اس کی توقع کے عین مطابق علایہ جو صوفے سے پشت ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی پٹ سے آنکھیں کھولتی سیدھی ہوئی اور دانت پہ دانت سختی سے جماتے ضبط سے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔

خان بابا میں نے پہلے بھی آپ سے کہا ہے کہ جب میں کوئی کام کہوں تو اسی "لحے ہو جانا چاہیے آپ جانتے ہیں کہ مجھے دیری بالکل نہیں پسند اپنے کاموں پہ۔ وہ تند نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتی باور کرانے والے انداز میں گویا ہوئی۔ چہرے کے تاثرات بگڑے ہوئے تھے۔

"لیکن بی بی جی۔"

اس سے پہلے کہ وہ ہچکچاتے اپنی بات مکمل کرتا وہ اپنے بال جھٹکتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ خان بابا نے بیچاگی سے اس کی جانب دیکھا جو نجانے ضد میں کس پہ چلی گئی تھی۔

آپ صاف صاف کیوں نہیں کہ دیتے کہ آپ کی دادی حضور نے آپ کو میرے "کام کرنے سے انکار کیا ہے۔ ویسے بھی وہ تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہے لوگ ہاتھ دھو کر پڑتے ہیں مجھے لگتا ہے وہ میرے پیچھے ہاتھ منہ پاؤں سب کچھ دھو کر "پڑ چکی ہیں۔"

وہ ایک دم غصے سے چلائی تھی۔ خان بابا نے سہم کر اطراف میں دیکھا کہ کہی وہ سن نہ لیں۔

خان آپ جائیں کچن میں میرے لیے چائے بنائیں کسی کی کوئی بھی بات سننے "اکی ضرورت نہیں ہے۔"

صفورہ بیگم کی پاٹ دار آواز پہ خان بابا سرعت سے سر جھکاتے کچن کی جانب بڑھ گئے کیونکہ ان کے حکم کی تلافی وہ قطعی نہیں کر سکتے تھے اور نا ہی اب بحث کا کوئی ذریعہ بچا تھا۔ ان کے جاتے ہی صفورہ بیگم نے ایک سخت نگاہ بے نیاز بنی علایہ پہ ڈالی جو سپاری کا پیکٹ کھولتی اپنے منہ میں ڈال رہی تھی۔ انہیں سخت تاؤ آیا تھا اس گنڈی پہ۔ کہنے کو تو وہ ان کے جان سے پیارے بیٹے کی اولاد تھی لیکن ان کا دل اس کیلئے ناجانے کیوں پتھر تھا۔

خوش تو بہت ہونگی آپ اپنی منوا کر اور مجھے جھکا کر۔ مل گئی ٹھنڈک ہوائیں آرہی "ہیں ناکشمیر کی آپکو۔"

معاً علایہ کی کٹیلی آواز کو انہوں نے نظر انداز کیا تھا۔ اسے اس لمحے اس عورت سے سخت نفرت محسوس ہوئی تھی جو کہنے کو تو اس کے باپ کی ماں تھی لیکن کس قدر ظالم تھی۔

لیکن میری بات یاد رکھیے گا اپنی ان حرکتوں سے آپ میرے ماں باپ کو ٹوڈس "ہی چکی ہیں لیکن میرے سے پنگا لیں گی تو منہ کی کھائیں گی یہ بات میری گرہ "باندھ لیجیے۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے صوفے پہ ان کی اطراف پہ دونوں بازو رکھتی تنفر بھرے لہجے میں بولی تھی۔ مقصد ان کی زبان پہ لگا فقل کھلوانا تھا جس میں وہ کامیاب ہوتی بھی دکھ رہی تھی۔ اس کی بات پہ انہوں نے بھسم کر دینے والی نگاہوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ان نگاہوں کے تلاطم پہ ایک تلخ مسکراہٹ نے علایہ کے لبوں کو چھوا تھا۔

اپنی اس زبان سے اپنے ماں باپ کا نام بھی مت لیں وہ کیا ہے نہ اچھا نہیں " لگتا۔

انہوں نے جس انداز میں کہا وہ انداز ہی عیالہ کو بہت کچھ باور کروانے کو کافی تھا۔ انہوں نے ایک ہی وار میں اس کے چہرے سے مسکراہٹ کو نوچ لیا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکائے ان کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں شاطرانہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔ معاً وہ بات بڑھنے کے خوف سے سر جھٹکتے باہر کی جانب قدم بڑھا گئی۔ ابھی وہ دو تین قدم ہی چلی تھی کہ اچانک دادی حضور کی کرک آواز پہ اس نے چلتے قدم بے ساختہ رکے تھے۔

"کہاں جا رہی ہو تم۔"

ان کی آواز پہ وہ ماتھے پہ شکنیں سجائے ان کی جانب رخ پھیرنے پہ مجبور ہوئی تھی۔ وہ کون ہوتی تھی اس سے یہ سوال پوچھنے والی۔

اور آپ کو یہ خوشفہمی کیوں ہے کہ میں آپ کو بتاؤں گی صفورہ بیگم۔ جس طرح "چلتی آرہی ہیں ویسے ہی رہیے مزید آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے نفرت بھرے لہجے میں بدتمیزی کے سارے ریکارڈ توڑتی ان کے نام پہ دباؤ ڈالتے غرائی۔ صفورہ بیگم نے کروفرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ کیونکہ یہ گھر ہماری سربراہی میں ہے اس گھر کے اصول ہم نے بنائے ہیں "بھول گئی کیا کہ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے میری مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ مجھے بالکل بھی گوارا نہیں ہے کہ کوئی ہمارے گھر میں رہتے ہوئے ہی ہمارے اصول "توڑے۔"

انہوں نے سختی سے باور کرایا ان کا لہجہ کسی کو بھی جلا کر بھسم کر دینے والا تھا لیکن مقابل بھی علایہ ملک تھی جس نے آج تک کسی سے ڈرنا نہیں سیکھا تھا البتہ ڈرانا وہ بخوبی جانتی تھی۔

اوہ آئی سی۔ ویسے میں تو نہیں البتہ آپ شاید بھول گئی ہیں کہ آپ کس سے "مخاطب ہیں علایہ ملک سے جس نے آج تک آپ کے اصولوں کو کسی کھاتے میں نہیں لیا۔ آپ کا یہ گھر یہ سربراہی اور یہ سوکالڈ اصول آپ کو ہی مبارک ہو مجھ پہ اپنی حکمرانی چلانے کی ضرورت نہیں ہے میں کسی پہ اصولوں پہ چلنے والی قطعی "نہیں ہوں۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی اور اپنی سیاہ شرربارنگاہوں سے انہیں گھورتی سر جھٹکتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اب وقت گزاری کا ایک ہی ذریعہ تھا بس۔

"ارے بیٹیا میں بس لے آیا آپ کا جو س بھی۔"

خان بابا کی تفکر بھری آواز پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہولے سے مسکرائی تھی۔ ایک وہی تو تھے جو ان کی فکر میں ہلکان ہوتے تھے لیکن وہ بھی دادی حضور کے اصولوں کے خلاف نہیں جاسکتے تھے۔

خان بابا آپ بالکل بھی پریشان مت ہو یہ سب رہنے دیں آپ اپنی ان دادی " حضور کو سنبھالیں جو فقط اپنی انا کے زعم میں رہنا جانتی ہیں۔ سنبھالیں انہیں کہی "ان سے ان کی انا سنبھالی ہی نہ جائے پھر آپ کو ہی مدد کیلیے بلائیں گی۔

وہ معصومیت بھرے انداز میں بولتی ایک تمسخرانہ نگاہ صفورہ بیگم پہ ڈالتے ہوئے بولی جو اس سے مکمل طور پہ بے نیاز بنی گردن اکڑائے بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ خان بابا نے اس کی بات پہ خاموشی سے سر جھکاتے واپس کچن میں جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔ علایہ کا رخ بھی اب باہر کی جانب تھا۔

آئی بڑی مجھے اپنے اصولوں پہ چلانے والی۔ ایک جوس سے جیسے ان کے گھر میں "قلت ہو جانی تھی۔

وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی معاً

وہ جوں ہی گھر کے بیک ایریا میں پہنچی سامنے کا منظر دیکھتے وہ یکلخت کی تھمی اور پھر ٹھٹھکی تھی۔ یہی منظر اس کے ذہن کے دریچوں پہ جھلملایا تھا۔ اس کی آنکھیں

پوری شدت سے سرخ انگارہ ہوئی تھی۔ سینے میں ابال اٹھنا شروع ہو گئے۔ اس کے عین سامنے ہی ایک لڑکا لڑکی بیٹ بال کھیلنے میں محو تھے۔ کبھی وہ لڑکی روتی تو لڑکا اس کے بال کھینچ کر بھاگ جاتا یا کبھی وہ لڑکی اس کے بازو پہ چٹکیاں بھرتے کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ کتنا مکمل منظر تھا۔ وہ یک ٹک بنا پلک جھپکے ان دونوں کو لڑتا جھگڑتا دیکھ رہی تھی معاً اپنے دائیں شانے پہ بال لگنے کی بدولت وہ چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئی تھی اور درد کی شدت سے اپنا شانہ سہلایا تھا۔ اس لمحے کا فسوں ایک لمحے میں ٹوٹا تھا۔ وہ سرعت سے حال میں لوٹ آئی تھی۔

ان دونوں بچوں نے سم کر اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ انہیں اچھے سے علم تھا کہ وہ کسی کو نہیں بخشتی انہوں نے تو پھر اسے مارنے کا گناہ کر لیا تھا۔ علاوہ ان دونوں کے ڈرے سمے چہروں پہ تنفر بھری نگاہ ڈالتے زمین سے بال اٹھاتی ان کی جانب اچھالتی اپنے پیر کے قریب گرے پتھر کو ٹھوکر مارتی بے نیازی سے آگے ہی سمت بڑھ گئی۔ آسمان پہ ہلکے ہلکے اندھیرے نے بسیرا کیا

ہوا تھا لیکن وہ منہ میں چیونگم چباتی اس سب سے بے نیاز تھی۔ چہرے پہ ادلی
سرد مہری چھائی ہوئی تھی۔

کاش خود ہی تعمیر کر لو میں دنیا اپنی

... پھر اس میں ہر سو زندگی کا ساز بن جاؤں

(فضہ واجد)

یہ منظر مظفر آباد کے کسی گنجان آباد علاقے کا ہے جہاں ہر جانب سناٹا چھایا ہوا
تھا۔ چرند پرند اپنی اپنی آرام گاہوں میں آرام کی غرض سے جاچکے تھے۔ کسی زی روح
کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ہواؤں کے زور سے سراسر اتے پتے ایک ہولناک منظر
پیش کر رہے تھے۔ رات کی سیاہی نے ہر جانب اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ پہاڑوں کی
اوٹ میں یہ جگہ رات کے وقت بہت خوفناک محسوس ہو رہی تھی۔ رات ہونے کی

بدولت جہاں ہر جانب اندھیرا تھا وہاں پہاڑوں کے عین وسط سے ایک روشنی سی پھوٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ مدھم سا میوزک کا شور ماحول کو مزید پھیلنے والی ہولناکی سے روک رہا تھا۔ معاً اس کو ٹھہری کا دروازہ کسی کے بیل بجانے سے کھلا تھا اور پولیس کی وردی میں ملبوس ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ چہرہ جھکا ہوا تھا البتہ ہاتھ پیچھے ہی بندھے ہوئے تھے جیسے سامنے بیٹھے وجود کے خوف سے وہ اس کا احترام کر رہا ہو۔ اس کی وردی پہ ایس ایس پی کا بیچ بھی لگا ہوا تھا۔ اس نے صوفے کے قریب پہنچتے ہی ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں دوڑائی جہاں ہر سو روشنیاں جگمگ کر رہی تھیں۔ وہ وہاں سے نگاہیں ہٹاتا حلق تر کرتے سامنے کشادہ صوفے پہ بیٹھے انسان سے مخاطب ہوا جو اپنے عین سامنے لیپ ٹاپ رکھے اس میں لگی فحش ویڈیوز سے لطف اندوز ہوتے ساتھ ساتھ الکوبل بھی گلے میں انڈیل رہا تھا۔ ذرا سے لمحے کے بعد اس کا خطرناک قہقہہ پورے ہال میں گونجتا اور وہ ڈرتے نچل سا ہو جاتا۔

وہ ایک بار پھر اس کے کام سے فراغت حاصل کرنے کا انتظار کرنے لگا۔

ہاں بولو کیا کام آن پڑا ہے جو اتنی رات کو اپنی منحوسیت لیے یہاں ٹپک پڑے " "ہو۔ تم جانتے ہو مجھے میرے کام میں کوئی ٹوکے وہ جان سے جاتا ہے۔

وہ اپنے سامنے پولیس کی وردی میں ملبوس شخص کو ایک ہی جگہ کھڑے دیکھ
نحوست سے گویا ہوا۔ س شخص نے آکر اس کا مزا ہی برباد کر دیا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ
بند کرتا الکوہل کا گلاس میز پہ رکھتے سیگریٹ کے گہرے کش لگانے لگا۔ میز پہ طرح
طرح کے مہنگے مشروب رکھے ہوئے تھے۔

باس وہ ایک بہت ہی اہم خبر آپ تک پہنچانی تھی مزید تاخیر سے کام بگڑ بھی " "سکتا تھا ورنہ میں کل ہی آجاتا۔

وہ اس کے بگڑتے تاثرات دیکھتے جھٹ سے صفائی دینے والے انداز میں گویا ہوا تو
سامنے صوفے پہ بیٹھے شخص کے تنے تنے تاثرات فوراً ڈھیلے پڑے وہ سیگریٹ

ایش ٹرے میں مسلتا ٹانگ سے ٹانگ اتارتے سیدھا ہو کر بیٹھا اور سوالیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھائی۔

وہ دراصل مال اب تک ہمیں نہیں پہنچا مجھے ڈر ہے کہ کہی ہم پکڑے نہ جائیں" "کیونکہ اس صورت میں میری نوکری کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

وہ انگلیاں چٹختے ہوئے بولا تو سامنے بیٹھے شخص نے شرربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ذرا سی بات کا بتنگڑ بنانے میں ایک لمحہ نہیں لگاتا تھا۔ اسے خود پہ حیرت ہوئی تھی کہ اس جیسے ڈرپوک کو افسر رکھ کس نے لیا۔

بس اسی کی کمی تھی مجھے لگتا ہے تیری جگہ کسی اور کو رکھنا پڑے گا تجھ جیسے افسر" "کو اپنے ساتھ ملا کر میں تو پچھتا ہی رہا ہوں۔

وہ میز سے شیشے کا گلاس اٹھاتے زمین پہ مارتا ہوا دھاڑ اٹھا۔ وہ شخص اس کے لہجے پہ کانپ سا گیا تھا۔

نہیں باس میں تو بس اسی لیے کہ رہا ہوں کہ جس راستے سے مال ادویات اور" اسلحہ وغیرہ آنا ہے وہاں میری ڈیوٹی ہونا لازم ہے۔ کل بھی وہاں ناکہ بندی ہوئی "تمھی مجھے بس اسی بات کا خوف ہے۔

وہ ادھر سے بھی نوکری جانے کے خوف سے ہڑبڑاتے ہوئے تفصیلاً جواب دیتا ہوا بولا تو وہ ایک گہری نگاہ اس پہ ڈالتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا۔

ناجانے اس جیسے اور کتنے بڑے بڑے پولیس آفسر تھے جو اپنا ایمان بیچ کر ان نشہ آور ادویات اور اسلحے کی سمگلنگ کر کے بچوں اور بوڑھوں کی جانوں سے کھیلتے تھے۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے تو ٹینشن مت لے بس رات تک تیری ڈیوٹی کے دوران ہی" "سامان پہنچ جائے گا۔

وہ اسے تسلی دینے والے انداز میں گویا ہوا اور ساتھ ہی گلاس میں مشروب انڈیلنے لگا۔

"لڑکوں کا انتظام ہوا یا نہیں۔"

اس کے اچانک سوال پہ وہ جو لالچی نگاہوں سے الکوہل کو تک رہا تھا گڑبڑاتے ہوئے اس کی سمت دیکھا جو کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا شاید وہ اسے ندیدوں کی طرح اس کی چیز کو گھورتے دیکھ چکا تھا۔

جی جی باس ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کچھ کام کہیں اور میں وہ نہ کروں۔ جی دو"

لڑکوں کا انتخاب کیا ہے میں نے مختلف جماعتوں کے ساتھ کام کر چکا ہے اور آپ یقین نہیں کرو گے کہ وہ ایسے ایسے غلط کاموں میں ملوث ہے ناکہ بس۔ آپ کو "کوئی پریشان نہیں ہوا کرے گی۔

وہ خوشامدی لہجے میں بولا تو پاشا نے اس کی بات پہ خوشگوار انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک نے احاطہ کیا تھا ایک شیطانی مسکراہٹ جو سب کچھ ختم کرنے کی ہمت رکھتی ہو۔ شروع سے ہی اس کا ٹارگٹ بوڑھوں سے لے کر بچوں تک ہر کوئی تھا۔ اب وہ سکول ہو یا یونی یا پھر ہسپتال اپنے خاص

بندے ہر جگہ اپنے لوگ پھیلانا چاہتا تھا تاکہ پورے خوش و خروش سے یہ غیر قانونی کام ہوسکے۔ ہسپتال میں تو اس کے آدمی اپنا کام اچھے طریقے سے سرانجام دے رہے تھے۔ کچھ ڈاکٹرز کو بھی اس نے انہی کاموں میں اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا۔ سکولوں میں بچوں کو اٹھوا کر ان سے غلط کام کروانا اس کا شیوا تھا لیکن حکومت ان لوگوں کے خلاف کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی

چل اب دفعہ ہو اور جلد از جلد ان لڑکوں سے بھی ملنا پڑے گا تاکہ اپنے کام کو "فروغ مل سکے۔"

وہ بے ہنگم انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو مقابل شخص بھی اس کی بات پہ زور و شور سے اثبات میں سر ہلا گیا معاً اپنے فون میں آنے والی کال کی سمت متوجہ ہوا جیب سے موبائل نکالتے ہی اس کو سرعت سے سانپ سونگھا تھا۔

"سر کی کال ہے۔"

اس کی سرسراہتی ہوئی آواز نکلی تو پاشا نے تنفر سے سر جھٹکنا تھا۔ اس بے فون اٹھاتے کان سے لگایا۔

جی سر میں بس پہنچ رہا ہوں آپ پریشان مت ہو۔

مقابل کی بات پہ وہ گھبراتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور فون بند کرتے جیب میں ڈالا تھا۔

اے جاتے جاتے اس کے دو گھونٹ لے لے آخر کو تو نے اتنا کام کیا ہے میرا" اور جیسے تو اسے گھور رہا تھا نہ ڈر ہے کہ میری نگلنے کے بجائے باہر ہی نہ اگل "جائے۔

وہ تمسخرانہ انداز میں گویا ہوا تو اس کا چہرہ اس قدر بے عزتی پہ پھیکا پڑا تھا۔
"نہیں ایک ضروری کام ہے مجھے۔"

وہ کھولتے دل کے ساتھ اپنی کیپ سر پہ جھاتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھا تھا۔ پاشا بے نیازی سے کندھے اچکاتے مزید ایک گلاس حلق میں اتارنے لگا۔

باس باس وہ بچہ بہت شور مچا رہا ہے۔ کہیں تو اس کو ہی نہ بچ ڈالیں آگے۔ بہت "معاوضہ آئے گا۔ ویسے بھی یہ بچہ کافی سمجھدار معلوم ہو رہا ہے۔"

اس کا ایک خاص ملازم اس کے قریب آتے معنی خیز لہجے میں مخاطب ہوا تو پاشا نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ یہ آدمی پاشا کا کچھ زیادہ ہی خاص تھا تبھی ہر طرح کا مذاق کر لیا کرتا تھا لیکن حد میں رہ کر۔

ذرا اسے تفصیلات تو سمجھا دیں کہ اسے آگے جا کر کن کن حالات کا سامنا کرنا "پڑ سکتا ہے۔ وہ کیا ہے نہ بچے معصوم ہوتے ہیں۔"

وہ گلاس میز پہ رکھتے شیطانی انداز میں قہقہہ لگاتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے قہقہے میں اس خاص آدمی کا بھی قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اب ان دونوں کا رخ اس جگہ کے خاص کمرے کی جانب تھا جہاں ان سب کو رکھا جاتا تھا۔

یہ منظر پنجاب یونیورسٹی کا ہے جہاں وہ گراؤنڈ میں ہری بھری گھاس پہ بیٹھی کانوں میں ہینڈ فری لگائے انگلش سونگ سننے میں پوری طرح محو تھی۔ گانا سنتے سنتے وہ اپنی ہی خیالی دنیا میں لگن تھی معاً اپنے شانے پہ پڑنے والے تمہیڑ سے وہ چونک کر دائیں جانب دیکھنے پہ مجبور ہوئی تھی جہاں رمیز بیٹھا پر شوق نگاہوں سے اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی صورت دیکھتے ہی ناگواری سے رخ پلٹ گئی۔ جو موڈ کچھ دیر پہلے اس کا خوشگوار تھا اب ناخوشگوار میں بدل چکا تھا۔ وہ زمین سے اپنا بیگ اٹھاتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"علا یہ میری بات تو سنو۔"

معیز اپنی اس قدر بے عزتی پہ دانت کچکچاتے بظاہر محبت بھرے لہجے میں بولا تو اس کے لہجے پہ علایہ کے بڑھتے قدم زمین پہ بے ساختہ تھمے تھے۔ اس نے جھٹکے سے پلٹتے کینہ توڑ نگاہوں سے اس شخص کی جانب دیکھا جو تھا تو اس سے ایک سمسٹر چھوٹا لیکن ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا ہوا تھا۔ شاید وہ ابھی علایہ ملک سے واقف نہیں تھا۔

"کیا ہے جلدی سے بکو اس کرو میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو معیز کے مسکراہٹ لب فوراً سے پہلے سمٹے۔ اس نے ایک ترچھی نگاہ اس حسن کی پڑیا پہ ڈالی جو جتنی حسین تھی اتنی ہی خود سے بے نیاز تھی۔

"بکو اس نہیں کرنی بس ایک بات کرنی ہے۔"

اس نے گلہ کھنکھارتے گویا بات کی تہمید باندھی اور مٹھاس بھرے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ علایہ اس کی لمبی چوڑی تہمیدوں سے تنگ آکر درخت سے پشت ٹکا کر

کھڑی ہوگئی اور ایک نظر چلتی پھرتی رونق پہ ڈالی تھی۔ معاً اس کے شہد میں ڈوبے لہجے کو دیکھتی وہ تیر کی طرح سیدھی ہوئی تھی۔

"سب سے پہلے تو تمہیں میرے متعلق یہ بات کا علم ہونا چاہیے کہ۔"

یہ کہتے ہی اس نے پاس سے گزرتے ایک لڑکے کی جیکٹ سے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔ معیز اس اچانک ہوئی افتاد پہ ہونق زدہ رہ گیا۔ وہ لڑکا بھی حیران پریشان کھڑا علیہ کے سپاٹ انداز کو دیکھ رہا تھا کیونکہ اب تو ایسا کچھ نہیں ہوا تھا کہ وہ اسے کچھ کہتی۔

"پوچھو اس سے کہ تمہیں میرے متعلق کس بات کا علم ہونا چاہیے۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی اس نے اس شخص کو اپنے بالکل آگے کھڑا کیا تھا۔ معیز نے اپنے قدم بے ساختہ پیچھے لیے تھے۔ اس سرپھری لڑکی کو دیکھتے وہ اب حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا۔

"پوچھو اس سے ڈیم اٹ۔"

معیز کی مسلسل خاموشی سے تھک ہار کر وہ تقریباً چلائی تھی۔ آنکھیں پل بھر میں سرخ ہوئی تھی۔

"وہ مجھے کیا پتہ ہونا چاہیے ان کے متعلق اگر مجھے ان سے دوستی کرنی ہو تو۔"

اس نے لبوں پہ زبان پھیرتے ہکلاتے لہجے میں علایہ کے بالکل سامنے کھڑے لڑکے سے پوچھا جس کے عقب میں وہ پوری طرح چھپ گئی تھی۔ اس لڑکے نے بغور معیز کا جائزہ لیا تھا ایک دم کچھ سمجھ آنے پہ وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا۔

سب سے اہم بات تو یہ کہ انہیں مطلبی لوگوں کے مٹھاس بھرے اور شہد میں "ڈوبے ہوئے الفاظ بالکل بھی اٹریکٹ نہیں کرتے۔"

"She is Different from others.."

اس نے کہتے ساتھ ہی تائیدی انداز میں علایہ کی جانب دیکھا تھا وہ داد دیتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے تالیاں بجا گئی۔

"چلو پھوٹو اب۔"

وہ چٹکی بجاتے ہوئے سرد لہجے میں بولی تو وہ بمشکل مسکراتے اپنی شرٹ جھاڑتا وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی تلقید میں معیز بھی جاتا علایہ نے آگے ہی رکھے پیچ پہ ایک ٹانگ جھاتے اس کا راستہ روکا تھا۔ وہ یکلخت اپنی سانس روکتے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا جہاں ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔

میں ناگن سے بھی زیادہ زہریلی ہوں۔ میں جب ڈستی ہوں نا تو اگلا انسان اٹھنے"

"کے قابل نہیں رہتا وہ بس ایک گرا ہوا انسان کہلاتا ہے۔"

وہ خون آشام نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھتی سرد پرتیش لہجے میں بولی تو ایک لمحے کیلئے تو اس کی حسیں سن ہوئی معاً وہ اس کے چہرے کا ہی جائزہ لیتے پرسکون سا مسکرا دیا تھا جیسے اس کی باتوں نے اس کے اعصابوں پہ کوئی خاص اثر نہ ڈالا ہو۔

ویسے تمہارے ڈسے کو دیکھنا چاہتا ہوں ویسے میرے مطابق وہ بھی تمہاری طرح"

"لطف ہی دے گا۔"

وہ معنی خیز مسکراہٹ سمیت بولا معاً اپنے منہ پہ پڑنے والے مکے سے اس نے منہ پہ ہاتھ رکھتے ٹھٹھک کر اس کی سمت دیکھا جو آنکھیں چھوٹی کیے اسے ہی گھور رہی تھی۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے ہنس دیا۔ وہ بھی ایک رعونت بھری نگاہ اس پہ ڈالتے اپنے بوب کٹ بالوں کو جھٹکتے وہاں سے قدم آگے کی جانب بڑھا گئی۔

ایک دوستی ہی تو چاہ رہا ہوں اس میں بھی اس قدر نکھرے۔ لیکن میں بھی"

"تمہیں دوست بنا کے ہی دم لوں گا یہ معیز عالم کا وعدہ رہا۔"

وہ منہ بناتا ہوا اس کی پشت دیکھتا بولا۔

علائیہ اردگرد سے بے نیاز اپنے ہی دھیان میں اپنی کلاس کی سمت بڑھ رہی تھی۔ کانوں میں ہینڈ فری معمول کے مطابق موجود تھی۔ بلیک جینز پہ بلیو ٹاپ پہنے، پیروں میں جاگرز، بوب کٹ بال جھول رہے تھے۔ میک اپ سے مبرا چہرہ وہ خود سے بھی شاید بے نیاز سی تھی معاً کسی سے زوردار تصادم کی صورت میں وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی مقابل بھی اپنا کندھا سہلاتے خونخوار تیور سمیت اس لڑکی کے جھکے سر کو دیکھ رہا تھا۔ اردگرد سے گزرتے طلبہ دم سادھے آنے والے لمحات کے بابت سوچ رہے تھے۔

محترمہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ جو ٹچ بٹن جیسی آنکھیں ہیں انہیں ادھار دیا ہے کسی "اکو۔"

وہ غمیض کے عالم میں اس کے سر کے قریب پہنچتے دھاڑا تو علائیہ کی پیشانی پہ اس کے لہجے پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی تھی اس سے ایسے

بات کرنے کی۔ اس نے بغور اس لڑکے کے چہرے کو دیکھا تو وہ کوئی نیا چہرہ ہی معلوم ہو رہا تھا تبھی اس سے واقف نہیں تھا۔

ہاں جی آپ کیا بھول گئے آپ کو ہی ڈونیٹ کی تھی لیکن افسوس ابھی بھی نظر "نہیں آتا۔"

وہ مصنوعی افسوس کرنے والے انداز میں طنزیہ مسکراہٹ سمیت بولی تھی۔

بس یہی فضولیات اور تم لڑکیوں کو لڑکوں سے بات کرنے کا موقع چاہیے ہوتا "ہے۔ اتنی بے شرمی لاتی کہاں سے ہو۔"

وہ تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا غرایا۔ اس کی اس قدر تضحیک آمیز بات پہ علایہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

زبان سنبھال کے بات کرو ورنہ زبان گدی سے کھینچنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں "اگی۔"

وہ قرآلود نگاہوں سے اس چھلے ہوئے آلو کو دیکھتے ہوئے دھاڑی جس کی باتوں نے اس کے اندر حشر سا برپا کر دیا تھا۔ وہ لڑکوں سے دوڑ بھاگنے والی اور پھر بھی ایسی ذہر آلود باتیں سننی پڑے۔ یہ کہاں کا انصاف تھا۔ اس لڑکے نے طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مطلب اس کی بات نے ہی اس لڑکی کے دماغ کی بتی جلائی تھی۔

ویسے خیر تو ہے نا تم مجھ سے ٹکرائی کہی ناولز کی ہیروئنز کی طرح پھنسانے کے "چکروں میں تو نہیں تھی۔"

وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے اس کی جانب جھکتے معنی خیزی سے گویا ہوا تو علایہ نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"پہلے نا ایک کام کرو رکو ایک منٹ۔"

وہ یہ کہتے ہی اپنے بیگ میں سے کچھ تلاش کرنے لگی۔ چیزیں الٹ پلٹ کرتے وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ ارد گرد موجود سب طالبات تجسس سے اس کی کاروائی کا ملاحظہ

کر رہے تھے معاً علیہ نے ایک ہی جست میں اپنے بیگ سے چھوٹا سا آئینہ نکالتے اس کے چہرے کے عین سامنے کیا تھا۔ اس لڑکے نے اچھنبے سے اس کی حرکت کا ملاحظہ کیا تھا۔ اس کی سوالیہ نگاہیں آئینے پہ محسوس کرتے علیہ نے مسکراتے ہوئے اس کے تاثرات جانچے تھے۔

اپنی شکل دیکھو اور مجھے بس یہ بتاؤ کہ تم میں ایسا کیا ہے جو میں علیہ ملک تم "جیسے پچھلے ہوئے آلو کو پھنسلے گی۔ کوئی ایک چیز بتاؤ تم میں ایسی جس سے "لڑکیاں اٹریکٹ ہو۔

وہ سنجیدگی سے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے اس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بولی تو اس لڑکے کا رنگ سرعت سے پھیکا پڑا تھا اس کی بات پہ لیکن اب اپنا پلڑا جھکنے تھوڑی نہ دینا تھا۔

"تم کیا یہ تمام بیوٹی پروٹیکٹس کا سامان اپنے پاس رکھتی ہو ہمہ وقت۔"

وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا تو علایہ نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

پہلی بات کہ یہ کوئی بیوٹی پروڈکٹس نہیں ہے اور دوسری بات کہ یہ میں اپنے " پاس رکھتی ضرور ہوں لیکن خود کیلئے نہیں بلکہ تم جیسے آوارہ مشنڈوں کیلئے تاکہ انہیں ان کی اوقات یاد دلا سکوں جیسے ابھی تمہیں تمہاری دلائی اور تیسری بات کہ اب اپنی یہ چنڈیا لو اور یہاں سے فرار لو ورنہ پھر یہ ہاتھ ہوگا اور تمہاری یہ چنڈیا جس "پہ تمہیں اتنا ناز ہے۔

اس نے لگے ہی لمحے برفیلے لہجے میں اس کی ستھری کرتے اسے اس کی اوقات واضح کی تھی۔ وہ لڑکا ایک تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ علایہ نے اس کے جاتے ہی ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھی۔ یہ لڑکا ناجانے کیوں اسے کھٹکا تھا اور بری طرح کھٹکا تھا۔ اس نے مشکوک نگاہوں سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا جب تک وہ نگاہوں سے او جھل نہیں ہو گیا۔

"علائیہ کیا ہو گیا یہاں تم ٹھیک ہو۔"

اسی دوران معیز کی تشویش سے بھرپور آواز پہ اس نے ٹھٹھک کر رخ موڑتے اس کی جانب دیکھا جس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ علائیہ نے فقط آئبرو اچکانے پہ اکتفا کیا تھا۔

میں تو بالکل ٹھیک ہوں البتہ تمہارے آثار مجھے کچھ ٹھیک نہیں دکھائی دے۔"

"رہے۔ کیا تمہارے ساتھ بھی وہی کروں جو اس کے ساتھ کیا ہے۔"

اس نے سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی تو معیز کا رنگ سرعت سے اڑا تھا۔ اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ یہ لڑکی کتنی دم دار ہے وہ بس یہ سوچ ہی سکا۔

نہیں میں تو بس تمہارے متعلق استفسار کر رہا ہوں کہ اس نے کچھ کہا تو نہیں"

"دراصل وہ اچھا انسان نہیں ہے نا۔"

اس نے اپنی تیا بہت ہی سمجھداری والی بات کی تھی۔ علایہ نے ٹھٹھک کر اس کی سمت دیکھا۔ وہ لڑکا تو اسے بھی مشکوک لگا تھا۔

میں نے یہ بات تمہیں پہلے بھی کہی تھی اب پھر کہ رہی ہوں کہ یہ فریبی لہجے "کسی اور کو جاکر دکھانا کیونکہ میں ایک ایسا سخت جان پتھر ہوں جو ان فریبی چیزوں سے قطعی نہیں پگھل سکتا۔ گوٹ اٹ۔"

وہ سخت لہجے میں بولتی اپنے بالوں کو جھٹکتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ معیز نے پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا جو اب اپنے کانوں میں ہینڈ فری لگا رہی تھی جیسے اس گزرے واقعے سے کوئی لینا دینا ہی نہیں ہو۔

یہ منظر اسلام آباد میں مقیم ایک شاندار پانچ مرلے کے بنے ہوئے اعلیٰ طرز کے گھر کا ہے جہاں اس وقت تین افرار رہائش پذیر تھے۔ جس میں سے ایک کچن میں بڑبڑاتے ہوئے ناشتہ تیار کرنے میں مصروف تھا جبکہ دوسرا وجود لاؤنج میں موجود

صوفوں کی ڈسٹنگ کرنے میں محو تھا۔ دونوں کی آنکھیں نیند سے اچھی خاصی بوجھل تھی جیسے انہیں زبردستی یہاں کھڑا کرتے کام پہ لگایا ہو۔

کیا زبردستی ہے یار ایک اس انڈے کی مجھ سے کوئی خاص دشمنی ہے جب بھی "بنانے کھڑا ہوتا ہوں اس کے عجیب و غریب نقشے ہی بن جاتے ہیں۔

کچن میں کھڑا وجود کفگیر فرائنگ پین میں پٹختا جھنجھلاتے ہوئے بولا تو ڈسٹنگ کرنے والے وجود نے دونوں ہاتھ کمر پہ رکھتے اس کی جانب دیکھا

اپنی فضولیات کا گلہ گھونٹو اور جلدی سے اس انڈے کی نیا پار لگاؤ ورنہ اندر جو "اکرے میں وجود ہے نا وہ تمہارا نقشہ بنادے گا۔

وہ طنزیہ مسکراہٹ سمیت اس کی جانب دیکھتے ہوئے بے نیازی سے گویا ہوا تو اس کی بات پہ وہ منہ بسور گیا۔ جانتا تھا کہ وہ وقت کا کس قدر پابند ہت حتیٰ کہ اسے ایک سیکنڈ کی بھی دیری برداشت نہیں تھی۔ وہ سر جھٹکتا ایک بار پھر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگا کیونکہ انہیں اس کے بعد کسی ضروری کام کے تحت کہی جانا تھا۔

ناشتہ تیار ہوتے ہی اس نے میز پہ لگاتے فخریہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جیسے کوئی قلعہ فتح کر لیا ہو۔

"چل بیٹا اب بھائی کو بلا لاتا ہوں۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا عشب کے کمرے کی جانب چل دیا۔ اس کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا اور دروازہ بجایا تھا۔

"بھائی ناشتہ تیار ہے۔"

اس کی آواز پہ عشب جو خود پہ پرفیوم سپرے کر رہا تھا چونک اٹھا۔ ڈارک بلیو کلر کی جینز پہ شرٹ پہنے قیمتی برینڈ کی گھڑی کلائی میں باندھے پیروں میں جو گرز اڑسے وہ نک سک سا تیار تھا۔

"آ رہا ہوں۔"

اسے جواب دیتے اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ بچتا اپنا موبائل اٹھایا تھا جہاں ڈیڈ کالنگ جگمگا رہا تھا۔ اس کے کٹاؤدار لبوں پہ بہم سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا معاً اس نے فون اٹھاتے سرعت سے کان سے لگایا تھا کہ کہی کال ناکٹ جائے۔

"السلام و علیکم کیسے ہو میرے شیر۔"

ان کی خوشگوار آواز پہ عشب نے آنکھیں موندتے اس کی آواز کو محسوس کیا تھا۔ ایک فرحت بخش احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا تھا۔

"وعلیکم السلام میں بالکل ٹھیک ڈیڈ آپ بتائیں۔"

اس نے جواباً مسکاتے لہجے میں استفسار کیا تو آفاق صاحب نے جواباً تسلی بخش جواب دیا تھا۔

میں نے سوچا کہ میری بید اولاد کو تو میری یاد آنی نہیں تو کیوں نا میں ہی اسے یاد" کرلوں۔ میرے خیال سے بیٹا جی آپ اس بات کو بھلا چکیں ہیں کہ آپ کا ایک "عدد باپ بھی ہے جو آئے روز آپ کی راہ تکتا ہے۔

وہ مصنوعی شکوہ کرنے والے انداز میں بولے تو وہ شوز کی لیسز بند کرتے سر جھٹکتے دھیمسا سا ہنس دیا تھا کیونکہ اس وقت اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ یاد ان کو کیا جاتا ہے جن کو بھلایا گیا ہو آپ تو اس دل میں رہتے ہیں پھر روز روز "آپ کو یاد کرنے کی نوبت نہیں محسوس ہوئی۔

وہ مسخرے پن سے بولا تو اس کی حاضر جوابی پہ آفاق صاحب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ان سے باتوں کے دوران ہی وہ فون کان سے لگائے باہر کی سمت بڑھ گیا کیونکہ آٹھ بجنے میں فقط دو منٹ باقی تھے اور اسے پورے وقت پہ ناشتے کی میز پہ پہنچنا تھا وہ اپنی مخصوص پروقار چال چلتے خوشبوؤں میں بسا بسایا جوں ہی لاؤنج میں داخل ہوا تو میز بجاتے حسن نے قدموں کی چاپ پہ گردن اٹھائی تھی۔ وہ سنجیگی

سے اپنی جگہ سنبھال گیا اور حسن کو دیکھتے بھنویں اچکائی تھی شاید وہ دین کے متعلق پوچھنا چاہ رہا تھا۔ حسن نے انگلی سے اس کے کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ بھی نک سکا سا تیار لاؤنج میں داخل ہوا اور اپنی جگہ سنبھال لی۔

عشب نے خاموشی سے فون سپیکر پہ ڈالا تھا ان دونوں نے بیک وقت فون پہ موجود شخص آفاق صاحب کو سلام کیا تو وہ فقط مسکرا دیے۔

"اکیسے ہو میرے شیر جوانوں۔"

ان کی بات پہ ان دونوں نے تسلی بخش جواب دیا اور اپنے اپنے ناشتے کی سمت توجہ مبذول کرائی۔

"آپ بتائیں ڈیڈ کیسے یاد کیا سب خیریت۔"

عشب کو ان کی صبح صبح کال کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی تبھی ناشتے سے انصاف کرنے کے دوران ہی ان سے سوال کیا۔

میرا کیا ہے بوڑھی جان ہو کبھی بھی یاد کرلوں کچھ پتہ تھوڑی ہے کہ کب جان " نکل جائے میری تو ایک ہی بات ہے اکیلا اس گھر میں بیٹھا بور ہوتا رہتا ہوں تمہیں بھی ہزار بار کہاں ہے کہ شادی کرلو میری بیٹی آجائے گی تو میں کم از کم اس کے "ساتھ ہی وقت گزاری کر لیا کروں گا۔ یہ گھر تو کاٹ کھانے کو نہیں دوڑے گا۔

ان کی آواز میں افسردگی محسوس کرتے اس کی حس نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ ان کی بات کیا رخ لینے والی ہے اور وہی ہوا جس کی اسے امید تھی اس کی توقع کے عین مطابق ان کی بات کا اختتام اس کی شادی پہ ہی ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سرعت سے سپاٹ ہوا تھا۔ بار بار کے ایک ہی ٹاپک سے وہ کوفت کا شکار ہوا تھا۔

ڈیڈ آپ کی تنہائی کا سامان کردوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میرے کام کی نوعیت " "کیا ہے خدا نخواستہ میری جان کو کچھ ہو جاتا ہے تو میں اپنی بدولت کسی کی زندگی کو۔

"عشب باس کی کال ہے۔"

وہ جو پوری دلجمعی سے آفاق صاحب سے فون میں مصروف تھا چونک کر دین کی سمت متوجہ ہوا جو سنجیگی سے فون اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فون کان سے لگایا۔

"!السلام و علیکم سر"

اس نے فون تھام کر کان سے لگاتے ہی کہا۔

وعلیکم السلام! عشب اگلے گھنٹے میں مجھ سے ملو دین اور حسن سمیت۔ ایک "ضروری کیس کے متعلق بات کرنی ہے۔ ایک گھنٹہ ہے صرف آپ کے پاس۔"

ان کی سنجیدہ سپاٹ آواز ماؤتھ پیس میں ابھری تو وہ بنا کوئی وقت ضائع کیے کرسی کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے کے نقوش تن چکے تھے۔ کچھ دیر پہلے جس چہرے پہ کچھ ہنسی تھی اب وہ تھم کر سنجیگی اختیار کر چکی تھی۔

"جی سر ہم بس پہنچ رہے ہیں انشاء اللہ۔"

اس نے مضبوط لہجے میں بولتے ہی فون کاٹتے ان دونوں کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تھا جو حیران پریشان اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"سر نے ایرجنسی میں بلایا ہے۔"

اس نے ان دونوں کے چہرے کے تاثرات دیکھتے بتایا تو وہ بھی سنجیدگی سے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پورچ میں پہنچتے ہی ان کی جیب جہاز کی سی تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ان کے گاڑی ہیڈ کوارٹر کی حدود میں داخل ہوئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ جوں ہی جیب سے اترے تو گھڑی دن کے گیارہ بج رہی تھی۔ وہاں کے کچھ جوان جو وہی پہرے داری کر رہے تھے ان کے اپنے قریب آتے ہی الرٹ ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔ میجر عشب کو اپنے قریب آتے دیکھ

ان سب نے سیلیوٹ کیا تھا۔ وہ ایک مسکراتی نگاہ ان سب کے ڈالتے جنرل عاکف کے آفس کی جانب بڑھ گئے۔

کمرے میں موجود تین نفوس خاموشی سے اپنے سامنے بیٹھے انسان کی باتوں کو اپنے ذہنوں میں فٹ کر رہے تھے۔ کمرے کی فضا میں فقط جنرل عاکف کی آواز ہی گونج رہی تھی۔ یہاں جو کچھ بھی ڈسکس کیا جا رہا تھا وہ صرف ان کے کچھ خاص لوگوں تک ہی رسائی حاصل کر رہا تھا۔

کچھ دیر تو ان کی میسنگ بند کمرے میں چلتی رہی۔

میجر میں آپ سے پوری امید لگا سکتا ہوں کہ آپ میری سوچ پہ پورا اتر سکتے ہیں۔"

جنرل کی سنجیدہ آواز پہ ان تینوں نے پرعزم انداز میں ان کی جانب دیکھا تھا۔ اس خاص مقصد کیلئے انہیں چنا گیا تھا تو وہ کیونکر اپنے فرض سے پیچھے ہٹتے تبھی چمکتی

نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔ یہ تینوں انٹیلیجنس میں ہونے کی بدولت ان تمام منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے جس سے اس ملک کی حفاظت کی جاسکے۔

"یور آرڈر از اوور کمانڈ سر۔"

ان تینوں نے بیک وقت جواب دیا تو وہ بھی فخریہ انداز میں مسکرا دیے تھے۔

"ڈیٹس اوکے دس میٹنگ از اوور۔ ناؤ یو کین گو۔"

ان کی سپاٹ آواز پہ وہ سب یکجا سلیوٹ کرتے باہر نکل گئے جبکہ میجر عشب وہی کرسی سنبھالے بیٹھا رہ گیا۔

میں نے اس خاص مقصد کو لیڈ کرنے کا حکم اسی لیے دیا ہے کیونکہ میجر عشب "اب تک ہی ہٹ لسٹ ہے جو ہر قسم کے دشمنوں کو راہ سے ہٹاتے انہیں اس صفحہ ہستی سے ہی مٹا آیا ہے کیونکہ جیسے دشمن تمہارے نام ہی سے تمہرے کانپتے ہیں تمہاری جس قدر دہشت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ تم یہ

پہاڑ بھی سر کر لو گے۔ تمہارے ہاتھوں سے کوئی بھی دشمن آج تک چھوٹا نہیں ہے۔ یہ تمہاری مضبوطی ہے یا ان کا تمہیں دیکھ کر کمزور پڑنا لیکن جو بھی ہے ہمیں "ہمت پسند ہے۔"

وہ ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولے جو فوجی کٹ ہئیر سٹائل میں ہلکی ہلکی بیئرڈ فلحال جینز کے ساتھ شرٹ پہنے ہوئے تھا انہیں اندازہ تھا کہ ان کے حکم پہ ہی وہ دوڑا دوڑا چلا آیا ہوگا۔ پوری تفصیل تو وہ میٹنگ میں بتا ہی چکے تھے لیکن کچھ اہم باتیں تھیں جو وہ صرف اس سے ہی ڈسکس کرنا چاہتے تھے۔

سر نہ ہی میری مضبوطی ہے اور نہ ہی مجھے دیکھ کر کوئی کمزور پڑتا ہے بس ہر "کام کے قبل اللہ کا کلام ہی میری ہمت بندھاتا ہے تبھی تو کسی حیوان کی دھجیا اڑانے سے پہلے میجر عشب سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ دشمن تو میرے دماغ میں "پہلی نگاہ میں ہی نصب ہو جاتا ہے۔"

وہ بھی جواباً مدہم لہجے میں بولا تو اس کی حاضر جوابی کے وہ تو ہمیشہ سے ہی قائل رہے تھے۔

چلیں بھئی بھیج دیں ہمارے بھائی کو ہم جانتے ہیں کہ آپ اپنی محبوبہ سے بہت "پیار کرتے ہیں لیکن ہمیں اس وقت ان کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ حسن کی بروقت آمد پہ سونے پہ سہاگہ اس کے انداز میں جرنل عاکف قہقہہ لگا کر ہنس دیے تھے۔ وہ اس کی حرکتوں اور مسخرے پن سے بخوبی واقف تھے۔

"سر آپ اس کی بکو اس پہ بالکل توجہ مت دیا کریں۔ چلیں عشب۔"

دین نے اس کے سر پہ تھپڑ مارتے سنجیدگی سے ان دونوں سے مخاطب ہوا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئے۔

خیر سر آپ بالکل بھی پریشان مت ہوں میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس مشن کو "پورا کر کے ہی لوٹوں گا۔ اس ملک ہی بہن بیٹیوں ماؤں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض

ہے اور ہم لوگ مر کر بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برت سکتے۔ ہم لوگ آج
 "رات کی فلائٹ سے ہی لاہور کیلئے روانہ ہو رہے ہیں۔

وہ نہایت سنجیدگی سے بولا تو ان دونوں نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

ویلڈن میرے شیر جوانوں مجھے آپ سب سے یہی امید تھی۔ خدا تم سب کا حامی"
 "و ناصر ہو۔ میں اس دن کا انتظار کروں گا جب فتحیابی تم سب کا مقدر ٹھہرے گی۔

انہوں نے مضبوط لہجے میں بولتے بہم سی مسکراہٹ سمیت ان تینوں کی پیٹھ
 تھپتھپائی تھی۔ وہ تینوں بھی بیک وقت انہیں سیلیوٹ کرتے کمرے کی دہلیز عبور
 کر گئے۔ یہ تینوں آرمی میں کی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ خفیہ طور پہ
 بھی کام ایجنٹس کی ڈیوٹی نبھا رہے تھے۔ ملک کے دن بدن بگڑتے حالات نے
 انہیں یہ قدم اٹھانے پہ مجبور کیا تھا تاکہ وہ سب کی حفاظت کا ذمہ خود لے سکیں۔

وہ جوں ہی گنگناتی ہوئی گھر کے لان میں داخل ہوئی سامنے کا منظر دیکھتے اس کے ماتھے پہ نا سمجھی سے شکنیں نمودار ہوئی تھی۔ اس نے ذرا سا قدم اگے بڑھاتے اردگرد کا جائزہ لیا تھا اسے حیرت ہوئی تھی کہ کون اجازت کے بغیر یہ سامان یہاں سے نکالنے کی کوتاہی کر سکتا ہے۔ انیکسی سے سارا سامان نکالتے کسی نے ایک جانب لگایا ہوا تھا۔ ان چیزوں کو دیکھتے اس کا دل ہولایا تھا۔ اس نے آسمان کی جانب چہرہ کرتے آنکھیں موندتے جلتے دل کو سکون پہنچانا چاہا تھا کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اس کے سینے میں پھوار بن کر برسا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا اور اپنا بیگ ایک جانب بنے ہوئے جھولے پہ پھینکتے قدم انیکسی کی جانب بڑھائے تھے تاکہ دیکھ سکے کہ کس کی اتنی جرأت ہوئی ہے معاً خان بابا کو کرٹن اٹھاتے باہر کی جانب آتا دیکھ اس نے صدمے کی سی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا۔

"خان بابا یہ سب۔"

حیرت کی زیادتی سے اس کی آواز کنگ رہ گئی۔ آنکھوں میں بے چینی کا عنصر نمایاں تھا۔

"وہ علایہ بی بی دادی حضور کا حکم ہے۔"

انہوں نے مختصر جواب دیا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے جب کہ ان کی بات پہ علایہ کے چہرے کے تاثرات تنے تھے۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔ ناجانے وہ کس جہنم کی دشمنی نبھا رہی تھی اس سے۔

"لیکن وہ ایسا کر کیوں رہی ہیں کچھ تو بتایا ہوگا انہوں نے۔"

اس نے پریشانی سے ماتھا مسلتے استفسار کیا تو وہ نا سمجھی سے کندھے اچکا گئے۔ وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتی اطراف کے چکر کاٹنے لگی۔ ہوا میں بڑھتی خنکی کی بدولت وہ بار بار اپنے ہاتھ مسل رہی تھی۔

"بی بی جی آپ انہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتی۔"

خان بابا نے اس کی بے چینی دیکھتے نہایت ہی کوئی مفت مشورہ دیا تھا یا یوں کہے کہ شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالا تھا وہ جھٹکے سے ان کی جانب رخ موڑتے قرآلود نگاہوں سے ان کی جانب دیکھنے لگی۔

جیسے ہمارے درمیان تو بہت اچھے مراسم ہیں ناکہ میں ایک بار پوچھوں گی اور وہ "میری محبت میں مجبور ہو کر سیدھی طرح جواب دے دیں گی۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں جھنجھلاتے ہوئے گویا ہوئی تو خان بابا نے اس کے پل پل بدلتے تیور دیکھ کھسیاتے ہوئے وہاں سے نکل جانے میں ہی عافیت جانی کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ یہ شیرنی انہیں ہی کچا چبا جاتی۔ ان کے جاتے ہی معاً وہ کچھ سوچتی تن فن کرتی ان کے کمرے کی جانب چل دی۔ ان کے کمرے کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ جو بیڈ کراؤن سے پشت ٹکائے آنکھیں موندے تسبیح پڑھنے میں محو تھی چونک کر سیدھی ہوئی لیکن سامنے کھڑی علیہ کو دیکھتے ان کے چہرے پہ ناگواری پھیلی تھی۔

لگتا ہے ساری تمیز تہذیب بھلا دی ہوئی ہے آپ نے جو ایسے منہ پھاڑ کر اندر"
"داخل ہو رہی ہیں۔

انہوں نے سختی سے اس کی حرکت پہ لٹکا تھا جواباً وہ بے نیازی سے جوتوں سمیت
ہی صوفے پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔

"آپ کی ہی پرورش ہے میں کیا کہہ سکتی ہو۔"

وہ تو گویا اس کی بے نیازی پہ عیش عیش کر اٹھی جو اپنے بد تمیزیوں کا تمام الزام ان
کے سر ڈال رہی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ جیسے ناہجار اولاد کی پرورش کرنے کا۔"

انہوں نے سرمہری سے اسے باور کرایا تھا جواباً وہ لبوں پہ مچلتی مسکراہٹ کا گلہ
گھونٹ گئیں۔

تو تمیز تہذیب کی بات بھی مت کیا کریں کیونکہ جب جب آپ میرے اوپر اس "معاملے میں انگلی اٹھائیں گی تب تب میں بھی جواب میں آپ پہ ہی انگلی اٹھاؤں گی۔"

وہ شانِ بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ صفورہ بیگم دانت کچکچا کر رہ گئی اس لڑکی کی ہٹ دھرمی پہ۔

خیر مجھے یہ بتائیں کہ یہ انیکسی کو کس سے پوچھ کر ہاتھ لگایا آپ نے جو چیز "سالوں سے بند ہے اسے کھول کر کیوں دل میں دفن زخموں کو ادھیڑ رہی ہیں ایک نئے سرے سے۔"

وہ سپاٹ انداز میں ان سے مخاطب ہوئی۔

مجھے اپنے گھر کے معاملات کے متعلق کسی سے بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں "ہے میں بخوبی جانتی ہوں کہ کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔"

انہوں نے رعونت سے کہتے ساتھ ہی اس سے نظر اندازی برتتے تسبیح چومتے آنکھوں سے لگائی تھی۔ علایہ نے تسمخر اڑاتی نگاہوں سے ان کے بوڑھت ہاتھوں میں موجود تسبیح کے دانوں کو دیکھا تھا۔ کیا ان جیسی عورت کی بھی عبادات قبول ہوتی ہونگی وہ منظر دیکھتے ایک یہی بات اس کے ذہن کے دریچوں میں لہرائی تھی۔

صفورہ بیگم مجھے جواب چاہیے اس میں اتنی ضروری چیزیں تھیں۔ آپ نے ایک ہی "لمحے میں سب کچھ باہر نکلوا دیا۔"

انہوں نے جیسے اس کی کمزوری پہ وار کیا تھا تبھی وہ مچل رہی تھی جاننے کے بابت۔

کیونکہ کافی عرصے سے وہ خالی پڑی تھی میں نے سوچا اسے کرایے پہ دے دیا "جائے۔ ویسے بھی جب اس گھر کا چارج میرے ہاتھ میں ہے تو ضروری ہے کہ اس انیکسی کا بھی میرے پاس ہی ہے۔"

انہوں نے انگلی اٹھاتے اسے بتایا۔

میرا نہیں تو کم از کم اپنے ہاتھوں میں موجود اس چیز کا ہی خیال کر لیں۔ آپ کی "عبادات کس کام کی ہے جب آپ اس پاک ذات کے بندوں کو نئے نئے سروں سے تکلیفوں سے دوچار کرتی ہیں۔"

وہ تھکے تھکے اعصابوں سمیت بولی تو صفورہ بیگم نے کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

آپ نے میرے دل پہ وار کیا ہے یاد رکھیے گا علایہ کبھی بھی اپنے بدلے سے "اچھے نہیں ہٹتی۔ میں بھی بہت جلد آپ کے اس دل پہ ہی وار کروں گی۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولتی دروازہ زور سے مارتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی انہوں نے سر جھٹکتے ایک نظر گندے صوفے کو دیکھا تھا جو اس کی شوز کی بدولت وہاں نشان چھوڑ چکے تھے۔

انہوں نے انٹرکام اٹھاتے خان بابا کو اپنے کمرے میں آنے کا کہا تھا تاکہ وہ یہ دھبے صاف کر سکے۔

یہ ایک چھوٹا پسماندہ سا علاقہ ہے جہاں ہر جانب چملاتی دھوپ نے بسیرا کیا ہوا ہے۔ دھوپ کی بدولت ہر جانب سنٹا سا چھایا ہوا ہے بس گلی کے نکر پہ اکا دکا بچے کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے۔ باقی کسی ذی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔ کچھ عورتیں ایک جانب بنی نہر پہ کپڑے دھونے میں محو تھی ساتھ ساتھ باتوں کا دور بھی چل رہا تھا۔ ایسے میں وہ بھورے رنگ کی سادہ سی شلوار قمیض زیب تن کیے ساتھ چادر اچھی طرح خود پہ اوڑھے ہاتھ میں ایک فائل لیے اپنے گھر کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔ گرمی کی بدولت ماتھے سے بہتا پسینہ گردن میں جذب ہو رہا تھا۔ تیز تیز چلنے کی بدولت سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ وہ اپنے ہی منہ دھیان ناک تک چہرے کو ڈھکے ایک تنگ سی گلی میں داخل ہوئی تو وہاں موجود بچوں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا تھا کیونکہ وہ ان کو بھی ٹیوشن دیتی تھی اور اس کی نرمی کے

محلے والے سب کی قائل تھے۔ وہ چاہ کر بھی غصے میں کسی کو مخاطب نہیں کر پاتی تھی لیکن بس خود سے ہی ایک ناامید سی تھی وہ۔

وہ جوں ہی گھر کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی تو اس کی ماں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما تھا۔ وہ اپنی فائل ایک جانب پھینکنے والے انداز میں رکھتی تھک ہار کر ایک بوسیدہ سے صوفے سے پشت ٹکائے آنکھیں موند گئی۔ اس کی ماں نے روٹیاں بیلے تفکر سے اس کی جانب دیکھا اور سرعت سے روٹی توے پہ لگاتے ٹھنڈے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا تھا۔

"جزا یہ لے میری بچی پانی پی۔ کیا بنا نوکری کا۔"

اس کی ماں نے قریب ہی جگہ سنبھالتے محبت سے استفسار کیا تو وہ ناامیدی سے سر جھٹک گئی۔

کچھ نہیں امی کیا بننا ہے وہی ہوا ہے جس کی امید تھی۔ روز ایک نئی امید کے " تحت صبح صبح نوکری کی تلاش میں نکلتی ہوں لیکن بری طرح منہ کی کھاتی "ہوں۔ ناجانے اللہ پاک نے ہمیں ہی کیوں ان آزمائشوں کیلئے چنا ہے۔

وہ شکست زدہ لہجے میں گویا ہوئی اور گلاس ساتھ رکھی میز پہ رکھا تھا۔ نادیا بیگم نے شکایتی انداز میں اس کی جانب دیکھا جسے وہ بار بار سمجھا چکی تھی کہ ایسی باتیں مت کیا کریں لیکن ہر بار وہ ایسی باتیں کرتے ان کے ساتھ ساتھ اس پاک ذات کو بھی ناراض کرتی تھی۔

کتنی غلط بات کی ہے جزا تو نے میں پہلے ہی یہ بات تجھے باور کرا چکی ہوں کہ " اس ذات سے ناامیدی بالکل بھی اختیار نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ ایک نئی امید لگانی چاہیے کبھی نہ کبھی وہ ذات ہم پہ بھی نظر کرم کرے گی اور ویسے بھی ایک محنت کش انسان کی محنت کبھی بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ وہ جو بھی اس دنیا میں کرتا ہے اس کا صلہ بھی اسے ہی ملتا ہے۔ اور ویسے بھی رہی آزمائشوں کی بات تو آزمائشیں

بھی انہی پہ آتی ہیں جہنمی وہ ذات اپنا خاص سمجھتی ہے جو اس لائق ہوتا ہے کہ "صبر تحمل سے اسے برداشت کر سکے۔"

انہوں نے ہمیشہ کی طرح معمول والی بات اس کے گوش گزار تے اس کے بال سنوارے تھے جو گیلے ہونے کی بدولت اس نے جوڑے سے کھول دیے تھے اور بال کھلتے ہی وہ اس کی کمر سے بھی نیچے تک جھول رہے تھے۔ جزا نے آرزوگی سے ان کی جانب دیکھا۔ اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ نادیہ بیگم کا دل تڑپا تھا۔ وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی لیکن انکا اور اپنا پیٹ پالنے کی خاطر لوگوں کی نظروں سے بچتے کچھ کمانے کی تگ و دو میں تھی۔

رہنے دیں امی آپ روز مجھے یہی بات کہتی ہیں میں سنتی بھی ہوں مجھے اس ذات " سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے نا ہی میں اس لائق ہوں کہ میں اس سے ضدیں لڑاؤ لیکن میں تھک گئی ہوں کیا فائدہ اتنی تعلیم حاصل کرنے کا جب ایک اچھی پوسٹ پہ نوکری ہی نال مل سکے۔ جو اعلیٰ اعلیٰ پائے کے افسر ہوتے ہیں وہ رشوت کے بل

بوتے پہ فیل بھی ہو تو ناجانے کون کون کی بلندیوں کو چھو جاتے ہیں اور ایک ہم جیسے غریب جسے کوئی پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتا کیا ہمارا اس ظالم دنیا میں کوئی وجود "نہیں ہے۔"

وہ آنکھوں میں نمی لیے بولی تو نادیہ بیگم نے بے ساختہ اسے سینے سے لگاتے پچکارا۔ وہ آج ضبط کھوتے ہچکیوں سے رودی تھی۔ تھا۔

بس میرا بچہ نارومت سب ٹھیک ہو جائے گا "انشاء اللہ۔ بس میری بات ہمیشہ یاد رکھنا حالات چاہے جیسے بھی ہو بس کمزور نہیں پڑتا ہر قسم کے حالات کا ڈٹ کر "مقابلہ کرنا ہے۔"

انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"چلو اب بتاؤ کیا بنا لوکری کا۔ آج تو ایک سکول میں تمہارا انٹرویو تھا نہ۔"

انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں استفسار کیا اور سامنے بنے کھلے چھوٹے سے کچن کی سمت چل دی تاکہ کھانا گرم کر سکیں۔

جی بس وہ جن سے ملاقات تھی وہ تو ملے ہی نہیں انہوں نے تمام لڑکیاں "جنہیں انٹرویو کیلئے بلایا گیا تھا واپس بھیج دیا کہ کل آنا۔ جیسے رکشوں وغیرہ میں دھکے کھانے کیلئے پیسے ہمیں یہ لوگ فراہم کرتے ہیں۔"

وہ سر جھٹکتے ناگواری سے بولی اور ساتھ ہی اپنے گھنے لمبے بالوں کو جوڑے میں قید کیا تھا۔ نادیا بیگم نے پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"اللہ بہتر فرمائے گا خیر تم چلو اٹھو کھانا کھالو۔ ہاتھ منہ دھو آؤ۔"

نادیا بیگم نے اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو وہ اپنی فائل اور چادر لیے اثبات میں سر ہلاتے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ وہ بھی اس کے جاتے ہی روٹیوں کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ نم چہرے سمیت جوں ہی باہر نکلی نادیدہ بیگم زمین پہ چٹائی بچھائے اسی کی محو انتظار تھی۔ کھانا انہوں نے اس کے آنے سے قبل ہی رکھ لیا تھا۔ اسے ان کی فکر دیکھتے بے ساختہ ان پہ پیار آیا تھا یہ مائیں بھی کس قدر پیاری ہوتی ہیں نا۔ اپنا دکھ درد سب بھلا دیں گی لیکن اپنے بچوں کو ایک اعلیٰ انسان بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ ماؤں کا دل کیوں نہیں اپنی اولاد سے تنگ کرتا وہ یہ صرف سوچ ہی سکی۔ سچ کہتے ہیں ماں کا نعم و بدل چاہ کر بھی نہیں مل سکتا۔

اس نے بیٹھتے ساتھ ہی بے ساختہ ان کا گال چومنا تھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے کھانا شروع کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

ابھی انہیں کھانا شروع کیے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ دھڑا دھڑا دروازہ بجنے کی آواز پہ وہ گھبرا کر کھانے سے ہاتھ روک گئی۔ پریشان تو وہ بھی اچھا خاصہ ہو گئی تھی۔

"یا خدایا یہ پاگلوں کی طرح دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے۔"

انہوں نے غصے سے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ گھٹنوں پہ دباؤ ڈالتے اٹھ کر دروازہ کھولتی جزا نے انہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کی سمت بڑھ گئی لیکن دروازہ کھلتے ہی جو چہرہ اسے دکھائی دیا اس نے بے ساختہ چپٹ اس کے کان پہ لگائی تھی۔

یہ کیا تھا اقرا تم جانتی ہو کہ امی کی طبیعت وہ ذرا ذرا سی بات پہ گھبرا جاتی ہیں " "ہزار بار سمجھایا ہے خیال کیا کرو ذرا۔

جزا نے بقاعدہ ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ کچھ نجل سی ہو گئی۔ معاً کچھ یاد آنے پہ اس کے چہرے پہ چمک میں اضافہ ہوا تھا۔

ارے ہاں فضول میں ہی نہیں آئی میں ایک بہت ہی خوشی کی بات ہے وہ " "بتانی تھی تبھی دوڑی دوڑی آئی۔

وہ پھولے سانس سمیت نادیہ بیگم کے گلے میں باہیں ڈالے بولی تو جزا نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تھا جو اب اسی کی پلیٹ میں سے کھا رہی تھی وہ اسے دیکھتے تاسف میں سر ہلاتے ناچاہتے ہوئے بھی مدھم سا ہنس دی تھی۔

"اب بول بھی چلو یا ٹھوسٹی ہی رہو گی۔"

اس نے پہلے ہاتھ ہی اسے لتاڑا تو وہ نجل سی ہو گئی معاً وہ پلیٹ زمین پہ رکھتے خود ہی اس کی سمت متوجہ ہوئی۔

ہاں سنو تم نے مجھے کہا تھا نہ کہ میرے سکول میں کوئی ویکسینی ہوئی تو تمہیں "لازمی بتاؤ۔ آج کل چل رہی ہے وہ ہمیں ٹو کلاس کے بچوں کیلئے ایک ٹیچر کی ضرورت ہے۔ تم اپلائی کر کے دیکھ لو تمہارا بھی کام بن جائے گا اور ہمیں بھی "استانی مل جائے گی۔"

اس نے تمام تفصیلات اس کے گوش گزار دی اور سوالیہ نگاہوں سے جزا کی جانب دیکھا جو نادیہ بیگم کی جانب دیکھ رہی تھی۔

لیکن اقرا میری پڑھائی کہاں جائے گی مجھے تھا کہ کسی اچھے ادارے میں جاب " لگتی تاکہ کچھ ہاتھ بھی آتا جہاں تم پڑھا رہی ہو وہاں تو سو سو ہی وہ ہاتھوں میں "تمہاتے ہیں گھر کا خرچہ پانی چلنا مشکل ہو جائے گا۔

اس نے پریشانی کے عالم میں اسے سمجھایا جواباً اس نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔

اور تمہیں ایسا لگتا ہے کہ ہم جیسے غریب طبقے والوں کو کوئی اچھے سکول میں " نوکری دے گا۔ بہن دیکھو پہلے بھی میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ زیادہ پڑھ لکھنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے یہاں ہمیں کچھ نہیں ملے گا اس کے صلے میں۔ اب دیکھو کہاں ہے تمہارے پاس نوکری نا اچھا گھر ہے۔ مختصر یہی کہ ہم غریبوں کو پوچھنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ میں تو تمہارا بھلا ہی چاہ رہی ہوں اگر چاہتی ہو کہ نوکری مل جائے کچھ نہ آنے سے کچھ آنا ہی بہتر ہے فلحال جیسی تھکی تھکی زندگی "گزر رہی ہے اس میں۔

وہ کندھے اچکاتے اسے بتاتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تو جزا نے بے چینی سے اس کی جانب دیکھا کہ تو وہ ٹھیک رہی تھی کسی اچھی نوکری کی تلاش میں بھی کس قدر دھکے کھائے تھے اس نے۔

"ہاں میں چلوگی تمہارے ساتھ تم بالکل ٹھیک کہ رہی ہو۔"

وہ بمشکل آنسو پیتے ہوئے بولی تو اقرا نے تشکر بھرا سانس خارج کیا تھا کہ وہ مانی تو۔

چلو ٹھیک ہے پھر کل تیار رہنا سکول کے ٹائم پہ ہی چلیں گے۔ ہاں شروع"

میں کم ہونگے پیسے لیکن آگے تمہاری بہترین کارکردگی کو دیکھتے وہ اس چیز میں بھی اضافہ کر دیں گے۔

اس کے تسلی آمیز لہجے پہ وہ بھی کچھ ہلکی پھلکی ہوئی تھی تبھی مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ ان دونوں سے ملتے گھر کی جانب چل دی۔ اس کے جاتے ہی بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے نادیہ بیگم نے اپنا رخ اس کی

سمت کیا تھا جو کسی نادیدہ نقطے پہ نظریں جمائے سوچوں کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی۔

"جزا بچے یہ فیصلہ کسی دباؤ میں آکر تو نہیں لیا نا۔"

نادیہ بیگم نے سنجیدہ آواز پہ وہ چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئی جن کی طبیعت انہی پریشانیوں کی بدولت دن بدن گرتی چلی جا رہی تھی لیکن کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا۔ وہ اپنی جان سے بڑھ کر ان کیلئے کر رہی تھی لیکن تھی تو وہ بھی لڑکی ذات نا۔ ان کی زندگی کا پہلی ہی ایسا چلا تھا کہ وہ ایسے حالات دیکھنے پہ مجبور ہوئے تھے۔

نہیں امی۔ بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"

ویسے ایک بات کا اندازہ مجھے نخوبی ہو چکا ہے امی کہ ہم غریبوں کا کوئی ولی وارث نہیں ہوتا۔ وہ اس دنیا میں صدا کے تنہا ہوتے ہیں۔ اس ظالم دنیا میں جس کی جیب تنگ ہے نا سمجھو اس کی عزت نفس ہی نہیں ہے جیسے ہماری۔ لیکن آپ

پریشان مت ہو آپ کی بیٹی بہت مضبوط ہے۔ ہمت نہیں ٹوٹنے دے گی کبھی بھی "نہ آپ کی اور ہی اپنی۔"

وہ مضبوط اور پر عزم انداز میں بولتے برتن اٹھاتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تاکہ کل سکول جانے کیلئے تیاری کر سکے۔ اسے امید تو تھی کہ اس سکول میں تو وہ لگ ہی جائے گی تبھی کچھ کچھ پرسکون تھی۔ نادیہ بیگم نے خالی خالی نگاہوں سے اسے نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا تھا۔

اگلے دن دوپہر ایک بجے کی فلائٹ سے ہی وہ تینوں اور ساتھ ان کے گروپ کے دو تین مزید ساتھی اور تھے جو ان سے نیچے کے رینک پہ تھے۔ جہاز نے جیسے ہی لاہور کی سرزمین پہ لینڈ کیا تھا میجر عشب نے ان سب سے ایک عہد لیا تھا جو وہ مرتے دم تک اپنی سماعتوں میں رکھنا چاہتے تھے۔

چاہے کچھ بھی ہو جائے ہمیں اس مشن کو کامیاب کرتے ہی واپس لوٹنا" ہے۔ اگر اس دوران ہم میں سے کسی کو بھی شہادت نصیب ہوتی ہے تو یہ ہم "سب کیلئے ہی بہت فخر کی بات ہوگی۔ آڑیو ریڈی میجر دین کیپٹن حسن۔

اس وقت وہ ان دونوں کا لیڈر تھا تبھی ان دونوں سے کڑک لہجے میں استسفار کر رہا تھا۔ اس نے مضبوط لہجے میں بولتے ان سب سے تصدیق چاہی تھی۔ ان سب نے اس کے انداز میں پر عزم انداز میں اسے سلیوٹ پیش کیا تھا۔

چاہے ہمیں اپنے ملک کی حفاظت کیلئے اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو ہم "اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ان سب نے بیک آواز میں کہا تو میجر عشب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا تھا اور پھر وہ سب اسی کی تلقید میں اس گھر کی جانب چل دیے جس کا انتظام جنرل عاکف نے اپنی ریسورسز کے ذریعے ان کے پہنچنے کے قبل ہی کرادیا تھا۔

یہ چھ مرلے کا نہایت ہی خوبصورت گھر تھا۔ اوپن کچن گھر کی خوبصورتی کو مزید نکھار رہا تھا۔ حسن نے کچن دیکھتے ساتھ ہی ناک منہ چڑھائی تھی۔ وہ دونوں اس کے تاثرات دیکھتے مسکراہٹ دبا گئے تھے کیونکہ وہ دونوں ہی آشنا تھے کہ اس کے دماغ میں آخر چل کیا رہا ہے۔

"یہاں بیٹھیں آپ دونوں۔"

اس نے صوفے پہ بیٹھتے ان دونوں کو بھی بیٹھنے کی تاکید کی۔

اب میں آپ دونوں کو کچھ اہم باتیں اور اصول سمجھاؤں گا امید ہے آپ لوگ " اس دوران اپنی تمام حسیں بیدار رکھیں گے۔ آپ کے کان آپ کی آنکھیں ہمہ وقت کھلی رہنی چاہیے پہلی بات اور دوسری بات آپ کی ذرا سی بھی کوتاہی ہمارے مشن میں خرابی کا سبب بن سکتی ہے جو میں ایز آلیڈ کسی صورت بھی برداشت "نہیں کروں گا۔"

اس نے سختی سے تاکید کی تو وہ دونوں تمام مسخرہ پن چھوڑتے سنجیدہ ہوئے تھے اور اس کی باتوں کو اپنے ذہن میں فٹ کر رہے تھے۔

تیسری بات اس مشن سے پہلے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ہمیں دشمن تک "پہنچنے کیلئے اس کی کمزوری کی بابت جاننا ضروری ہے اگر اس کی کمزوری ہمارے ہاتھ میں ہوگی تو سمجھیں جیت بھی ہمارا مقدر ٹھہرے گی۔"

اس نے پر عزم انداز میں بولتے اپنی ہتھیلی ان کی جانب پھیلائی تھی جواب میں انہوں نے بھی بھرپور انداز میں اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے اپنی مضبوطی کا یقین دلایا تھا۔

دین دس میٹنگ از اوور ناؤ آپ لوگ اب اپنے اپنے کام پہ توجہ دے سکتے "ہیں۔ یو بو تمھ مے گو ناؤ۔"

اس کے سنجیدگی سے کہنے پہ وہ حسن وہاں سے اٹھتے لگے ہی لمحے غائب ہوا تھا۔

"حسن بیٹا چائے پلیز"

دین کی آواز پہ کمرے میں جاتا جاتا حسن ٹھٹھکا تھا معاً وہ ایک قرآلود نگاہ ان سب پہ ڈالتے کچن کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ دونوں ایک بار پھر کیس کو ڈسکس کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

"اپنی بیویاں لائیں خدا را مجھ معصوم پہ یہ ظلم ڈھانا بند کریں۔"

وہ چائے کے کپ ٹیبل پہ رکھتے مصنوعی منہ بناتے ہوئے گویا ہوا تو عشب نے تو سرعت سے خشمگین نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا جبکہ دین کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا اس کی بات پہ۔

میرے خیال میں ہم جس کام کیلئے آئے ہیں وہ کر لیں تو بہتر ہے۔ خیال کریں"

"اس معاملے میں کوئی مذاق نہیں چلے گا۔"

دین تند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے بولا تو حسن اس کے خطرناک تیور دیکھتے سٹیٹا گیا جبکہ اب کی بار عشب نے سنجیدگی سے دین کی جانب دیکھا تھا جو اب اپنی ہی بے ساختہ حرکت پہ خاموشی سے سر جھکا گیا تھا۔ ان دونوں نے بھی بات کو مزید طوالت بخشنے سے بہتر خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا۔

جنرل عاکف نے خاص طور پہ ان تینوں کے سپرد یہ مشن کیا تھا کیونکہ وہ عشب کی کارکردگی سے بخوبی واقف تھے کہ بڑے بڑے دہشت گرد بھی اس کے آگے ٹھہر نہیں پائے تھے۔ وہ پر یقین تھے کہ عشب کی لیڈنگ میں وہ سب اس مشن میں بھی کامیاب ہی لوٹیں گے۔ جو کچھ بھی یہاں ڈسکس ہوتا تھا وہ ان تینوں کی سوا کسی چوتھے کو اس بابت علم نہیں تھا۔ جنرل عاکف کی ریسورسز کے مطابق لاہور شہر میں ایک گروہ تیزی سے یہاں کے سکول یونی اور ہسپتالوں تک میں خفیہ طور پہ غلط کام سرانجام دے رہا تھا۔ مسلسل رپورٹ درج ہونے کے باوجود بھی پولیس اہلکار کچھ بھی کرنے میں کارآمد ثابت نہیں ہو رہے تھے۔ اس گروہ کے آدمی تیزی

سے جگہ جگہ پھیل رہے تھے جو شہر میں پھیلتے جرائم کو ہوا دے رہا تھا۔ ان گروہ کے لوگوں نے خاص طور ان خصوصی جگہات کے عملے کو اپنے ساتھ ملایا ہوتا تھا تاکہ کام کرنے میں مزید آسانی ہو۔ سکولوں سے بچوں کو غائب کرانا تاکہ ان سے نازیبا حرکات کروائی جاسکے لڑکے لڑکیوں کا فرق تک بھلایا جاچکا تھا۔ یونیورسٹیوں میں ڈرگ سپلائی کرتے لڑکیوں کی گمشدگی یہ سب کالے دھندے اس ملک میں پولیس کی موجودگی میں ہو رہے تھے لیکن وہ سب کچھ بھی کرنے سے قاصر تھے۔ کئی بچوں کی اغوا کی رپورٹ وہ لوگ دیکھ چکے تھے اور اس ملک کے نظام پہ افسوس کیے بنا نہ رہ سکے انہیں یہ بھی علم ہوا تھا کہ پولیس کی وردی میں ملبوس حفاظت کرنے والے لوگ بھی اس کام میں ملوث ہیں۔ اب ان سب کو جلد از جلد اس مشن پہ عمل درآمد شروع کرنا تھا۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ۔"

وہ جو یونی جانے کیلئے قدم باہر کی جانب بڑھا رہی تھی اپنے عقب سے آنے والی کرخت آواز پہ اس کے بڑھتے قدم بے ساختہ تھمے تھے۔ وہ پیچھے مڑ کر دیکھنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن ان کی روز روز کے یوں جان بوجھ کر مخاطب کرنے والی حرکت سے وہ عاجز آچکی تھی اور آج اسے ایسا محسوس ہوا تھا کہ جواب دینا لازم ہے۔

آپ کو میرے سے پنگا لینے کا کونسا شوق ہے صفورہ بیگم۔ پنگے باز آپ مجھے کہتی ہیں اور حرکتیں آپ کی مشکوک ہے۔

وہ تنک کر بولی تو انہوں نے کٹیلی نگاہوں سے سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا جو گرے کلر کی ٹی شرٹ ساتھ سیاہ رنگ کی جینز پہنے ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے مختلف برینڈز کے بینڈز پہنے وہ انہیں کوفت میں مبتلا کر گئی۔

"یہ آپ کس لہجے میں مخاطب ہیں مجھ سے۔"

انہوں نے آنکھیں ترچھی کیے سرد لہجے میں استفسار کیا تو علیہ نے باقاعدہ اپنے سر کے بال مٹھی میں بھینچے تھے۔

"بات آپ نے شروع کی تھی میں نے نہیں از ڈیٹ کلئیر۔"

وہ سختی سے ٹوکتی اس سے پہلے کہ وہاں سے نکلتی ایک بار پھر ان کے نشتر زدہ لہجے پہ وہ لہو لہان ہوئی تھی۔

ہماری گاڑی لے کر جائیں آپ۔ حلیہ آپ کا مشنڈیوں والا ہے میں نہیں چاہتی کہ آپ کی بدولت کوئی ہماری ذات پہ کیچڑ اچھالیں۔ آپ کو تو اپنی عزت کی پرواہ نہیں ہے لیکن ہمیں اپنی عزت کی پرواہ بہت ہے۔ بس گز بھر لمبی زبان ملی ہے آپکو جو آپ چلانا بخوبی جانتی ہیں۔

وہ رعونت زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔ ان کی بات پہ علاوہ نے ایک لمحہ تو خاموش نگاہوں سے ان کی سمت دیکھا آیا کہ وہ اس قدر ذہر خود میں لاتی کہاں سے ہیں۔

پہلی بات کہ میں اپنی سکوٹی پہ ہی جاؤں گی میں کسی کا بھی احسان لینا پسند"

نہیں کرتی اور دوسری بات میں مشنڈی ہوں یا گنڈی اُس ناٹ پور کنسرن

لیڈی۔ ناجانے لوگ خود ہی کسی کی زبان اپنی حرکتوں کی بدولت گز بھر لمبی کرتے یہ

کیسے کہہ لیتے ہیں کہ یہ تو بہت زبان چلاتی ہے حالانکہ اس چیز کے ذمہ دار بھی "سراسر وہی ہوتے ہیں۔"

اس نے گہرا طنز ان کی ذات پہ چلایا تو وہ دانت کچکچاتے ہوئے بلبلا اٹھی۔
"اے لڑکی۔"

وہ اشتعال کے عالم میں چلائی تھی علایہ نے ٹھٹھک کر ان کی سمت دیکھا۔
"اونہو لڑکی نہیں علایہ ملک نام ہے میرا۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے سکون سے بولی۔ صفورہ بیگم اس کے انداز پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"بہت غرور ہے نا اپنے نام پہ۔"

وہ سمجھنے والے انداز میں بولی ان کی بات پہ علایہ نے کندھے جھٹکتے پینٹ کی جیب سے بیل نکالتے خالص گنڈوں والے انداز میں اپنے منہ میں ڈالی تھی۔ اس کا ایک ایک انداز صفورہ بیگم کو طیش دلانے کیلئے کافی تھا۔

- خیر پنگا تب لیا کریں غرور نہیں ہے ایک عجیب سی محبت ہے اپنے نام سے " جب برداشت کرنے کی سکت ہو ورنہ ہر بار ہی آپ اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں گی۔

وہ مصنوعی ہمدردی سے گویا ہوئی اور ضبط کے باوجود اپنا قہقہہ ضبط نہ کر سکی معاً اس کا بلند بانگ قہقہہ گھر کے کشادہ لاؤنج میں گونجا تھا وہ بائیں آنکھ دباتی پورچ کی جانب چل دی۔ ایک کک سے ہی اس کی سکوٹی ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی اور اس کے عقب میں کھڑی صفورہ بیگم بے بسی سے اپنے منہ پہ طمانچہ پرتا دیکھ رہی تھی۔

اس کی سکوٹی جوں ہی تیز رفتاری سے اڑتی یونیورسٹی کی حدود میں داخل ہوئی ایک عجیب سے ہنگامے نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ سکوٹی سٹینڈ پہ لگاتی اس کی چابی بیگ میں اڑستی اندر کی جانب بڑھ گئی اندر کی صورتحال دیکھتے اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کی کلاس کی تمام لڑکیاں کوریڈور میں کھڑی آپس میں چہ لگوئیوں میں مصروف تھی معاً وہ کچھ سوچتے مضبوط قدم اٹھاتے ایک جانب کھڑی انوشے کی جانب چل دی جو فالوقت اکیلی کھڑی کسی سے باتوں میں محو تھی۔

"ہائے کیسی ہو علاوہ۔"

اسے اپنے قریب آتا دیکھ اس نے خود ہی خوشدلی سے استفسار کیا جواباً اس نے فقط اثبات میں سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

یہ یہاں آج لڑکیاں مکھیوں کی طرح کیوں بھنبھناری ہیں کونسا شہد ہاتھ لگ گیا"

"ہے۔"

وہ اپنے مطلب کی بات پہ آتے اچھنبے سے گویا ہوئی تو انوشے نے بھی گہرا سانس فضا کے سپرد کرتے ایک طائرانہ نگاہ پورے کوریڈور میں ڈالی تھی۔

لکھیاں ہمیشہ شہد کے پاس اور ان جیسی لڑکیاں ہمیشہ لڑکوں کے اردگرد کی "منڈلاتی ہیں۔ بس ایسا ہی کچھ سمجھ لو۔

اس نے بے نیازی سے بولتے بہت ہی گہری بات کی تھی۔ علایہ نے اس کی بات پہ پرسوج نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا معاً سب کچھ سمجھ آنے پہ وہ ناک پہ انگلی پھیرتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئی تھی۔

"ایسی بھی کونسی بیوٹی آگئی ہے یہاں جو یہ مری جارہی ہیں۔"

وہ تنفر سے سر جھٹکتے ہوئے گویا ہوئی تو انوشے نے بھی تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا جیسے اس کی بے خبری کا مذاق بنارہی ہو۔

جس سے تم کل اچھا خاصہ پنگالے چکی ہو۔

وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔ وہ دونوں باتیں کرتے گراؤنڈ کی جانب آگئی تھیں اور اب وہ دونوں ٹہلتے ساتھ باتوں میں بھی محو تھیں۔ انوشے کی بات پہ علایہ کا منہ صدمے کے مارے کھلا تھا۔

ڈونٹ ٹیل می کہ وہ ہماری کلاس میں آچکا ہے وہ تو جماعت کا بندہ نہیں تھا۔ وہ "\$ کل مجھے معیز۔

اس کی حیرت کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی معاً وہ کچھ کہتے کہتے رکی۔ انوشے نے ذرا سی پلکوں کی جھالراٹھاتے اس کی سمت دیکھا اور پھیر لی۔ ہاں ہے تو لیکن ابھی نیو ہے نا تو ہمیں علم نہیں تھا کہ ہمارے سمسٹر کا " ہے۔ تم بس احتیاط برتنا ان لوگوں سے۔ یہ لوگ کسی کی جان لینے سے بھی دریغ " نہیں کرتے۔

اس نے علایہ کو اپنے طور پہ سمجھانا ضروری سمجھا لیکن وہ علایہ ہی کیا جو ایسوں کو ہنگے نہ لے ایسے ہی تو صفورہ بیگم اسے ہنگے باز نہیں کہتی تھی۔

خیر اب میں کسی سے ڈرتی بھی نہیں ہوں۔ جماعت کا بندہ ہے تو اپنی حد میں " رہیں اگر کبھی بھی اس نے حد توڑنے کی کوشش کی تو میں اسے اپنی ہی جماعت سے آؤٹ کروادوں گی اتنی اپروچیز میری بھی ہیں پھر۔

وہ تنفر بھرے لہجے میں فخریہ انداز اپناتے گویا ہوئی تو انوشے نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا جو ابھی کیسے معصوموں کی طرح سوال کر رہی تھی اور اب جوں ہی اپنا مطلب نکلا تو وہ سانپ کی طرح ڈسنے کیلئے تیار بیٹھی تھی۔

"مطلبی انسان۔"

وہ دل ہی دل میں کرہ کرہ گئی۔ علایہ ایک غلط نگاہ بھی اس پہ ڈالے بغیر اپنے ہی دھیان میں پینٹ کی پوکٹ میں ہاتھ گھساتے آگے کی جانب بڑھ گئی۔ ابھی اسے اپنی کلاس میں بیٹھے پانچ منٹ ہی گزرے تھے۔

"ہیلو علایہ جی۔"

معاً اپنے عقب سے آنے والی مردانہ آواز پہ وہ جی بھر کر کوفت کا شکار ہوئی تھی۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھیختے دانت کچکپائے تھے۔

ابھی اور اسی وقت اپنی شکل گم کر لو یہاں سے ورنہ بہت براپٹو گے آج۔ میرا موڈ" انتہائی سخت خراب ہے آج۔

وہ تنک کر اپنی سرخ انگارہ نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھتی پرتپش لہجے میں گویا ہوئی تو معیز نے اس کی بات پہ دانت نکوسے تھے۔ وہ کلاس میں آیا ہی اس لیے تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کلاس میں وہ چاہ کر بھی اسے کچھ نہیں کہہ سکے گی۔

علا یہ جی میں آپ کا موڈ ہی درست کرنے آیا ہوں۔"

وہ آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے معصومیت بھرے لہجے میں معنی خیزی سے گویا ہوا۔ اس کے لہجے پہ وہ ایک لمحے کیلئے ٹھٹھکی تھی معاً کچھ سوچتے اس کی آنکھیں پراسرار انداز میں چمک اٹھی۔

"میرا موڈ درست کرنا ہے نا۔"

وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اپنے ہاتھ ملتی سوالیہ انداز میں بولی تو اس نے بھی جواباً بنا کسی تردد کے خوشامدانہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔"

وہ اسے اپنی شرٹ فولڈ کرتا دیکھ اچھنبے سے بولا تو معین نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تھا جیسے اس کی بات سمجھنے کی تگ و دو میں ہو۔

"تمہیں مار کر اپنا موڈ درست۔"

یہ کہتے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار قسم کا پیچ اس کے منہ پہ جڑا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ کلاس کے بچے اس اچانک ہوئے ہنگامے میں ہولق زدہ ہوتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اب دلچسپی سے اس سارے منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

وہ بوکھلا کر اپنے ہاتھ چہرے کے آگے کرتے اپنے دفاع کی خاطر بولا۔

یہی تو ٹھیک ہے شکریہ بہت بہت تم نے ایک دوست ہونے کا حق بہت "
اچھے سے نبھایا ہے۔ صبح سے کھجلی ہو رہی تھی ہاتھوں میں۔ چلو میرا موڈ ٹھیک کرو
"ڈیم اٹ۔"

وہ پھولے تنفس سمیت بڑبڑائی تھی۔ یہ کہتے ساتھ ہی اس نے ایک اور مکہ اس
کے منہ پہ جڑا تھا وہ لڑکھڑاتے کرسیوں پہ سے ہوتے بری طرح زمین بوس ہوا تھا۔
ایک ہی بات بار بار دہرانے کے باوجود بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ میرے ارد گرد "
مت منڈلایا کرو لیکن نہیں لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے تمہارے بابت
"یہ بات تو میں اچھے سے سمجھ چکی ہوں۔"

وہ زمین پہ گرے معیز کے سینے پہ شوز رکھتی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو معیز اس کی حرکت پہ اچھا خاصہ گرٹ بڑا گیا۔ اس نے جوں ہی ارد گرد نگاہ دوڑائی سب دلچسپ نگاہوں سے انہی کی جانب متوجہ تھے۔ وہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوتا چہرہ جھکا گیا۔ آج تک اس نے لڑکیوں کو جوتوں کی نوک پہ رکھا تھا اور آج وہ خود ہی کسی لڑکی کے جوتے کی نوک پہ تھا یہ سوچ ذہن میں اجاگر ہوتے ہی اس کے وجود میں غصے کا شدید ابال اٹھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک ہی جست میں اٹھتا وہ اپنے پیر کا دباؤ اس کے سینے پہ بڑھا گئی تھی۔

"علا یہ سٹاپ اٹ پروفیسر آگئے ہیں کلاس میں۔"

اس کے کلاس فیلو نے اس کے قریب جاتے دھیمی سی سرگوشی کی تھی لیکن وہ فلحال کسی کو سن کہاں رہی تھی۔ تمام لڑکیاں پروفیسر کے ساتھ موجود انسان کی شخصیت سے بھی اچھا خاصہ مرغوب دکھائی دے رہی تھی تبھی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی کہ وہ باز آجائے۔

"مس علایہ لیو ہم۔"

پروفیسر کے کرخت لہجے پہ اس کے ہاتھ وہی تھمے تھے اس نے ذرا سی لامبی پلکوں کی جھالراٹھاتے ان کی سمت دیکھا تو وہ غصیلی نگاہوں سے اسے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ اس نے سر جھٹکتے ایک جھٹکے سے اسے آذاذ کیا تھا اس کے آذاذ کرتے ہی وہ دھڑام سے زمین بوس ہوا تھا معاً اس کی آہ کلاس روم کی فضا میں گونجی تھی۔ علایہ نے رعونت سے اس کی جانب دیکھا۔ جبکہ پروفیسر کے ساتھ موجود شخص کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

ابھی اور اس وقت یہاں سے نکلو ورنہ اگلی بار پروفیسر کا بھی لحاظ نہیں کروں"

"اگی۔"

وہ انگلی اٹھاتے اسے وارن کرنے والے انداز میں بولی تو وہ ایک قہر برساتی نگاہ اس پہ ڈالتے اپنے اتر حلیے سمیت وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"مس علایہ یہ حرکتیں آپ کو زیب دیتی ہیں کیا۔"

پروفیسر نے اپنا لہجہ نرم بناتے استسفار کیا تو وہ خاموشی سے جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"لیکن سر اس کی حرکتیں آپ کے علم میں نہیں ہے ابھی۔"

اس کا غصہ کسی طور پہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا تبھی دانت پہ دانت
جماتے سختی سے گویا ہوئی۔

"مس علایہ کین یو پلیز سٹاپ دس نوں سینس ان دی کلاس روم۔"

اب کے اس شخص نے براہ راست اسے مخاطب کرتے اس کے مسلسل چیونگم
چبانے پہ چوٹ کی تھی جواباً اس کے منہ کی حرکت تھمی معاً اس نے خشمگین
نگاہوں سے سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا۔

"آپ کا تعارف مسٹر۔"

اگلے ہی لمحے وہ شانِ بے نیازی سے گویا ہوئی تو پروفیسر نے اس کے انداز میں لا حولہ پڑھتے دل ہی دل میں علایہ کو ملامت کی تھی اور کھسیاتے ہوئے سر کاظم کی جانب دیکھا جنہوں نے ابھی ہی جوائن کیا تھا۔

"آئی ایم یور نیو انگلش ٹیچر۔"

انہوں نے مشکل اپنا اشتعال دباتے سنجیدگی سے جواب دیا اور روسٹروم پہ جاتے رجسٹر رکھا تھا۔

اچھا انگلش ٹیچر ہیں تو کیا سر پہ چڑھ کر ناچے گے کیا اور براہ کرم اردو کا بھی "استعمال کریں۔ وہ کیا ہے نا اردو ہماری قومی زبان ہے۔"

وہ آنکھیں پٹیٹاتی مصنوعی بھولپن سے بولی تو سر کاظم نے خون آشام نگاہوں سے اس لڑکی کی جانب دیکھا جو پہلے ہی دن ان کا خون چوسنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کی بات پہ سب کی ہنسی پوری کلاس میں گونجی تھی۔

"علائیہ شٹ اپ ناؤ۔ سٹ ڈاؤن۔"

پروفیسر کی آواز پہ وہ کندھے اچکاتی انہیں دیکھتے بائیں آنکھ دباتی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔ سر کاظم نے نگاہوں کا زاویہ سرعت سے بدلا تھا۔

اوکے سٹوڈنٹس یہ آپ کے انگلش کے نیو ٹیچر ہیں ایکچولی سر جہانگیر کو کسی کام کی بدولت بیرونی ملک جانا پڑا ہے تو اب سے آپ سب کو انہی کے ساتھ کوپریٹ کرنا ہوگا۔

وہ متانت سے بولتے ایک مشکوک نگاہ علائیہ پہ ڈالتے کلاس سے باہر نکل گئے جبکہ سر کاظم نے ایک بار پھر روسٹروم پہ جاتے رجسٹر کھولا تھا

"ان کے ساتھ تو ہم خوشی خوشی کوپریٹ کریں گے۔"

عفیفہ کی شوخ آواز پہ جہاں انہوں نے ایک سنجیدہ نگاہ اس پہ ڈالی وہی علائیہ نے بھی اچک کر اس کی جانب دیکھا تھا جو ایسی ہی بے باک اور لڑکوں میں گھسنے والی

لڑکی تھی تبھی اسے انتہا کی ذہر لگتی تھی اسے دیکھتے اس نے ایسے منہ پھیرا جیسے
کڑوا بادام منہ میں چبا لیا ہو

"وٹس یور رول نمبر مس۔"

معاً ان کی بھاری گھمبیر آواز پہ پوری کلاس میں سناٹا چھایا تھا۔ عقیفہ بھی ایک ادا
سے کھڑی ہوتے بال جھٹک گئی۔

"رول نمبر فورٹی۔"

اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ سر کاظم ایک اچھٹی نگاہ اس پہ ڈالتے رجسٹر کی
جانب متوجہ ہوئے۔

"سو مس عقیفہ آؤٹ فروم دس کلاس۔"

ان کے بے لچک لہجے پہ اس کے چہرے سے مسکراہٹ فوراً سے پہلے سمٹی
تھی۔ اس نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات لیے ان کی جانب دیکھا۔

"بٹ سر۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی انہوں نے درمیان میں ہی بات اچک لی تھی۔

"آئے سیڈ آوٹ۔"

ان کے سر دلچہ پہ وہ ضبط کے گھونٹ بھرتی ایک جست میں اپنا بیگ اٹھاتی تن فن کرتی باہر نکل گئی۔ علاوہ نے بے ساختہ ستائشی انداز میں تالیاں بجائی تھی اور داد دیتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کی حرکت پہ پوری کلاس گردن موڑے اس کی جانب متوجہ ہوئی لیکن سر کاظم نے اس لڑکی کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا جس نے آتے ساتھ ہی ان کے موڈ کا بیرا غرق کیا تھا۔

"میں آئے کم ان سر۔"

معاً دروازے کی جانب سے آتی مردانہ آواز پہ انہوں نے اس سمت دیکھا اور آنے والے کو اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ وہی لڑکا تھا جس کا کل علیہ سے ٹاکرا ہوا تھا وہ تو اسے دیکھتے ہی ایسے بن گئی جیسے جانتی ہی نا ہو۔

اس نے سنجیگی سے علیہ کے ساتھ والی کرسی پہ ہی جگہ سنبھالی تھی۔ علیہ اسے دیکھتی پیچ و تاب کھاتی رہ گئی جبکہ اس نے ایک مسکراتی نگاہ اس کے سرخ پڑتے چہرے پہ ڈالی تھی۔

"یہ لو چائے اور کچھ دیر آرام کرلو آنکھیں بھی دیکھو کس قدر سرخ ہو رہی ہیں۔"

دین اس کی جانب چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے گویا ہوا۔ وہ تینوں صبح سے در در کی خاک چھانتے پھر رہے تھے لیکن ابھی تک کوئی امید کا سرا ہاتھ نہیں لگا تھا۔ عشب کو تو ہلکا ہلکا بخار بھی محسوس ہو رہا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ شاید اسے یہاں کی آب و ہوا سوٹ نہیں کی تھی تبھی وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔

"کچھ معلوم ہوا۔"

عشب نے اس کے قریب جگہ سنبھالتے ہی سنجیدگی سے استفسار کیا تو اس نے کچھ یاد آنے پہ اچانک اس کی سمت دیکھا۔

میں جہاں اپنا چیک اپ کرانے گیا تھا وہاں سے کچھ اہم معلومات ملی تو ہیں" لیکن وہ فلحال کیلیے ناکافی ہے۔ ہسپتال میں مجھے ایک ایریا بہت ہی سنسان لگا ہے شاید وہاں آنا جانا بہت کم ہے یا منع کیا گیا ہے۔

اس نے پیشانی مسلتے بے چینی سے اسے آگاہ کیا۔

ایک بات تو ہے یہ کام جس کے بھی انڈر ہے وہ بہت ہوشیاری سے ایک ایک پتا پھینک رہا ہے۔ ہمیں بھی پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا تاکہ اسے کان و کان خبر نہ پہنچے۔ کتنوں کو انجام تک پہنچایا ہے اس کا انجام بھی ہمارے ہاتھوں کی لکھا ہے انشاء اللہ۔ ہمیں برائی کے خاتمے کیلیے ہی اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوا تو دین نے پرعزم انداز میں اس کی جانب دیکھتے انشاء اللہ کہا تھا۔

تم پریشان مت ہو کل دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے بس یہ مائیکروفون فٹ کرلو کان " میں تاکہ پل پل کی خبر ملتی رہے۔ یہ ہمارے مشن میں بہت اہم کردار ادا کریں گے۔

وہ سنجیدگی سے بولتے اس کا کندھا تھپتھپاتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ہاں فلحال تم آرام کرو میں اس چپ کی بھی ایک بار نظرثانی کرلوں تاکہ بعد میں "مشکل پیش نا آئے۔

اس کے جاتے ہی دین نے بھی ایک نگاہ عشب کی پشت پہ ڈالتے اپنے قدم کچن کی جانب بڑھائے تھے۔

(مظفر آباد)

وہ سب چہرہ جھکائے سہمے سہمے سے پاشا کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وہ سب پاشا کے سختی سے بلانے پہ اپنے اپنے کام چھوڑتے ایک لمبی مسافت طے کرتے سیدھا اس کے اڈے پہ پہنچے تھے۔

مجھے کچھ دنوں سے تم سب میں سے کسی نے بھی معلومات نہیں پہنچائی کہ "اسلحہ کہاں تک پہنچا ہے۔"

اس نے سنجیدگی سے ان سب کے چہروں کو جانچتے استفسار کیا۔

باس میں نے تو اپنا کام مکمل کر دیا ہے اسلحہ مجھ تک پہنچ گیا تھا میں نے گاڑیوں "کو آگے کی جانب روانہ کر دیا تھا۔"

پولیس کی وردی میں ملبوس شخص نے خوشامدانہ انداز میں جواب دیا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ڈاکٹر کی جانب متوجہ ہوا جو اس کے اچانک اپنی جانب متوجہ ہو جانے پہ گر بڑا گیا تھا۔

دو دنوں میں جیمی یہاں پہنچ رہا ہے تیرا کام ہوا یا نہیں مجھے باڈی پارٹس چاہیے " جس سے میں زیادہ سے زیادہ معاوضہ کما سکوں۔

اس نے سختی سے اسے باور کرایا تو مقابل کے حواس جھنجھٹا اٹھے۔ یہ وہی ایمان فروش لوگ ہیں جو اپنا ایمان بیچ کر غلط کاموں میں ملوث ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اپنے پیشے سے بھی غداری کرنے سے گھبراتے نہیں ہے۔

جی باس کچھ دنوں سے بیٹی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو کسی کیس کو ہاتھ " نہیں لگایا جیسے ہی ہسپتال پہنچتا ہوں کوئی نا کوئی جگاڑ لگا کر اسلحہ آپ تک پہنچاتا ہوں۔

اس نے بھی اپنی جانب سے پوری تسلی دی تھی جبکہ اس کی بات پہ پاشا نے گہری نگاہوں سے سرتاپا اس کی جانب دیکھا۔

جتنا جلدی ہوسکے اپنی بیٹی کی طبیعت کو درست کر لے ورنہ میں بخوبی جانتا ہوں " کہ کیسے طبیعت ٹھیک کی جاتی ہے میں اپنے اس دھندے میں کسی قسم کی کوتاہی معاف نہیں کروں گا ڈاکٹر مجھے وہ سب کل کے کل چاہیے تاکہ میں آگے اچھے داموں میں بیچ سکوں اور اگر میرے ساتھ کسی قسم کی بھی کوئی چالاکي برتنے کی "جرات کی تو پاشا تمہارا سر اڑانے میں ایک لمحہ نہیں لگائے گا۔

وہ خون آشام نگاہوں سے ان سب کی جانب دیکھتے انگلی سے اشارہ کرتے گرہا تھا۔ ان سب کا رنگ لگے ہی لمحے سرعت سے پھیکا پڑا تھا۔ کسی میں بھی اس کے سامنے نگاہیں اٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی وہ سب ہی اس کی شخصیت سے ہی اچھا خاصہ ڈرے ہوئے تھے۔ سونے پہ سہاگہ اس کا ہمہ وقت اپنے منہ کو

دھانپے رکھنا وہ اپنے بہت ہی کسی خاص کے سامنے کھلتا تھا اور وہ سب یہ بات جانتے تھے کہ وہ لوگ ابھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکے تھے۔

نہیں نہیں باس ہم سب آپ سے غداری کرتے کہاں جائے گے سچ میں ایسا" ہی ہوا ہے اور جن لڑکوں کو ہسپتال کی فارمیسی میں اپنے ساتھ ملایا ہے وہ بھی کچھ دنوں سے غیر حاضر تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو ہماری بدولت "کبھی شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔

وہ اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا تو پاشا سگار سلگاتے ایک تمسخر اڑاتی نگاہ ان پہ ڈالتے سر جھٹک گیا۔

چلو تم دونوں پہلی فرصت میں نکلو اور میری بات اپنے ذہن میں جمالو کہ اسلحے "کے معاملے میں تم لوگوں کی جان لینے سے بھی نہیں ڈرو گا۔

وہ واضح دھمکاتے ہوئے گویا ہوا تو وہ دونوں سرعت سے اثبات میں سر ہلاتے ہانپتے ہانپتے وہاں سے نکلتے چلے گئے کیونکہ یہاں سے سفر کرنے میں بھی ایک لمبا

وقت لگنا تھا کیونکہ مظفر آباد سے لاہور تک کا سفر اچھا خاصا لمبا تھا تبھی وہ لوگ رات کے وقت سفر کرنے کو اہمیت دیتے تھے۔ اب اس کا رخ ان دو لڑکوں کی جانب تھا جن سے اب وہ پوچھ گچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"تم لوگوں نے اسلحہ پہنچانا شروع کیا یا نہیں۔"

اس نے کرخت لہجے میں ان دونوں کو مخاطب کیا اور سامنے میز پر رکھی مشروب کو گلاس میں انڈیلتے لبوں سے لگائی تھی۔

سر میں نے یونی کے ڈین سے علیک سلیک بڑھائی ہوئی ہے۔ اس کی بدولت "ہی تمام منشیات کے بورے وہاں ایک چھوٹا سا سٹور روم ہے وہاں تک پہنچا دیے گئے ہیں اب بس لڑکیوں تک پہنچانے ہیں۔ ویسے اس نے یہ کام اپنے ذمے لیا ہے اس کی گرل فرینڈ ہے وہ جو یہاں سے آگے کا کام سرانجام دے گی۔ وہ بھی اسی ہاسٹل میں قیام پذیر ہے۔ ہمارا کام اسی کی بدولت مزید آسان ہو جائے گا۔ اس کے مطابق کچھ لڑکیاں پہلے بھی چوڑی چھپے یہ کام کرتی ہیں اگر یہ نشہ آور ادویات

بھی ان تک پہنچ گئی تو ہم لڑکیاں اٹھوانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ویسے بچوں کا کام تو باآسانی چل رہا ہے نا۔

اس نے تمام تفصیلات سے اسے آگاہ کرتے اپنے ساتھ موجود لڑکے کا حوالہ دیا تو وہ پاشا کی نگاہیں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے گڑبڑا گیا تھا جبکہ اس کی بچوں والی بات پہ پاشا فخریہ انداز میں قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

بچوں کیلئے تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ کام میں نے جس کے " ذمے کیا ہے نا وہ میرا بہت بھروسے مند آدمی ہے تو اپنی بات کر لڑکیاں کب تک "پہنچے گی یہاں تک۔

اس نے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے استسفار کیا۔

سر جی بہت جلد آپ دیکھیے گا اس کی بدولت ہی ہمارا یہ بزنس بہت ترقی کرے " گا۔

دوسرا لڑکا تسلی دینے والے انداز میں گویا ہوا تو پاشا نے گہری نگاہوں سے سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا۔

ایک منٹ وہ تیری گرل فرینڈ ہے نا تو تو میری بات کان کھول کر سن " لے۔ سارے کا سارا اسی پہ منحصر مت کرنا ورنہ تجھے جان سے مار کر تیرے جسم کا ایک ایک حصہ بیچنے کی بھی ہمت رکھتا ہوں میں۔ بہت سو کو مسلا ہے تبھی گھبراہٹ نہیں ہوگی اب اس کام میں۔ مجھے اپنی اس ٹیم میں ناکارہ انسان بالکل نہیں بھاتے۔ اپنی حسیات آنکھیں کان سب کچھ بیدار رکھنا۔ ہاتھ پیر چلاؤ گے تو بہت کچھ پاؤ گے اگر یہ سب نہیں کر سکتے تو موقع ہے بچ سکتے ہو تو بچ جاؤ۔ کیونکہ "اس معاملے میں پاشا ڈیول بننے میں ایک لمحہ نہیں لگاتا۔

اس نے سختی سے جبرے بھینچتے اپنے ہاتھ میں موجود گلاس کو گول گول گھماتے ہوئے کٹیے لہجے میں باور کرایا تو اس کے لہجے پہ وہ ایک لمحے کیلیے سن ہوا

تھا۔ چہرے کا رنگ فوق ہو گیا تھا۔ ایک سیکنڈ کیلئے تو اسے پچھتاوا ہونے لگا کہ کہی اس نے یہاں آکر کوئی غلطی تو نہیں کر دی۔

ویسے کون ہے وہ آفت کی پڑیا جو یہ سب کام کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ ویسے کیا "اس کے ساتھ ہر قسم کی حد پار کرچکے ہو یا پھر۔"

اس نے معنی خیزی سے ہنستے خباثت سے اسے مخاطب کیا تو وہ کھسیاتے چہرہ جھکا گیا۔ دوسرا لڑکا تو دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ فلحال ان لڑکیوں وغیرہ کے چکروں سے دور ہے۔ پاشا اس کے اڑے اڑے حواس دیکھتے قہقہہ لگا اٹھا۔

فلحال تو جاؤ تم دونوں بھی واپسی میں بھی وقت لگے گا لیکن اگلی بار جب بھی آؤ "اپنے ساتھ کوئی اچھی خبر لانا اور دوسری بات اپنے اس بھوسہ بھرے ہوئے دماغ میں بٹھالو کہ میں ہر چیز میں اپنی وصولی لیتا ہوں چاہے وہ پھر کتنی بھی پرسنل چیز ہو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ انگارہ آنکھیں گاڑتا ہوا دھاڑا تو وہ جلدی سے اثبات میں سر ہلا گیا مبادہ وہ اسے گولیوں سے ہی نا بھون دیں۔

نکلو اب۔

اس نے روزی کو اپنے نزدیک آتے دیکھ ایک ہاتھ میں سگاڑتھامتے دوسرے ہاتھ سے انہیں جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں ایک چورنگاہ روزی پہ ڈالتے بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلے تھے۔ پاشا ان دونوں کو اس منظر سے ہٹانا چاہتا تھا اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا معاً وہ اپنے نزدیک ہی آتی قدموں کی چاپ پہ سر جھٹکتے شیطانی مسکراہٹ سمیت روزی کی سمت متوجہ ہوا جو اب اس کے ساتھ ہی صوفے پہ براجمان ہو رہی تھی۔ پاشا نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے سیگریٹ کا گہرا کش لگایا تھا اور اپنا بڑھا ہوا سیگریٹ اس کی جانب کیا تو اس نے بھی اپنے لبوں سے لگایا کر دھواں فضا کے سپرد کیا تھا۔

میں سوچ رہی تھی کہ ہم کسی سیر کرنے چلتے ہیں کافی عرصہ ہی ہو گیا ہمیں "

"گھومے پھرے۔"

وہ اس کے گال پہ انگلی پھیرتی محبت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تو پاشا نے اس کا ہاتھ تھامتے لبوں سے لگایا تھا۔ اب وہ اس کے بازو سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں محو تھا۔

"چلو گھومنے چلتے ہیں لیکن کسی باہر نہیں بلکہ اپنے کمرے میں۔"

وہ معنی خیزی سے بولتے اس کے گال پہ ہاتھ پھیرتا ہوا خباثت سے بولا تو روزی نے چمکتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

دادی حضور آپ کہیں تو ہسپتال چلیں علایہ بی بی بھی گھر نہیں ہیں ورنہ میں "

"ان سے کہہ دیتا آپ کی طبیعت کچھ ابتر محسوس ہو رہی ہے۔"

خان بابا انہیں مسلسل صوفے سے پشت ٹکائے نڈھال سا بیٹھا دیکھ سر جھکائے پریشانی سے بولے تو اس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا لیکن علایہ کے نام پہ ان کے چہرے پہ ناگواری در آئی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے بتانے کی کچھ بھی وہ میری طبیعت بحال کرنے کی" "بجائے مزید خراب کرے گی۔"

وہ رعونت سے سر جھٹکتے ہوئے بولی تو خان بابا نے بے ساختہ دل ہی دل میں خود کو کوسا تھا کہ ناجانے کیوں انہوں نے علایہ کا نام لیا۔ خیر فلحال انہیں لے کر جانا بھی ضروری تھا۔

آپ جائیں کچن سنبھالیں زیادہ طبیعت خراب نہیں ہے بس ذرا سابی پی لو ہو گیا" ہے تبھی عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے ابھی دوائی لوں گی تو بہتر محسوس کروں گی۔"

انہوں نے ان کے چہرے پہ پریشانی کا عنصر دیکھتے طمانیت بھرے لہجے میں تسلی دی تو خان بابا نے بے ساختہ اثبات پہ سر ہلایا تھا۔ دادی حضور بھی صوفے کا سہارہ لیتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اس سے پہلے کہ وہ قدم آگے کی جانب بڑھاتی ایکدم سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کی بدولت اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتی خان بابا انہیں سنبھالنے کیلئے آگے کی جانب بڑھے تھے لیکن صفورہ بیگم نے بیچ راستے میں ہی ہاتھ کے اشارے سے انہیں ٹوک دیا تھا۔

"آپ ڈرائیور سے کہ کر گاڑی نکلوائیں۔"

انہوں نے حکم جاری کیا کیونکہ اب انہیں اپنی طبیعت سچ میں ٹھیک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ خان بابا نے اثبات میں گردن ہلاتے ان کی بات پہ فوری عمل کیا تھا۔ وہ کندھے سے رومال اتارتے صوفے کی ایک جانب رکھے میز پہ رکھتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھے تھے۔ شکر تھا کہ علایہ گھر نہیں تھی ورنہ ان

کی طبیعت خرابی کا سنتے اسے بھی ڈرامے کا نام دے دیتی اور لگے ہی لمحے یہاں جنگ کا سماں ہونا تھا۔

"شرفو گاڑی نکالو دادی حضور کو ہسپتال لے کر چلنا ہے۔"

اس نے گاڑی صاف کرتے شرفو کو ہدایت کی تو اس نے بھی جواباً سرعت سے ان کی بات پہ عمل کیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد ان کی گاڑی تیزی سے قریبی ہسپتال کی جانب بڑھی تھی۔ صفورہ بیگم نے انہیں گھر ہی رہنے کا حکم دیا تھا کیونکہ کچھ لوگ انیکسی دیکھنے کی بدولت آرہے تھے اور وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد یہ کام بھی مکمل ہو جائے۔ اتنے عرصے سے اس لڑکی کی ہٹ دھرمی کی بدولت وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی لیکن اب بھی انہوں نے سوچ لیا تھا کہ جو ان کا دل کسے گا وہ وہی کریں گی کیونکہ یہ ان کا گھر تھا اور یہاں حکمرانی بھی ان کی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ان کی گاڑی کے پیچے ہسپتال کی حدود میں داخل ہوتے ہی چڑچڑائے تھے۔ شرفو نے ان کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا تاکہ انہیں

لیتے اندر کی جانب جاسکے لیکن انہوں نے ناگواری سے اس کی حرکت کا ملاحظہ کیا تو - وہ کیسے بھول گیا تھا کہ جو عورت اپنی پوتی کو کچھ نہیں وہ شرمندگی سے چہرہ جھکا گیا سمجھتی اسے کسی درجے پہ نہیں رکھتی وہ ایک عام سے ملازم کو تو وہ کسی کھاتے میں نہیں لیں گی۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پہ باندھتے خاموشی سے ایک جانب ہوتے انہیں باہر نکلنے کا راستہ دے گیا تھا۔ صفورہ بیگم اپنے مخصوص کروفر انداز میں لاٹھی کے سہارے باہر نکلتی خود ہی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ان کے جاتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھتے ان کا انتظار کرنے لگا وہ ان کے پیچھے جاتے مزید بے عزت نہیں ہونا چاہتا تھا۔

قدم اندر کی جانب بڑھاتے کئی بار ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا لیکن ان کی ذات کو یہ کہاں گوارا تھا کہ وہ کسی ملازم کا سہارہ لیتی تبھی خود اپنے سہارے آنے کو ہی ترجیح دی تھی۔

وہ دگمگاتے قدموں سے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی معاً ایک ذور دار چکڑ آنے کی اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑانا کر زمین بوس ہوتی کسی نے عقب سے ہی انہیں سہارہ دیا تھا۔ انہوں نے اپنی بند ہوتی آنکھوں سے اس کے چہرے کو دیکھنا چاہا تھا لیکن مقابل کے چہرے پہ ماسک ہونے کی بدولت وہ دیکھ نہیں پائی تھی لیکن مقابل کا چہرہ پہلے تو ان کی صورت دیکھتے تاریک ہوا معاً گلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں شناسائی کی رک ابھری تو وہ سپاٹ چہرے سمیت ناگواری سے سر جھٹک گیا تھا اور سختی سے دانت پہ دانت جمائے انہیں اپنے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھا اور ایرجنسی وارڈ پہ لاتے بیڈ پہ لٹایا تھا۔

"اولے احمد تجھے کتنی بار کہا ہے کہ اپنا کام چھوڑ کر یہاں وہاں مت منڈلایا کر۔"

اس کا ساتھ ہی جو وہی سے گزر رہا تھا پہلے تو اندر کا منظر دیکھتے ٹھٹھک کر رکا معاً سینئر ڈاکٹر کو ڈیوٹی پہ دیکھتے وہ اسے جھاڑ پلانے والے انداز میں بولا۔

ہاں وہی جا رہا تھا راستے میں یہ عورت طبیعت خرابی کی بدولت گر رہی تھی تو "سنجھال لیا انہیں۔"

اس نے اپنا ماسک درست کرتے جواز پیش کیا تو اس کے ساتھی نے اس عورت کو غور سے دیکھا تھا۔

"تو وہ فارمیسی میں کون ہے۔"

اس نے حیرت سے استفسار کیا تو وہ سپاٹ چہرے سمیت اس کی جانب متوجہ ہوا۔

ایک دو لوگ ہے جو سنجھال رہے ہیں ویسے بھی دوائیوں والے اکا دکا لوگ ہی "تمھے تو زیادہ پریشانی والی بات نہیں ہے کوئی کچھ بولے گا تو میرے پاس بھی وضاحت کیلئے سب کچھ ہوگا۔"

وہ رعونت زدہ لہجے میں بولتے ایک بار پھر صفورہ بیگم کی سمت متوجہ ہوا۔ اس کا ساتھی بے نیازی سے کندھے اچکاتے خود فارمسی کی جانب بڑھ گیا۔ ایک تو وہ اس کا بھلا کر رہا تھا اور اوپر سے وہ زیادہ ہی تیور دکھا رہا تھا اسے۔ جس دن سے وہ یہاں آیا تھا کسی نہ کسی بات کی بدولت ڈاکٹر اسے اچھی خاصی جھاڑ پلا دیتے تھے لیکن وہ تھا کہ کان پہ جوں نارینگنے دیتا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ غور سے ان کا چہرہ دیکھتے ان کی بازو تھامتنا اپنے عقب سے آنے والی کرخت آواز پہ اس کا حلق سوکھا تھا۔

"احمد آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر آصف کے کٹیلے لہجے پہ وہ مشکل اپنے اشتعال پہ قابو پاتا ان کی جانب متوجہ ہوا اور دونوں بازو کمر پہ باندھتے خاموشی سے چہرہ جھکا گیا۔

"وہ جی ڈاکٹر میں اپنے کام پہ ہی جا رہا تھا لیکن یہ راستے میں۔"

اس نے وضاحت پیش کرنا چاہی لیکن وہ درمیان میں ہی سختی سے ٹوک گئے تھے۔
یہ آپکا کنسرن نہیں ہے احمد۔ یہاں ڈاکٹرز موجود ہیں بہت سے اور وہ علاج کیلئے "
"ہی بیٹھے ہیں۔"

اس نے تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ذہر خند لہجے میں کہا تو خفت کے احساس سے
اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا اس نے مشکل مٹھیاں بھینچتے اپنے اشتعال پہ قابو پایا تھا۔
لیکن ڈاکٹر بے شک یہ ڈاکٹرز کا کام ہے انسانیت کی خدمت کرنا لیکن کچھ "
انسانیت ہم میں بھی ہے ابھی کسی کی مدد کرنے سے آپ کے پیسوں میں کوئی کمی
"نہیں آئے گی۔"

وہ بھی جواباً پہلی بار ان کے سامنے زبان کھولتے سنجیدگی سے گویا ہوا تو ڈاکٹر آصف
نے خون آشام نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

فوراً سے پہلے یہاں سے دفعہ ہو جائیں اور چاہے باقی سب نکلیں وہاں سے لیکن " آپ مجھے ہمہ وقت فارمیسی میں ہی دکھنے چاہیے آپ نے دوائیوں کی ڈگری لی ہے تو اسی تک محدود رہیں ڈاکٹر کی حدوں میں پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور مزید ایک بات میری ذہن نشین کر لیں کہ غریب جس قدر مرضی امیر ہو جائے چاہے محلوں میں رہنا شروع کر دیں لیکن اسے اپنی پرانی حیثیت اور اوقات کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔ ظاہری طور پہ وہ برینڈ دکھتا ہے لیکن ذہنی طور پہ وہ وہی تنگ "نظر اور غریب ہی کہلاتا ہے۔

ان کے سخت الفاظ پہ وہ فق چہرے سمیت کچھ لمحے تو ان کا چہرہ دیکھتا رہا کہ کیا وہ سچ میں ڈاکٹر ہے جسے بات کرنے کی ہی تمیز نہیں ہے لیکن دوسروں کو اس کی اوقات باور کرانا بخوبی جانتے تھے۔ وہ سختی سے لب بھینچتا ایک خالی خالی نگاہ صفورہ بیگم کے نیم بیہوش وجود پہ ڈالتے ان کی ایک جانب سے ہوتا باہر کی جانب بڑھ

گیا۔ اس کے جاتے ہی ڈاکٹر آصف نے سرعت سے کسی کو کال ملائی تھی اور اسے جلد از جلد یہاں پہنچنے کا کہا تھا۔

"انہیں آپریشن تھیٹر میں لے کر چلو۔"

اس نے موبائل میں کوئی نمبر ڈائل کرتے مصروف سے انداز میں کہا تو اس لڑکے نے حیرت سے ایک نظر بیڈ پہ لیٹی خاتون پہ ڈالتے ایک نگاہ ڈاکٹر پہ ڈالی کہ کہی اس کا زہنی توازن تو نہیں بگڑ گیا کیونکہ وہ ہلکا ہلکا ہوش میں تھی اور ان کی طبیعت اب اس قدر بھی ابتر نہیں لگ رہی تھی کہ انہیں آپریشن کے خاطر لے جانا پڑتا۔

"لیکن ڈاکٹر وہ نیم بیہوشی میں ہے اور بھلی چنگی بھی محسوس ہو رہی ہیں۔"

اس نے اپنی تہ عقلمندانہ بات کی تھی لیکن اس بات سے انجان کہ اس کی بات کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

نیم بیہوش ہیں تو بیہوش بھی ہو جائے گی۔ اسی خفیہ کمرے میں لے کر چلو اور "بیہوشی کا انجیکشن لگاؤ ہمیں جلد از جلد اپنا کام مکمل کرتے باس تک پہنچانا ہے۔"

اس کی بات پہ وہ لڑکا پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا معاً آنکھوں میں پراسرار کی چمک لیے وہ صفورہ بیگم کی جانب بڑھا جو نیم بیہوشی میں ہونے کی بدولت ان کی ایک ایک بات سن چکی تھی لیکن مال کے معنی سمجھنے سے قاصر تھی لیکن اس ڈاکٹر کے طور اطوار انہیں بھی گھبرانے پہ مجبور کر رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ لڑکا اپنا کام سر انجام دیتا اور ایمر جنسی وارڈ سے جاتے خفیہ راستے سے نکلتا باہر کے آنے والی چیخ و پکار پہ اس کے سڑپچر کو پکڑتے ہاتھ ایک لمحے کو کپکپا گئے۔ گھبرا تو ڈاکٹر بھی گیا تھا تبھی سارے کام ترک کرتے اور اس لڑکے کو بھی وہاں سے جانے کا کہتے باہر کی سمت دوڑا۔ باہر پہنچتے ہی سامنے دکھائی دیتے

منظر کو دیکھتے اس کا وجود انگاروں کی ضد میں آگیا جہاں کوئی گاؤں کا نوجوان مسلسل اپنے جسم کے خجلی کرتے اپنا رونا رونے میں محو تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

اس نے کرخت لہجے میں استفسار کیا تو اس منظر سے لطف اندوز ہوتے نرس اور لوگ سرعت سے اپنے اپنے کاموں کی جانب متوجہ ہو گئے اب ڈاکٹر کا رخ براہ راست اس آدمی کی جانب تھا جسے دیکھتے ہی اس نے ناگواری سے رخ پھیرا تھا۔ صاحب جی میرے کو یہاں کوئی نوکری دے دو میں بہت غریب ہوں۔ چاہے "چھوٹی موٹی ہی کوئی بس گھر والوں کا پیٹ بھر جائے میں آپ کو دعاؤں دوں گا "صاحب۔ چاہے تو چوکیداری ہی کرا لو۔

وہ اس کے پاؤں میں گر گرٹاتا ہوا بولا۔ شکل و صورت سے سے ہی وہ اس قدر غریب لگ رہا تھا اور ڈاکٹر آصف کو تو ویسے ہی ایسے لوگوں سے کوئی خاص چڑ تھی تبھی اپنی ٹانگ ایک جھٹکے سے چھڑاتے دو قدم کا فاصلہ اختیار کر گئے تھے۔

یہ ہسپتال ہے کوئی خیرات خانہ نہیں جو اس قدر ہنگامہ مچایا ہوا دو منٹ سے "پہلے یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے تو وہ آدمی منت کرنے والے انداز میں ان کی جانب دیکھنے لگا۔

دیکھیں صاحب جی میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں چاہے کام کسی بھی نوعیت کا ہو لیکن اس کیلئے فلحال مجھے پیسے کی اشد ضرورت ہے تاکہ کچھ کما کر اپنے گھر والوں کو خوش رکھ سکوں۔ دو دو تین تین دن تک میرے بچے بھوکے پیٹ سوتے ہیں مجھ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔

وہ ایک بار پھر کندھے پہ رکھے رومال سے چہرہ صاف کرتے پھپھک پھپھک کر رو دیا۔ اس کی بات پہ ڈاکٹر نے بغور اس کی جانب دیکھا تھا کسی بھی نوعیت کے کام پہ ان کا دماغ کھٹکھا تھا۔ ویسے بھی ہسپتال میں انہیں اپنے کام میں مدد کیلئے

کسی عقلمند لڑکے کی ضرورت تھی اور وہ شخص بھی فلحال کچھ بھی کرنے کو تیار تھا تبھی مخصوص انداز میں ان کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

"اٹھو میرے کعبین میں چلو۔"

وہ تحکمانہ انداز میں بولتے اسے اپنی تلقید میں آنے کا اشارہ کرتے آگے کی جانب بڑھ گئے۔ اس شخص نے بھی بھاگنے والے انداز میں ان کا پیچھا کیا تھا۔

"ادھر ٹھہرو کچھ دیر میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اسے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود باہر کی سمت بڑھ گئے۔ ان کے جاتے ہی اس نے اپنی گٹھری سے پان نکالتے اپنے دانتوں تلے دبایا تھا۔ یہ ہسپتال کا قدرے سنسان ایریا تھا۔

ایک پریشانی تو میری سر سے اتری کام مل گیا اب ان سے پیسے لیتے بس کہی"

"رہنے کا انتظام کر لوں گا۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے تشکرانہ انداز میں خود سے ہی مخاطب ہوا اور خاموشی سے کمرے میں طائرانہ نگاہ گھماتے اس کا جائزہ لیتے پان چبانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی کس قدر بڑی مصیبت میں پھنس چکا ہے۔

"میں نے اس عورت کو وہاں پہنچا دیا ہے صاحب جی۔"

وہ لرکا ڈاکٹر آصف کو راہداری میں سے جاتا دیکھ ہانپتا ہانپتا ان کی جانب آیا اور پھولی سانسوں سمیت بولا۔ اس نے جواباً شیطانی مسکراہٹ سمیت اثبات میں سر ہلاتے آپریشن تھیٹر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

میرے آج کے کام سے تو باس مجھ سے بے تحاشہ خوش ہو جائیں گے جب مال " اور اسلحہ وقت پہ ان تک پہنچے گا۔

وہ دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے بولے۔ آپریشن تھیٹر کے دروازے کے عین باہر پہنچتے ہی اس نے جوں ہی اپنے شکار کو دیکھنے کی بابت جوں ہی دروازہ کھولا آگے سے خالی کمرہ دیکھتے ان کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہوئی تھی۔ اس نے جھٹکے

سے رخ موڑتے اس لڑکے کی جانب دیکھا جو خود اس اچانک صورتحال پہ بوکھلا گیا۔ وہ تو خود اپنے ہاتھوں سے انہیں یہاں تک لایا تھا تو پھر وہ پانچ منٹ میں ہی تھا کہاں غائب ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر کے خطرناک تیور دیکھتے اس کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

"کہاں ہے وہ عورت۔"

وہ خون آشام نگاہوں سے اسے گھورتے گرجا تھا۔ اس لڑکے کی ہمت جواب دینے لگی۔

سر جی ابھی میں انہیں آپ کے کمرے کے مطابق یہاں چھوڑ کر گیا ہوں ناجانے اچانک کہاں غائب ہو گئی۔

وہ ہکلاتے لہجے میں گویا ہوا۔ انداز سہما سہما تھا۔ ڈاکٹر آصف نے اپنے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچا تھا۔ اس بار چاہ کر بھی ناجانے کیوں مال پورا نہیں ہو پارہا تھا اور یہی چیز اس کیلئے پریشانی کا باعث تھی۔

"اب میں کیا کروں ناکارہ جاہل انسان۔"

وہ اس کے منہ پہ تھپڑ جڑتے دھاڑا تو وہ دائیں جانب دیوار سے لگے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کی بات کا کوئی جواب بھی نہیں تھا تبھی چچی اختیار کیے رکھنا ہی بہتر سمجھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو سختی سے آپس میں پیوست کرتے ادھر ادھر چکر کاٹتے کسی گہری سوچ میں محو تھے۔ انہیں یہاں آتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا اور احمد کچھ دیر پہلے ہی فارمیسی کی سمت گیا تھا معاً ذہن میں جھماکہ ہوتے ہی اس نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا تھا جو خود بھی فق چہرے سمیت حیران پریشان کھڑا تھا۔

"احمد۔"

اس ڈاکٹر نے کچھ سوچتے اس لڑکے کے سامنے احمد کا نام لیا۔

ان کو تو میں ابھی فارمیسی میں دیکھ کر یہاں آیا ہوں۔ وہ تو اپنے کام میں مصروف "تھے۔"

اس نے اچھنبے سے تفصیل سے آگاہ کیا لیکن ڈاکٹر نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا جیسے اسے اس لڑکے کی بات پہ قطعی یقین نا ہو۔ وہ خود ہی بھاگنے والے انداز میں فارمیسی کی جانب چل دیا۔

"احمد کہاں ہے۔"

فارمیسی پہنچتے ہی ڈاکٹر نے اپنا لہجہ حتی الامکان سرسری سا بناتے پوچھا تو وہاں موجود فارمیسی کے مینیجر نے چونک کر ایک کارنر کی جانب اشارہ کیا تھا جہاں وہ سنجیگی سے کسی کسٹمر کو ڈیل کرنے میں مصروف تھا۔ ان کے ماتھے پہ بے ساختہ پسینے کے ننھے ننھے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ اگر وہ بھی نہیں تو پھر کون ہسپتال میں اس کے پیٹھ پیچھے یہ مشکوک حرکات کر رہا ہے۔ اگر کسی کو بھی اس بابت علم ہو جاتا تو اس کی جان کے ساتھ ساتھ اس کے پروفیشن کو بھی خطرہ لاحق ہوتا۔ وہ مرے مرے قدموں سمیت فارمیسی سے نکلتا چلا گیا۔

"دادی حضور آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔"

ڈرائیور کی حیران کن آواز پہ وہ جو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی گہری سوچ کے یلغار میں بہتی جارہی تھی چونک کر خالی خالی نگاہوں سے خان بابا کی جانب دیکھا لیکن دماغ ابھی بھی اندر ہونے والی کاروائی کی جانب متوجہ تھا۔

"بس علاج کروالیا ہم نے اب کیا ہسپتال میں بھرتی ہو جاتے۔"

ان کے طنزیہ لہجے پہ وہ نجل سا ہوتا بالوں میں ہاتھ پھیر گیا معاً بمشکل مسکراتے ہوئے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکاتے صنکھیں موندتی معاً فون کی بیل کی آواز پہ انہوں نے ہاتھ میں موجود موبائل پہ دیکھا جہاں خان کا نام جگمگا رہا تھا۔ انہوں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے فون کان سے لگایا تھا۔

دادی حضور وہ دراصل جن لوگوں نے انیکسی کی خاطر آنا تھا ان لوگوں کو آنا "کینسل ہو گیا ہے۔"

خان بابا کی آواز پہ ان کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں۔ چہرہ ایکدم سپاٹ ہوا تھا وہ جس قدر جلدی اس معاملے میں کرنا چاہتی تھی تاکہ علایہ کسی قسم کا کوئی ہنگامہ نہ مرے ورنہ اس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ وہ کوئی بھی قدم اٹھا لیتی۔

خان بابا آپ کی نگاہ میں کوئی بھی ہو جو اس انیکسی میں رہنے کے اہل ہو تو "انتظام کریں پھر چاہے وہ کوئی غریب مسکین ہی کیوں نا ہو لیکن ہمیں کسی بھی صورت میں آج رات تک چاہیے۔"

ان کے حتمی لہجے پہ ایک لمحے کیلئے خان بابا خاموش ہوئے تھے کیونکہ وہ ان کی ضد کی وجہ سے بخوبی واقف تھے۔

"جی جی میں کچھ کرتا ہوں۔"

انہوں نے ہکلاتے لہجے میں بولتے سرعت سے فون رکھا تھا۔ صفورہ بیگم ایک نگاہ اس ہسپتال کی تختی پہ ڈالتی ایک لمحے کو سن ہوئی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ انہیں باہر کون اور کیسے لایا لیکن ان کے چہرے پہ رومال رکھتے انہیں بیہوش کیا گیا

تھا اور اس کے بعد جب ان کے حواس لوٹے تھے تو وہ گاڑی میں موجود تھی معاً
اس واقعے کو ذہن سے جھٹکتے وہ ایک بار پھر خان بابا کی بات یاد کرتے تاسف سے
سر جھٹک گئی۔

"بی بی جی۔"

اپنے نزدیک سے آنے والی خالص مردانہ آواز پہ وہ اپنے دائیں جانب دیکھنے پہ مجبور
ہوئی تھی۔ صفورہ بیگم کے چہرے پہ ناگواری کے تاثر ابھرے کیونکہ وہ مسلسل
گاڑی بجانے میں محو تھا۔

"ہو پیچھے یہاں سے۔"

ڈرائیور نے سختی سے بولتے گاڑی آگے بڑھانی چاہی تھی لیکن وہ اس سے پہلے ہی
صفورہ بیگم کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ گیا تھا۔ انہوں نے ناقابلِ فہم تاثرات سمیت
اس کی جانب دیکھا۔

بی بی جی ابھی میں نے آپ کی بات سن لی جی معذرت اس کیلئے وہ دراصل "آپ کسی کرایے دار کی تلاش میں ہیں اور میں کسی چھت کی۔ اگر آپ ذرا میری جانب بھی توجہ فرمائیں تو میں بہت شکرگزار ہوں گا۔"

وہ ہاتھ جوڑتے منت سماجت کرنے لگا اس کے ایک ایک لفظ سے سچائی چھلک رہی تھی۔ صفورہ بیگم نے سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا۔

"تم اس گھر کے شایان شان نہیں ہو۔"

انہوں نے مختصر الفاظ میں بولتے اس کی بولتی بند کی تھی۔ اس شخص کا چہرہ ایک لمحے میں ویران ہوا تھا جیسے ساری چمک ماند پڑ گئی ہو۔

شایان شان کا کیا ہے جی پیسے تو دینے پڑنے ہیں نا میں آپ کو کرایہ ادا کروں گا۔

"جی معاوضہ دوں گا بس آپ مجھے رہنے کو گھر دیدیں میں بے حد پریشان ہوں۔"

وہ بے بسی سے بولا تو ناچاہتے ہوئے بھی صفورہ بیگم کی گردن اثبات میں ہلی تھی۔ جب ان کا کام بن رہا تھا تو وہ کیونکر انکار کرتی اور اس نے کونسا ان کے گھر میں گھومنا تھا انیکسی کا حصہ ہی الگ تھا۔ وہ ان کا سر ہاں میں ہلتا دیکھ وہ عجلت میان گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے وہی براجمان ہو گیا۔

"اے اے تم کہاں جانے کے چکروں میں ہو۔"

صفورہ بیگم کی سرد آواز پہ وہ حلق تر کرتے ان کی جانب متوجہ ہوا۔

وہ بی بی جی ابھی آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا نہ تاکہ دیکھ سکوں مجھے کہاں رہنا"

"ہے۔"

وہ میسنے پن سے بولا تو انہوں نے نخوست سے سر جھٹکا تھا۔ اگر جلد از جلد کسی کمرائے دار کی ضرورت نا ہوتی تو وہ کبھی بھی اس جیسے شخص کو وہاں رکھنے پہ آمادہ نہ ہوتی۔

صفورہ بیگم کے حکم پہ گاڑی جہاز کی سی تیزی سے ہسپتال کی حدود کو پار کرتی چلی گئی تھی۔ دو گہری آنکھوں نے دور تک اس سیاہ گاڑی کا پیچھا کیا تھا۔

(مظفر آباد)

آسمان پہ کالی گھٹاؤں نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی سی موجود تھی جو کسی بھی وجود میں کپکپی سی بھر دیتی۔ صبح سے وقتاً فوقتاً بارش کی بوندیں گرنے کا عمل جاری و ساری تھا۔ درخت آپس میں زور سے ٹکراتے ایک ہولناک منظر پیش کر رہے تھے۔ جہاں کل تک دھوپ نے بسیرا کیا ہوا تھا وہاں آج بے تحاشہ حسین موسم اپنی بہار دکھا رہا تھا۔

بارش کی پیش گوئی کی بدولت نادیہ بیگم نے جزا سے بے حد اصرار کیا تھا کہ وہ جاب کے سلسلے میں مت جائے سکول لیکن اس نے تو گویا ٹھان رکھی تھی کہ آج یہ جاب کسی بھی صورت میں حاصل کرنی تھی اور ویسے بھی اقرا جا رہی تھی تو اس

نے بھی اسی کے ساتھ جانا مناسب سمجھا تھا۔ اقرا کے ذریعے وہاں کی میڈیم سے ملاقات ہوتے ہی اسے بغیر کسی جدوجہد کے جاب باآسانی مل چکی تھی ہاں پے کچھ کم تھی لیکن اقرا نے اسے دلاسا دیا تھا کہ سب نارمل ہو جائے گا۔ ابھی بھی وہ اسی جاب کے عوض تیسری جماعت میں بیٹھی چھوٹے چھوٹے بچوں کی بچگانہ باتوں میں ہنسنے میں محو تھی معاً ایک بچے کی آواز پہ اس کی سمت متوجہ ہوئی۔

"ٹیچر آپ کو پتا ہے ہمارے سکول میں پولیس بھی آتی ہے۔"

وہ بچہ جو ہمیشہ پولیس کو کتابوں میں ہی پڑھتے آیا تھا شاید روبرو دیکھتے خوش ہوا تھا تبھی اس کا لہجہ اشتیاق لیے ہوئے تھا لیکن جزا کے چہرے سے مسکراہٹ سرے سے ہی غائب ہوئی تھی۔

"کیا مطلب۔"

اس نے ہونق پن سے پوچھا کیونکہ اقرا نے اس بابت کوئی ذکر نہیں کیا تھا اس سے۔ وہ حقیقتاً پریشان ہوئی تھی۔

"وہ ٹیچر ہماری کلاس میں ایک لڑکا۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں واں کرتے اشتیاق سے بتاتا چوکیدار کی آواز پہ اس کی آواز کو بریک لگی تھی۔

"بچوں بریک ٹائم۔"

سکول چھوٹا سا ہونے کی بدولت چوکیدار ہر کلاس میں جا کر بریک کا اعلان کیا کرتا تھا ابھی بھی اس کی بے وقت آمد پہ وہ ایک لمحے کو گھبراہٹ کا شکار ہوئی تھی کیونکہ اس کی زیرک نگاہیں وہ اپنے وجود پہ محسوس کر سکتی تھی۔ بچے تو بریک کا سنتے ہی ساری بات بھلاتے کلاس سے باہر بھاگ چکے تھے۔ معاً اس نے ہمت مجتمع کرتے پلکوں کی جھالر اٹھاتے دروازے پہ ایستادہ چوکیدار کی جانب دیکھا تو وہ بھی اس کے یوں دیکھنے پہ سٹیٹاتے سلام لیتے وہاں سے نکلتا چلا گیا لیکن اس کی آنکھوں کی چمک نے جزا کو مزید پریشان کر دیا تھا۔

وہ خالی کلاس دیکھتے اپنا بیگ اور ریجسٹر اٹھاتے اقرانے ملنے کی خاطر سٹاف روم کی جانب قدم بڑھا گئی اب اس کے علاوہ اسے مزید کوئی صورت دکھائی نہیں دی تھی۔ ایک عجیب سی بے چینی نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

"کیپٹن کیا صورتحال ہے۔"

میجریشب کی بھاری گھمبیر آواز کان میں لگے ایئر پیس میں گونجی تو وہ دونوں بھی سرعت سے الٹ ہوئے تھے۔

سر بہت برے حالات ہے۔ ویسے تو میں نے بہت زیادہ جہاں تک مجھ سے "ہوسکے معلومات اکھٹی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہاں کی سختی نے مجھے اس کام سے روک دیا تھا۔ اور جہاں تک علم ہوا ہے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کی دو لڑکیاں غائب ہیں اور یہ سارا واقعہ ہاسٹل میں ہی پیش آیا ہے اور اس سب میں جامعہ کے لوگ بھی ملوث ہیں۔ لڑکیوں کے ماں باپ نے بار بار دھرنا کرنے کی کوشش

کی یہ لیکن یہاں کی پولیس ایک کچھ نہیں کرتی اور دوسری بات انہیں الگ "ذلیل کر کے نکال دیا جاتا ہے اور اس سب کی وجہ وہی نشہ آور ادویات ہیں۔

کیپٹن حسن کی سنجیدہ آواز گونجی تو لیشب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے سختی سے دانت پہ دانت جمائے تھے۔ مٹھیاں سختی سے بھینچی ہوئی تھیں۔ دین نے اس کی بات پہ آنکھیں میچی تھیں۔

ناجان لڑکیاں کیوں ایسے دھندوں میں ملوث ہوتے اپنے ہی والدین کا سر شرم " سے جھکا دیتی ہیں لیکن خیر قصور وار صرف ان کا ہی نہیں ہے ماں باپ بھی برابر کے شریک ہوتے ہیں اس سب میں۔ لڑکیاں اور لڑکے دونوں ہی ایک حد میں رہتے اچھے لگتے ہیں لیکن آج کل تو وہ تمام حدیں بھی ٹوٹ چکی ہے تو پھر کسی ایک کو کیونکر مورد الزام ٹھہرایا جائے۔ بچوں پہ اندھا اعتبار بھی ماں باپ کو بری طرح منہ کے بل پٹختا ہے کیونکہ آج کل کے دور میں ہر شخص کے وجود میں کہی نا "کہی شیطان بستا ہے۔

اس نے کچھ ہی لفظوں کے استعمال سے بہت گہری بات کی تھی۔ دین کا چہرہ ناجانے کو سرخ پڑا تھا لیکن اس نے کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھا۔

وہ سخت لہجے میں معاشرے کی ایک تلخ حقیقت بیان کر رہا تھا جسے کوئی بھی انسان سمجھنے سے قاصر تھا۔

لیکن سر یہ کام جس کے اندر بھی ہو رہا ہے وہ بہت چالاک سے سارے کارڈز "کھیل رہا ہے اور تو اور اس کے ساتھی بھی بے تحاشہ پھیلے ہوئے ہیں بظاہر اس کے خلاف دکھائی دینے والے لوگ اس کے ساتھ ہی ہوتے ہیں یہ چیز بہت عجیب لگی ہے۔"

میجر دین کی کشمکش سے بھرپور آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی تو میجر عشب نے ایک طائرانہ نگاہ اس سنسنان جگہ پہ ڈالتے فقط ہنکارہ بھرنے پہ اکتفا کیا۔

جی اس چیز سے تو میں بھی بخوبی واقف ہوں۔ ناجانے کیسے ایمان فروش لوگ " ہیں جو اس قدر خوبصورت پیشے سے بے ایمانی کرتے خود کو جہنم کی آگ میں دکھیل رہے ہیں۔

یشب نے سرد مہری سے بولتے سر جھٹکا تھا۔ ان دونوں نے بھی اس کی بات کی تائید کی تھی۔ ان سب کی پیشانی کی رگیں غصے کی بدولت پھولی ہوئی تھی۔

بس یہی تو ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ انسان پیسوں کی خوشبو سونگھتے اس " تک پہنچ ہی جاتا ہے اور اس کے پیچھے چاہے پھر اسے اپنا سب کچھ داؤ پہ ہی "کیوں نہ لگانا پڑے۔

وہ تینوں کان میں لگے بالکل چھوٹے سے ایئر فون کی مدد سے ایک دوسرے سے مخاطب تھے۔ وہ ایئر پیس چاہ کر بھی کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ اس طریقہ کار سے تخلیق کی گئی تھی کہ اچھے سے اچھے انسان کو دھوکے میں رکھا جاسکتا تھا۔

"او کے کیپٹن حسن اپنی فردر انفارمیشن۔"

میجر یشب کی بھاری گھمبیر آواز گونجی۔ وہ اس وقت ایک کھلے ایریا میں موجود تھا لیکن یہاں اس قدر بڑے بڑے گھر موجود ہونے کے باوجود اکا دکا ہی لوگ تھے وہ بار بار زمین پہ پاؤں مارتے ناجانے کیا دیکھنے کی تگ و دو میں تھا۔

"نو سر ڈیٹس اٹ۔"

اس نے جواب دیا۔

او کے دین آپ جاری رکھیں اپنا کام لیکن اس کام سے فراغت حاصل کرتے ہی "میٹنگ روم میں مجھ سے ملیے گا میں انفارم کردوں گا لیکن جو بھی کام کرنا ہے وہ آدھی رات کے وقت کرنا ہے تاکہ کسی کو ہم پہ شک نہ ہو اور ہمارا کام بھی مکمل ہو جائے۔ ایک بہت ہی اہم بات کرنی ہے آپ لوگوں سے۔"

اس نے سپاٹ انداز میں بولتے کال کاٹی تھی اور اپنا حلیہ درست کرتے قدم آگے کی جانب بڑھائے تھے۔ چہرے کے تاثرات پہلے سے یکسر مختلف تھے۔

وہ لوگ جوں ہی اس عالیشان گھر کی حدود میں داخل ہوئے اس شخص کی آنکھیں اس گھر کی خوبصورتی دیکھتے کھلی کی کھلی رہ گئی۔

"بی بی جی یہ آپ کا گھر ہے۔"

وہ تو گویا خوشی سے پھولے نہیں سمارہا تھا۔ شرفو نے اسے دیکھتے سر جھٹکا البتہ صفورہ بیگم نے جواب دینا ہی ضروری نہیں سمجھا۔

"ہاں اور پیسے بھی اس گھر کے مطابق ہی ہیں۔"

وہ گاڑی سے باہر نکلتے اپنے مخصوص کروفر انداز میں گویا ہوئی تو اس نے ایسے منہ بنایا جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"بی بی جی ویسے آپ کی سوئی پیسوں پہ آکر ہی کیوں اڑ جاتی ہے۔"

وہ مسخرے پن سے دانت نکوستے ہوئے بولا۔ اس کا یہ انداز انہیں تو ذرا بھی نہیں بھایا البتہ وہ ناگواری سے نگائیں ضرور پھیر گئی تھی۔

اور کیا تم پہ اڑے لڑکے۔ میں تمہیں ابھی ہی باور کرا رہی ہوں میرے ساتھ۔
- جس کام کے ایسی فضول باتوں سے اجتناب برتنا مجھے ایسے لوگ قطعی نہیں پسند لیے آئے ہو وہی کرو تو بہتر ہے۔

وہ پتھریلے لہجے میں مخاطب ہوئی تو مقابل شخص اپنی اس قدر بے عزتی پہ کھول کر رہ گیا معاً ان کی زیرک نگاہیں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے وہ لب بھینچ گیا۔

"نام کیا ہے تمہارا۔"

انہوں نے سخت لہجے میں استفسار کیا۔

"وہ جی رضا۔"

وہ رومال سے ماتھے پہ گرتا پسینہ پونچھتے گھگھیاٹے لہجے میں بولا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے خان بابا کو اونچی آواز دی تھی۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد وہ تقریباً بھاگتے بھاگتے وہاں آئے لیکن ان کے ساتھ کھڑے اس عجیب و غریب آدمی کو دیکھتے وہ بھی حیرت میں غوطہ زن ہوئے تھے۔ انہوں نے اچھنبے سے ان کی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہے ہو کہ کون ہے کیونکہ صفورہ بیگم ایسے لوگوں کو بلانا تو دور دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی اور آج وہ ان کے ہی کچھ قدم کے فاصلے پہ کھڑا تھا بات تو تعجب والی ہی تھی۔

"خان بابا اسے انیکسی کا راستہ دکھائیں اور ایک ایک چیز اچھے سے باور کروادیتے گا۔" انہوں نے تحکم بھرے لہجے میں کہا تو خان بابا نے صدمے کی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا جو اپنے مفاد کی خاطر کسی کو بھی اٹھا کر انیکسی کیلئے لے آئی تھی شاید وہ علایہ کو نیچا دکھانے کیلئے یہ سب کر رہی تھی ناجانے کیوں وہ اس کے ضبط ک شیرازہ بکھرنے کے انتظار میں تھی۔ اس وقت تو ان کی ہٹ دھرمی پہ انہیں بھی

اشتعال امنڈ آیا تھا لیکن وہ ان کے سامنے کچھ بولنے کی کوتاہی سرزد نہیں کر سکتے تھے تبھی خاموشی سے اثبات میں سر ہلا گئے۔

صفورہ بیگم کے اندر جاتے ہی وہ بھی اس شخص کو لیتے اندر گھر کی جانب بڑھے تھے تاکہ لاؤنج میں ہی بیٹھ کر تمام تفصیلات سے آگاہ کرا سکیں۔

آج تو یہاں پہ جنگ چھڑنی تھی اس بات سے تو وہ بخوبی واقف تھے اور آج اس جنگ کی زمہدار بھی صفورہ بیگم ہی ہونی تھی۔

علا یہ جوں ہی یونی میں داخل ہوئی ایک گہما گہمی نے اس کا استقبال کیا تھا لیکن ایک واحد وہ تھی جسے اس گہما گہمی شور شرابے سے کوئی لینا دینا نہیں تھا وہ یہاں اکیلی آئی تھی اور اسے اکیلا رہنا ہی پسند تھا۔ مطلبی رشتوں میں اپنوں کو تلاش کرنا یہ اس کی عادت نہیں تھی ویسے بھی جب اپنے سکے رشتے ہی مفاد

پرست ہو تو انسان پرائے سے کیا امید رکھے وہ یہی سب سوچتے خود کو تسلی دیتی رہتی تھی۔

وہ یہی سب سوچتے اپنے ہی دھیان میں آگے کی جانب بڑھ رہی تھی معاً سامنے سے آتے معیز کو دیکھتے اس کے لبوں پہ ایک طنزیہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا وہ اپنی گلابی رنگ کے شرٹ کے بازو چڑھاتی ایک ادا سے اس تک پہنچی اور دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے تھے۔ معیز نے اس واقعے کے دوران اسے نظر انداز کرنا ہی بہتر سمجھا اور لب بھینچتے اس سے پہلے اس کے قریب سے گزرتا اس نے عقب سے ہی ایک آواز لگائی تھی جو آس پاس کے گزرتے لوگوں کو بھی متوجہ کر گئی تھی۔

"اے اے معیز۔"

اس کے بلانے کے غنڈوں والے انداز پہ سب نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی البتہ وہ اس سب سے بے نیاز سی تھی۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کوئی اس کے بابت اچھا سوچتا ہے یا برا۔ بس اسے یہ علم تھا کہ انسان کبھی کسی کا نہیں

ہو سکتا یہ اپنے مطلب کیلئے صدیوں پرانا یارا نہ بھی بھاڑ میں جھونک سکتا ہے۔ اس کی آواز پہ معیز کے اپنی کلاس میں بڑھتے قدم بے ساختہ رکے تھے لیکن اس نے پیچھے منہ کر کے دیکھنا گوارا نہیں کیا۔ آج اس کے شخصیت پہ ایک خول چڑھا ہوا تھا جو اس کی آنکھوں میں بھی ستائش سی پیدا کر گیا۔

اوائے دیکھ نا وہی علیہ ہوں میں جسے تم گھورتے گھورتے نہیں تھکتے تھے کوئی" "پلاسٹک سرجری نہیں کرائی۔

وہ اس کا رخ مسلسل دوسری جانب دیکھتی خود ہی اس کے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اس کے قریب جاتی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولی تو معیز نے غصے سے سرخ پڑتے چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا تھا جو تیلی لگانے کا کام بخوبی اور شوقیہ سرانجام دیتی تھی اور ابھی بھی وہ اس کے کام میں رکاوٹ کا سبب بن رہی تھی۔

علائیہ محترمہ ذرا سا فاصلہ اختیار کریں وہ کیا ہے نا پھر آپ کو ہی میرے اپنے "قرب آنا ناگوار گزرتا ہے۔"

وہ بھاری لہجے میں معنی خیزی سے گویا ہوا تو علائیہ نے اس کے انداز پہ ایک زبردست سا قہقہہ لگایا تھا۔ جی تو چاہا اس کی بات پہ اس کا منہ ہی پھوڑ دے۔ ناگوار تو بہت دور کی بات میں کسی کو اپنے قریب آنے کے لائق کہاں چھوڑتی ہوں۔ اب خود کو ہی دیکھ لو ایک ہیوی ڈوز دی صرف اور آج تم خود ہی فاصلہ قائم کیے ہوئے ہو۔

وہ آنکھیں مسکاتے ہوئے اپنے بالوں کو مخصوص انداز میں جھٹکتے مزے سے بولی تو معیز نے غصے سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"علائیہ۔"

وہ بھی اشتعال کے عالم میں اب کی بار چلایا تھا۔

آواز نیچے مسٹر معیز بھولوں مت کہ کس سے مخاطب ہو۔ اگر نہیں یاد تو بتادو میرا"
"ایک بیچ ہی تمہیں تمہاری حیثیت باور کرانے کیلئے کافی ہے۔"

وہ قرآلودنگاہوں سے اسے گھورتی اس سے اونچی آواز میں چلائی تھی۔ تنفس تیز تیز
چل رہا تھا اور معیز وہ تو گویا شرر بارنگاہوں سے اسے گھورتے اپنی نگاہیں ہٹانا ہی
بھول گیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔"

اپنے عقب سے آنے والی سخت آواز پہ علایہ نے ٹھٹھک کر اپنی پشت پہ دیکھا تھا
جہاں وہی انگلش کے سر سیاہ رنگ کا پینٹ کوٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ
کیے آنکھوں میں نظر کا چشمہ لگا ہوا تھا وہ خوش نظر تھے لیکن علایہ کو وہ بھی ذہر
سے کم نہیں لگے تھے۔

انگلش سر یہ مجھے چھیڑ رہا تھا میں نے تو اپنے بچاؤ کی خاطر اسے اتووو سی سنائی"
"ہے بس۔"

وہ بھولپن سے بولی تو معیز نے کنگ ہوتے اس کی جانب دیکھا جو اپنا سارا الزام اس پہ ڈالتے اسے سب کی نگاہوں میں برا بنانے پہ تلی تھی۔ اردگرد موجود طلبہ بھی شرمندگی سے ایک دوسرے میں ہی سر دھنسنے لگے۔ کچھ تو خاموشی سے وہاں سے کھسک گئے تھے کہ کہی وہ ہی نا پھنس جائے اس علایہ کی سازش میں۔

سر کاظم نے بغور اس کے چہرے پہ پھیلیتی سرخی کو دیکھا تھا جو ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں آتی ہے ان کی زیرک نگاہوں سے کچھ بھی مخفی نہیں رہ سکا۔ اس سرپھری لڑکی پہ انہیں شدید قسم کا تاؤ آیا تھا۔

"سر لیکن میں نے دیکھا تھا پہلے انہوں نے ہی اس لڑکے کو چھیڑا تھا۔"

وہی لڑکا جو اس دن علایہ سے ٹکرایا تھا سرعت سے کھڑا ہوتے معیز کے دفاع میں بولا تو علایہ نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا اور معیز نے تشکرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

اتنے بچوں میں صرف اسی کی ہمت ہوئی تھی جو ڈٹ کر کھڑے ہونے کی ورنہ باقی تو سب علایہ کی بدولت موقع سے ہی فرار حاصل کر لیتے تھے۔

مس علایہ جھوٹ بولنے کے بھی دو اصول ہیں پہلا ذرا ارد گرد نگاہ دوڑا کر بولا "جائے کہ کہی کوئی آپ ہی کی جانب متوجہ تو نہیں اور دوسرا کہ اگر اس چیز کو نوٹس میں نہیں لے سکتے تو بولا ہی نا جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب آپ "یہ سب انجام دے رہی تھی تو میری نگاہیں آپ پہ ہی تھیں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے سرد پرتپش لہجے میں بولے تو علایہ نے پرسوج نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جیسے کچھ جانچنے کی کوششوں میں ہو۔

ویسے حیرت کی بات ہے کرنی تو نہیں چاہیے لیکن پھر بھی عرض کروں گی ملاحظہ "فرمائیے گا۔ آپ لوگوں کی نگاہیں میرا ہی اطراف کرتی ہیں کیا اور بھی بیوی ہے اس "یونی میں اب میں اتنی بھی پیاری نہیں۔"

وہ مصنوعی سا شرماتے ہوئے بولی تو ان دونوں نے بیک وقت صدمے کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا تھا جو بلیو جینز پہ گلابی شرٹ پہنے ڈوپٹہ مفل کی صورت میں گلے میں لٹکایا ہوا تھا بوب کٹ بال معمول کے مطابق بکھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں رنگ برنگے بینڈز جو اس کے گنڈی ہونے کے واضح ثبوت تھے۔ اس وقت تو وہ انہیں بالکل بھی لڑکی نہیں لگی جس میں نزاکت کا نام و نشان بھی ہو۔

"مس علایہ کین یو پلیز شٹ یور ماؤتھ۔"

اس کی بات سر کاظم کو ناگوار گزری تو سرد لہجے میں ٹوک اٹھے تھے۔ علایہ کی چلتی زبان کو اگلے ہی لمحے بریک لگی۔ وہ ایک کٹیلی نگاہ اس پہ ڈالتے آگے کی جانب بڑھ گئے۔ معاً کچھ سوچتے اس کی آنکھیں چمک اٹھی وہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں ان کے پیچھے گئی تھی۔

"سر جی۔"

اس کی آواز پہ کاظم نے آنکھوں کو سختی سے میچتے کھولا تھا یہ لڑکی ان کا ضبط آزما رہی تھی۔

مس علایہ کیا آپ یہ بات نہیں جانتی کہ کسی کو پیچھے سے آواز نہیں لگانی " "چاہیے۔ یہ انتہائی غلط حرکت ہے۔

ان کے پتھر یلے لہجے پہ وہ بغیر کوئی اثر لیے ہنس دی تھی اور ہاتھ جھلایا تھا۔

نہیں سر میں نہیں جانتی تھی اب آپ نے بتادیا ہے نا اب یاد رکھوں گی۔ ویسے " "بھی آپ کی باتیں ناجانے کیوں ذہن کے آخری حصے میں جا کر نصب ہو رہی ہے۔

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی تالی مارنے کیلئے ہاتھ اوپر اٹھایا تھا لیکن اپنی حرکت پہ جواب میں ان کی سنجیدہ نگاہیں خود پہ محسوس کرتے اس کی مسکراہٹ لگے ہی لمحے سمٹی تھی۔ اس نے خود ہی اپنے ہاتھ پہ تالی ماری تھی۔

"اوہ سوری میں بھول گئی تھی کہ یہ بھی اخلاقیات کے خلاف ہوتا ہے۔"

وہ بمشکل مسکراتے ہوئے بولی تو کاظم نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا۔

اچھا ویسے سر ایک سنسنیئر ایڈوائز دوں میں کہہ رہی ہوں کہ اس عقیفہ سے دور"

"رہیے گا بڑی ہی کوئی منحوس لڑکی ہے۔

وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتی سمجھانے والے انداز میں گویا ہوئی تو انہوں نے ٹھہر کر

ایک کڑی نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔

"مس علیہ میں نے آپ سے پوچھا۔"

انہوں نے دانت پہ دانت جہاتے سختی سے پوچھا تو اس نے کندھے اچکاتے

بے نیازی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تو اپنے مشورے اپنے پاس ہی رکھیں۔"

وہ دو ٹوک انداز میں بولتے وہاں سے آگے کی جانب چل دیا۔ علیہ نے خون آشام

نگاہوں سے ان کی پشت کو گھورا تھا۔

لوفر بڑھا ایٹیٹیوڈ تو ایسے دکھا رہا ہے جیسا کہی کا راجکمار ہو۔ حرکات تو اس کی مشکوک " ہے اور یہ بندہ بھی خود ہی مشکوک ہے۔ تم میرے کیے ایک چیلنج کی طرح ہو مسٹر کاظم اور علایہ ملک کو چیلنجز بہت لطف دیتے ہیں اور وہ انہیں پورا کر کے ہی دم " لیتی ہے۔

وہ پر عزم لہجے میں بولی لبوں پہ ایک دلفریب مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"اے کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو چوروں کی طرح چوری چھپے۔"

وہ لڑکی کرخت لہجے میں بولتے سامنے کھڑے عجیب و غریب انسان کو سیاہ آنکھوں میں طیش لیے گھور رہی تھی جو بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہنے دائیں کندھے پہ گندا سا انیکسی رومال ڈالے دروازہ توڑنے کی تگ و دو میں تھا۔ اس کی آواز پہ رضا جو پوری لگن سے اپنے کام میں مچو تھا چونک کر اس لڑکی کی سمت متوجہ ہوا جو بلیو جینز پہ ٹاپ پہنے باب کٹ بالوں سمیت اسے لڑکا لگی تھی۔ اس کی شکل دیکھتے

اس لڑکی کے چہرے پہ ناگواریت در آئی۔ رضائے سر کھجاتے مشکوک نگاہوں سے سرتاپا اس کی جانب دیکھا۔

"تم کون۔"

اس نے رومال سے پسینہ پونچھتے وہی رومال دوبارہ کندھے پہ ڈالا تھا۔ انداز تفتیشی تھا لیکن لہجہ بھرپور گاؤں کے باسی کا تھا۔ اس لڑکی کی سیاہ گہری آنکھوں میں حقارت و قہر سمٹ آیا۔

کیوں تم میرے باپ لگتے ہو جو تمہیں بتاؤ زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں۔"

"ہے سیدھی طرح میری بات کا جواب دو۔"

وہ گستاخانہ لہجے میں بولی۔ ماتھے پہ سلوٹیں نمایاں تھیں۔ رضا کی پرسوج نگاہیں اس کے سرخ و سفید چہرے پہ جمی تھیں جو دکھنے میں تو کم عمر لڑکی کا تھا لیکن زبان اس کی کسی تیز دھاڑی کی مانند تھی جو سب کو چھلنی کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔

"کیوں باجی میں تم کو کیوں بتاؤں۔"

وہ اسے جانتا تک نہیں تھا اور وہ کیسے اس پہ حکم چلا رہی تھی۔ رضا کے لہجے پہ اس لڑکی کا وجود گویا شعلوں کی ضد میں آگیا۔

ایک تو اس کا گندا سا حلیہ سونے پہ سہاگہ اس کا بولنے کا انداز اس لڑکی کی سیاہ آنکھوں میں تنفر کی لہریں دوڑنے لگی۔ اس کے آدھ کھلے منہ سے دکھائی دیتے پیلے دانت اسے بے ساختہ کراہیت سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا اسے نہایت ہی گندا لگا۔

تم نے اپنی شکل دیکھی ہے آنکھوں سے تم بھینگے ہو دانت تمہارے باہر کو ہے " کھڑے تم میرے گھر میں ہو اور میری آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے میرے آگے ہی "اپنی یہ چونچ چلا رہے ہو۔

وہ جارحانہ انداز میں اس کی جانب بڑھتے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو اس لڑکے نے اس کے تیور دیکھتے اپنے قدم بے ساختہ پیچھے لیے تھے جو اب اپنی

شرٹ کے آستین فولڈ کر رہی تھی۔ اب وہ بالکل دروازے سے لگا تھا جبکہ وہ لڑکی سرخ لہو ہوتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالے اس کے سر پہ کھڑی تھی جو بات کرتے ہوئے بار بار اپنے شولڈرکٹ بالوں کو جھٹکتے پیچھے کی جانب کر رہی تھی۔

دیکھوں تم اب زیادہ ہی بول رہی ہو باجی یہاں مفت میں نہیں آیا پیسے بھرے "ہیں میں نے۔ مفت خوری کبھی نہیں کی بلکہ حق حلال کی کمائی کرتے ہیں۔

وہ بھی اس کے انداز اور لہجے سے اچھا خاصہ عاجز آچکا تھا تبھی منہ بناتے ہوئے بولا جس کی بدولت اس کے چہرے کے بائیں جانب بناکٹ اس لڑکی کو بدمزگی سے رخ پھیرنے پہ مجبور کر گیا۔

او مائی گاڈ مطلب تمہیں رکھا ہے اس جلاد نے اس گھر میں کرائے دار کے طور پہ "ہاؤڈ سکسٹنگ۔ اس گھر میں تم میرے مقابل رہو گے تمہاری اوقات کیا ہے "بھدے انسان۔ تمہارے جیسے انسان تو میری جوتی کی نوک پہ ہوتے ہیں۔

وہ نخوت زدہ لہجے میں بولتی اچھا خاصہ تلملائی تھی مطلب اس گھر میں کرائے دار رکھا بھی تو اس جیسے انسان کو جس کی نہ کوئی صورت ہے نا کچھ۔ اور وہ اس کے مقابل کھڑا تھا۔ رضا نے ٹھٹھک کر سرتاپا اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جس کے شولڈر کٹ بال تھے جو جب جب وہ بات کرتی تھی ہلتے تھے۔ اس نے آنکھوں کو چھوٹا کیے اپنے منہ سے پان کی تھوک دور پھینکی تھی۔ اس لڑکی کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹنے لگی۔

"یو بلڈی ایڈیٹ۔"

وہ اتنی گندگی دیکھتے اسے دھکا دیتے ہوئے رعونت سے بولی تو رضا نے بروقت دیوار کا سہارہ لیتے خود کو سنبھالا تھا۔

اے پاگل لڑکی تیرے کو شرم نہیں آتی جو ایسے دھکا دے رہی ہے یا کسی نے "سکھائی نہیں۔ یہ بلڈ نہیں ہے پان ہے۔"

وہ اپنی شرٹ کی آستین فولڈ کرتا تمام لحاظ بالائے طاق رکھتا اشتعال آمیز لہجے میں بولا تو اس لڑکی کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹنے لگی۔ اس نے آگے بڑھتے ایک ذوردار تھپڑ رضا کے منہ پہ جڑا تھا۔ رضا اس کی اچانک کاروائی پہ ہونق زدہ رہ گیا۔

آج تو مجھ سے ایسے مخاطب ہو گئے تم لیکن آئندہ اس قدر واہیات طریقے سے مجھ سے بات کرنے سے پہلے سو بار نہیں ہزار بار نہیں بلکہ کروڑ بار سوچنا میں معاف کرنے والوں میں سے قطعی نہیں ہو اور اپنی اس بد صورت شکل کو لے کر میرے سامنے دوبارہ ہرگز مت آنا ورنہ یہ جو ایک جانب نشان ہے نا دوسری جانب بھی ایسا "ہی دیکھنے کو ملے گا۔"

وہ پتھریلی نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھتی سرد مہری سے بولی تو رضا نے حیرت سے گال پہ ہاتھ رکھے اس لڑکی کے طور اطوار دیکھے تھے آنکھوں میں آنسو جمع ہونا شروع ہو گئے۔ وہ اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا جسے وہ جانتا بھی نہیں تھا لیکن ناجانے کونسے بدلے لینے کی خاطر اس سے لڑنے آگئی تھی۔ شاید اسے بنا بات کے

بات بڑھانے کا شوق تھا۔ وہ سر جھٹک گیا اس کی بھی مجبوری تھی اسے صفائی کی نوکری بھی انہی کے بیٹے کے ہسپتال میں ملی تھی۔ اب اسے کمانے کیلئے اس بدتمیز اور منہ پھٹ لڑکی کو بھی سہنا تھا تبھی بیزاریت سے اس کی جانب دیکھا۔

"اے لڑکی کیا واویلا مچا رکھا ہے آپ نے یہاں۔"

اس سے پہلے کہ وہ لڑکی مزید کوئی گوہر افشانی کرتی معاً اپنے عقب سے آنے والی کڑک آواز پہ وہ تنفر بھرے انداز میں ضبط سے آنکھیں میچ گئی معاً وہ اپنے حواس بحال کرتی دل پہ پتھر رکھتے ان کی سمت متوجہ ہوئی۔

"یہ شخص اس گھر میں قطعی نہیں رہے گا دادی۔"

وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولی تو وہ پروقار انداز میں سپاٹ چہرے سمیت لاٹھی کے سہارے چلتے اس کے قریب آئی تھی جو دکھنے میں ہی خرانٹ سی لگ رہی تھی۔ اس کے تحکمانہ لہجے پہ ان کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔

نہ تو آج سے پہلے آپکی اس گھر میں سنی گئی ہے اور نہ آگے سننے کا کوئی خاص " ارادہ ہے۔ اس گھر کا ہر فیصلہ میں لیتی ہوں تو براہ کرم اپنے کام سے کام رکھیں " اور جائیں یہاں سے۔

وہ آنکھوں میں ناگواری لیے رعبدار لہجے میں بولی تو اس نے بے ساختہ ان کے جھڑپوں والے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھا تھا جن کو اپنی صرف انا غرور میں رہنا عزیز تھا باقی دنیا ان کیلئے محض ایک کھیل کی مانند تھی۔ وہ تمسخر سے ہنستے ان کی بات کو معمول کی مطابق سرے سے نظر انداز کرتی کندھے اچکا گئی اور جیب سے چیونگم نکالتے منہ پہ ڈال کر بے نیازی سے چبانے لگی۔ اس کا یہی لڑکوں والا انداز تو انہیں ذہر سے بھی بدترین لگتا تھا۔

وہ ایک نخوت بھری نگاہ اس پہ ڈالتے رضا کو انیکسی میں جانے کا اشارہ کرتی خود بھی ڈوپٹہ درست کرتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی اس نے اپنا رخ دوبارہ اس سیاہ فام کی جانب کیا تھا۔

"ویسے تم اس قدر کالے اور بھدے کیوں ہو۔"

اس سے پہلے وہ اندر کی جانب جاتا اس نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا جو سیدھا نشانے پہ لگا تھا۔ اس کی بات پہ رضا کا رنگ سرعت سے پھیکا پڑا تھا لیکن اگلے ہی لمحے وہ ایک بار پھر نارمل ہوتے بے تاثر نگاہوں سمیت اسے مخاطب کر بیٹھا۔

"لگتا ہے باجی تم لوگوں کو اس کی صورت دیکھتے پرکھتی ہو۔"

وہ شاید بار بار اپنی صورت کی بابت برائیاں سنتے برا مان گیا تھا تبھی اپنے دانتوں میں انگلی مارتے ہوئے بولا تو اس لڑکی نے غیض کے عالم میں اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔ رضا کیوں ایسی حرکتیں کر کے اس کے ضبط کا امتحان لے رہا تھا۔ اسے ابکائی آنے والی ہو گئی۔ اس کے کپڑوں سے اٹھتے ہوئے بدبو کے بھبھوکے اپنے اطراف میں پھیلتے محسوس ہوئے۔

ہاں پرکھتی ہوں میں لوگوں کو ان کی صورت دیکھتے مجھے کسی کی بھی سیرت اپنی "جانب نہیں کھینچ سکتی میرے لیے صرف صورت ہی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ مجھے

شروع سے یہی سکھایا گیا ہے۔ اور مزید ایک بات میں لگے انسان کی صورت دیکھتے ہی اندازہ لگا لیتی ہوں کہ لگے انسان کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے کہتے ہیں نا عقاب کی نظر ہے میری اور میری بات اپنے اس بھوسے بھرے ہوئے ذہن میں ابھی سے بٹھالو کہ تمہیں تو میں اس انیکسی سے نکلوا کر ہی رہوں گی۔ یو جسٹ "ویٹ اینڈ واچ۔ تمہاری حیثیت میں تمہیں باور کروا کر ہی رہو گی یو چیپ۔"

وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولتی اس کے ٹوٹے پھوٹے شوز پہ پاؤں مارتی پیر پختے ہوئے گھر کے داخلی دروازے کی جانب قدم بڑھا گئی۔ رضانے سر جھٹکتے اپنے کندھے سے رومال اتارا اور دروازے کی کنڈی جھاڑنے لگا یہاں مٹی اٹی ہوئی تھی۔ مجھے لگتا ہے باجی ابنارمل ہے تبھی تو سب کے اوپر پل پڑتی ہے خیر چھڈو مجھے تو" رہنے کی اتنی حسین و عالیشان جگہ اور نوکری تو ملی اب میں پیسے کما کر اپنے گھر والوں کا پیٹ پال سکتا ہوں۔"

وہ آسمان کی جانب دیکھتے اپنے سیاہ ہاتھ چہرے پہ پھیرتے ہوئے بولا کیونکہ وہ اپنے گھر والوں کو واحد سہارہ تھا تبھی اس نوکری پہ بھی پرسکون تھا۔

(مظفر آباد)

"جزا یہ لیتی جا میری جان۔"

نادیہ بیگم کی آواز پہ سکول جاتی جاتی جزا مسکرا کر ان کی جانب پلٹی تھی معاً ان کے ہاتھ میں ٹفن کا بکس دیکھتی جی جان سے مسکراتے ان کے گلے کا ہار بنی تھی۔

"شکریہ امی۔"

وہ ان کے گال پہ بوسہ دیتے ہوئے بولی اور گھر کی دہلیز عبور کر گئی تھی۔ سامنے گھر سے اقرا کو لیتی اب وہ دونوں پیدل ہی چل کر قریبی سکول کی جانب جا رہی تھی۔ پورا

راستہ باتوں کے دوران کیسے کٹا خبر ہی نہ ہوئی۔ سکول پہنچتے ہی گارڈ کو سلام کرتے
اقرا تو آفس کی جانب چل دی جب کہ جزا کا رخ سٹاف روم کی جانب تھا۔

سٹاف روم میں پہنچتے ہی اس نے اپنا ڈوپٹہ وغیرہ سیٹ اپنے ایک طائرانہ نگاہ خود
پہ ڈالی اور تسلی ہوتے ہی باقی ٹیچرز سے ملتی اس سے پہلے کہ باہر کی جانب جاتی
میڈیم کی آواز پہ اس کے اپنی کلاس میں بڑھتے قدم ٹھٹھکے تھے۔

"مس جزا یہ رجسٹر آپ شازیہ کے کمرے میں پہنچادیں گی کیا۔"

انہوں نے عاجزانہ لہجے میں درخواست کی تو اس نے بنا کسی تردد کے اثبات میں
سر ہلایا تھا۔

"شیور میم۔"

وہ ان کے ہاتھ سے رجسٹر لیتی سکول کے ایک کونے میں بنی زینوں کی جانب چل
دی۔ وہ اپنے ہی دھیان میں مصروف اوپر کی جانب بڑھ رہی تھی معاً سیرھیوں

کے وسط میں ہی کچھ عجیب و غریب شور نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی وہ جو کوئی بھی تھا اس کی آواز ہولے ہولے دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ اسے تجسس سا ہونے لگا۔ دیوار پہ ناجانے کیوں پردہ سا لگا ہوا تھا اسے آج پہلی بار یہاں آنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس نے تجسس کے مارے مجبور ہو کر اس پردے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا معاً کسی بچے کی سسکیوں کی آواز پہ اس کا رنگ سرعت سے فوت ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنے قدم مزید آگے بڑھاتے وہ پردہ ہٹاتی عقب سے کسی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ وہ ایک چیخ مارتے ریلنگ سے پشت ٹکائے آنکھیں میچ گئی تھی۔

"ایکسیوزمی مس۔"

اپنے انتہائی قریب سے آنے والی مردانہ آواز اور مسحور کن خوشبو نے ایک لمحے کیلئے جزا کو اپنے حواسوں میں جکڑا تھا۔ اس نے اپنے آنکھوں پہ رکھے ہاتھوں کو ہٹاتے ذرا سی آنکھیں واں کی تھی معاً اپنے سامنے کھڑی ایک نئی شخصیت کو دیکھتے اس کی آنکھیں تحیر کے مارے پھیلی تھی۔ آنکھوں میں ایک انجان کو دیکھتے خوف بھی ابھرا تھا۔

"آپ کون۔"

اس نے سہمے سہمے انداز میں استفسار کیا تو مقابل نے اپنی آنکھوں میں ستائش لیے اس کا گلابی چہرہ دیکھا تھا جو گلابی اور پیلے رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں اسے پھول کی مانند تروتازہ لگی تھی۔ اس نے مسکاتی نگاہوں سے سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا۔ اس کی نگاہوں سے وہ خائف ہوتی انگلیاں چٹخانے لگی۔

مس آپ پلیز پریشان مت ہو۔ میں یہاں کا پروفیسر ہوں شاید آپ نئی آئی ہیں"

"تجھی پہچان نہیں پائی مجھے۔"

اس نے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا تو وہ شرمندہ سی ہوتی اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔ وہ شخص بھی ایک متبسم نگاہ اس کے اڑے اڑے حواسوں پہ ڈالتے زینے چڑھتا اپنی کلاس کی جانب بڑھ گیا تھا پیچھے وہ ایک بار پھر اس پردے کو دیکھتی اپنے حواس بحال کر رہی تھی۔ ایک تجسس بھی تھا اور خوف بھی کہ ناجانے بچوں کی عجیب و غریب آوازیں یہاں سے کیوں آرہی تھی۔ معاً اس دن والی بچے کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا تھا۔ ایک غیر معمولی پن کا احساس شدت سے اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔

"اگر یہاں کچھ غلط۔ نہیں نہیں میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔"

وہ خود کو ہی ملامت کرتے ہوئے دل ہی دل میں بولی۔ ابھی وہ ایک ہاتھ سے گرل تھا مے جبکہ دوسرا ہاتھ کی انگلی اپنے دانتوں تلے دبائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی معاً اپنے شانے پہ کسی کا لمس محسوس کرتے وہ چونک کر رخ پھیرنے

پہ مجبور ہوئی تھی مگر سامنے کھڑی اقرا کو دیکھتے اس نے ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔

تم یہاں کیا کھڑی سوچ رہی ہو۔ کیا ملک کا نظام ہلانے کا ارادہ ہے جو ارد گرد کا "اکوئی ہوش ہی نہیں ہے۔"

اقرا نے ہنستے ہوئے سوال کیا تو وہ بھی اس کے انداز پہ چہرہ جھکائے بمشکل مدہم سا مسکرا دی تھی۔ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے دل پہ چلتی حالات کا ملاحظہ کرے تبھی ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی تھی۔

"نہیں بس میں اپنی کلاس میں ہی جا رہی تھی۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی اپنے قدم کلاس کی جانب بڑھائے تھے مگر کچھ یاد آنے پہ وہ کچھ سوچتے کی اور پلٹی تھی۔

"اقرا ذرا سنو۔"

اس نے زینے چڑھتی اقرا کو مخاطب کیا تو اس نے ٹھہرتے سوالیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھائی تھیں جو کچھ بے چین دکھائی دے رہی تھی۔ اقرا کو حیرت ہوئی تھی اس کے تاثرات دیکھتے۔

"وہ تم سے کچھ پوچھنا تھا۔"

اس نے بات کی تہمید باندھتے ہی اپنے خشک پڑھتے لبوں پہ زبان پھیری تھی۔ اقرا نے اچھنبے سے اس کی جانب دیکھا جو اب پریشانی سے اپنی انگلیاں مسل رہی تھی۔

وہ دراصل یہاں سے بچوں کے سسکنے کی آوازیں آرہی تھیں یہاں کا کیا سین ہے " وہ میں بس ایسے ہی پوچھ رہی ہوں یہاں سے میں گزر رہی تھی تو بس وہ آوازیں آئی " تبھی وہی آوازیں ذہن میں گردش کر رہی تھیں اسی لیے تم سے پوچھ لیا۔

اس نے کہتے ساتھ ہی رسائیت سے اپنا جواز پیش کیا تو اقرا اس کی بات پہ مدہم سا ہنس دی تھی کہ وہ اس بات سے بے چین تھی۔

ارے پاگل یہاں وہ چوکیدار اپنی فیملی کے ساتھ رہائش پذیر ہے تبھی اس کے " بچے ہونگے تم بھی کچھ بھی سوچتی ہو۔ منفی سوچوں کو ایک جانب رکھتے مثبت بھی "سوچا کرو صحت کیلئے اچھا ہوتا ہے۔

وہ ہنس کر بولتی سر جھٹکتے زینے چڑھ گئی تھی جبکہ اس کی بات پہ جزاء مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ ناجانے کیوں بار بار دھیان انہی آوازوں کی جانب جا رہا تھا یہاں تک کے سکول سے واپسی پہ بھی وہ کھوئی کھوئی کیفیت میں تھی۔ اقراء نے بار بار اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کی باتوں پہ بھی بے دھیانی میں ہی ہوں ہاں کرتی رہی تھی۔ دل میں ایک عجیب سے قسم کا خوف کنڈلی مارے بیٹھ گیا تھا جس سے نکلنا شاید آسان کام نہیں تھا خاص طور پہ جزاء کیلئے۔

سیاہ بادل آسمان پہ اپنا ڈیرا جما چکے تھے۔ بادلوں نے تاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ایک سکون سا فراہم کر رہی تھی۔ ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی

موجود تھی۔ ایسے میں وہ معمول کے مطابق کچن میں کھڑا گنگناتے ہوئے چائے بنانے میں مصروف تھا۔ کچن میں کھلی کھڑکی ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا دیتی اور ساتھ ہی ماحول خوشگوار ہو جاتا تھا۔

"بھائی لوگ چائے تیار ہے لاؤنج میں تشریف لے آئیں۔"

وہ چائے کپوں میں انڈیلتا ہوا اونچی آواز لگاتے ہوئے بولا۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد وہ جوں ہی ہاتھوں میں ٹرے تھامے لاؤنج میں پہنچا وہ دونوں ہاتھوں میں چپ لیے کسی بحث و مباحثے میں مصروف تھے۔ اس نے جیسے ہی ٹرے وسط میں رکھ کر شیشے کی میز پر رکھی وہ دونوں مسکراتے ہوئے تمام باتوں کو ذہن سے جھٹکتے چائے کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"بہت شکریہ حسن بیٹا اس کی بہت ضرورت تھی۔"

عشب نے مسکرا کر بولتے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا جب کے اس کے بیٹا کہنے پہ وہ ہمیشہ کی طرح چڑا تھا۔ دین نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی خاطر کپ لبوں سے لگالیا تھا۔

یار عشب بھائی پھر سے بیٹا میں کوئی بیٹا ویٹا نہیں ہوں آپکا۔ صرف چھ سال ہی " "تو چھوٹا ہوں۔

وہ منہ بناتے ہوئے بولا تو وہ دونوں اتنے تھکن زدہ ماحول میں بھی ناچاہتے ہوئے ہنس دیے تھے۔ وہ ان سب کو ہی اس قدر عزیز تھا ان سب کے ہنسنے کی وجہ۔ جب سے ان دونوں کو معلوم ہوا تھا کہ وہ بالکل اکیلا ہے اس بھری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے اس وقت سے سب میں والے اس سے بالکل بچوں کی مانند ٹریٹ کرتے تھے اور اسی بدولت وہ سب اسے کبھی کبھار بیٹا کہہ کر بھی مخاطب کر لیتے تھے لیکن اسے اس لفظ سے شدید چڑ تھی۔ ابھی بھی وہ اس کے طرز مخاطب پہ وہ چڑ گیا تھا۔

بھائی پلیز مجھے ایسے بیٹا بیٹا کہ کر مخاطب مت کیا کریں۔ آپ جانتے ہیں مجھے کس "قدر برا لگتا ہے یہ لفظ۔"

وہ ان دونوں کے مسکراتے چہروں کو دیکھتے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تو وہ دونوں بے ساختہ کھل کر ہنس دیے تھے۔

اپنی ویز چائے ہمیشہ کی طرح ذبردست تھی اب سکون سے آگے کی مرحلے بھی "طے ہو جائے گے بیٹا۔"

اب کی بار دین بھی شرارتی لہجہ اپناتے آخر میں بیٹا پہ زور دے کر بولا تو حسن منہ بسورے دوسری جانب رخ کر گیا تھا۔ وہ تینوں میٹنگ کیلئے یہاں اکھٹے ہوئے تھے تاکہ جو اقدام آگے اٹھانے ہیں ان کے بارے میں گفت و شنید ہو جائے۔

آپ دیکھیے گا آپ کے بچوں سے تو میں گن گن کر بدلے لوں گا بس آپ کی "شادی کرانے کی دیر ہے۔"

وہ منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بے بسی سے بولا تو عشب اس کی بات پہ تاسف سے نفی میں سر ہلا گیا جسے ان سے زیادہ اس کی شادی کی فکر تھی۔

چلو عشب میٹنگ روم میں سر سے بھی بات ہو جائے گی تفصیل سے ساتھ "ہی۔"

دین کا چہرہ جو ایک لمحے کیلئے تاریک ہوا تھا اس کی بات پہ۔ اس کی سرد آنکھوں میں کرب کی ایک لہر دوڑی تھی۔ وہ جلد ہی خود کو سنبھالتے وہ فلحال حسن سے مکمل طور پہ نظر اندازی برتتے عشب کو سنجیدگی سے مخاطب کیا تو اس نے بھی حیرت سے اس کا انداز دیکھا تھا جو بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی تھی جبکہ حسن جسے یہ بات پہلے سے ہی ازبر تھی کہ وہ شادی کے نام سے ہی خار کھاتا ہے اپنا پلین کامیاب ہوتا دیکھ دل ہی دل میں بھنگڑے ڈالنے لگا۔

ویسے بھائی بتائیں ناکب کریں گے شادی جب آپ کی بیوی اور میری بھابھی "آئے گی اور پھر چھوٹے چھوٹے گولو مولو سے بے بیز۔"

اس نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے معصومیت سے قیاس آرائی کی تو عشب نے اس کی حرکت پہ بے ساختہ اسے آنکھیں دکھائی تھی جبکہ دین کا ضبط جو کافی دنوں پہ خود پہ کیے بیٹھا تھا وہ ٹوٹ گیا تھا۔

حسن کین یو پلیر شٹ اپ۔ ہر وقت مذاق اچھا نہیں ہوتا۔ یہاں انسان پریشانی سے گھلے جا رہا ہو اور آپ کو ایک ہی بات سوچھ رہی ہے اور وہ بھی میری شادی کی کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کریں اور اگر نہیں ہو سکتے تو اپنی زبان کو لگام دے لیا "اگریں۔"

وہ مٹھیاں بھینچتے سختی سے اسے باور کرانے والے انداز میں دھاڑا۔ اس کے لہجے پہ حسن کے مسکراتے لب فوراً سے پہلے سمٹے تھے۔ اس نے فح ہوتے چہرے سمیت مشکل مسکراتے عشب کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں سردین لیے دین کو ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا۔

"سوری بھائی اب نہیں بولوں گا۔"

وہ آنکھوں میں خالی پن لیے بولتا وہاں سے نکلتے اپنے کمرے کی سمت چل دیا جبکہ عشب کی نگاہیں ہنوز دین کے فوق ہوتے چہرے کی جانب ہی تھی جواب بے چینی سے حسن کو کمرے کی جانب جاتا دیکھ رہا تھا۔

"کیا مجھے یہ پوچھنے کا حق ہے میجر فار دین کہ یہ کیا حرکت تھی۔"

عشب کے سنگین لہجے پہ اس کا دل دھک سے رہ گیا اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے اس کی جانب دیکھا تھا جس نے آج تک کبھی اسے پورا نام لیتے مخاطب نہیں کیا تھا ایسا طرزِ مخاطب اس کا اس وقت ہی ہوتا تھا جب وہ کسی سے سخت خفا ہوتا تھا۔

پلیز عشب اس اس متعلق تم مجھ سے بات مت کرنا۔ ہم یہاں مشن کے خاطر "آئے ہیں ناکہ شادیاں کرنے۔"

وہ جھنجھلاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ گیا تھا۔

لنگوٹج پلیز میجر فار دین۔ لیٹ ڈیٹ ٹاٹم آیم یور لیڈر۔ سو ہاؤ ڈیئر یو ٹو ٹاک می لائک"
"ڈیٹ۔

اس کے بھینچے بھینچے انداز پہ دین نے سن ہوتے اس کی جانب دیکھا تھا جس کا
چہرہ حد درجہ سرخ پڑھا تھا۔

عشب تم یہ کس طرح بات کر رہے ہو۔ ابھی فلحال ہم مشن کو ڈسکس نہیں"
"کر رہے تھے بلکہ ایک فیملی کی طرح وقت گزار رہے تھے۔

اس نے جیسے جتایا تھا۔ عشب نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جیسے اس
کی بات بالکل پسند نہ آئی ہو۔

پہلے ایک بار سوچ لو کہ چاہتے کیا ہو۔ ایک جانب تم کہ رہے ہو کہ ہم مشن کیلئے"
آئے ہیں اور دوسری جانب کہ رہے کہ ابھی ہم فیملی کی طرح تھے۔ مجھے بھی
اطلاع دے دیں تاکہ میں سوچوں کہ مجھے آپ کے ساتھ ایز آلیڈر رہنا ہے یا ایز کا

فیملی میمبر کیونکہ شاید اس نے بھی فیملی میمبر سمجھ کر ہی آپ سے مذاق کیا تھا
"جسے آپ اس حد تک سنجیدہ لے گئے کہ اس کا لحاظ بھی نہیں کیا۔"

عشب نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولتے آخر میں جواب طلبی کی تھی۔ اس کے انداز
پہ وہ خود پہ ضبط کرتے شرمندگی سے آنکھیں میچ گیا تھا۔ عشب بھی گھٹنوں پہ ہاتھ
رکتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اب اس کا رخ میٹنگ روم کی جانب تھا۔
"سوری۔"

حسن جو اپنے کمرے کی ٹیرس پہ خاموشی سے ہاتھ جمائے کھڑا ناجانے آسمان پہ کیا
تلاش کر رہا تھا اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ چونک کر اسے ایک نظر دیکھتے
بے رخی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا جبکہ ایئر پیس کی بدولت ان کی آوازیں میٹنگ
روم میں جاتے عشب کے کانوں میں پڑی تو وہ دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

چلو اب زیادہ بھاؤ مت کھاؤ جانتے ہونا کہ مجھے یہ باتیں بالکل بھی نہیں پسند تو"
 کیوں بار بار انہی باتوں کا ذکر کرنا۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ ان سب چیزوں کی
 "بدولت میں تم پہ اپنا ٹیمپر لوز کروں۔"

وہ متانت سے سمجھانے والے انداز میں بولا تو حسن نے ناراض نگاہوں سے اس کی
 جانب دیکھا تھا۔

"ہاں جس دن میں نہیں نا ہونگا یہاں آپ کے پاس۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا ائیر پیس سے عشب اور سامنے کھڑے دین
 نے بیک وقت سختی سے اسے ٹوکا تھا وہ چمکتی نگاہوں سمیت قہقہہ لگا گیا جبکہ ان
 دونوں کا دل بری طرح ڈوبا تھا۔

ارے یار ایسے حواس باختہ تو مت ہو میں صرف مذاق کر رہا ہوں میں بھلا آپ"
 "دونوں کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا بھلا حسن کا آپ کے بغیر کوئی وجود نہیں ہے۔"

وہ دین کے گلے سے لگتا ہوا محبت سے بولا تو دین نے آنکھیں میچتے اسے سینے میں بھیج لیا تھا۔ وہ ان سب کو ایسے ہی عزیز تھا اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دل ہولا بھی دیتا تھا اور بعد میں سنبھال بھی لیتا تھا۔

"میجر فار دین اینڈ کیپٹن حسن کم ان دی میٹنگ روم کوئٹ۔"

معاً ائیر پیس میں میجر عشب کی بھاری گھمبیر آواز گونجی تو وہ دونوں چونک کر ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور سنجیدگی سے میٹنگ روم کی جانب چل دیے۔ ان کے چہروں پہ گزرے واقعے کا کوئی تاثر تک نہیں تھا۔ گھر کی لمبی راہداری عبور کرتے ہی جوں ہی وہ دونوں زینوں کی بیک سائیڈ پہ پہنچے زینوزن کی دیوار پہ ہی یہ خفیہ کمرہ بنوایا گیا تھا انہوں نے ایک خفیہ بٹن دبایا۔ بٹن دباتے ہی میٹنگ روم کا دروازہ درمیان سے آدھا ہوتا کھلتا چلا گیا تھا اور لمبی سیرھیاں ان کی منتظر تھیں۔ نیچے پہنچتے ہی انہوں نے ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں ڈالی تھی جہاں ان کے کام کا اسلحہ اور بھی بہت سا سامان تھا جو ان کے مشن پہ ہمہ وقت ان کے ساتھ ہوتا

تھا۔ ان کے آتے ہی وہ راستہ ان کی صورت پہچانتے بند ہو چکا تھا۔ دائیں جانب میز کے ارد گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک پہ میجر عشب سپاٹ چہرے سمیت انہی کے محو انتظار تھے۔ یہ گھر ان تینوں کا تھا تبھی یہ خفیہ کمرہ خاص طور پہ عشب نے میٹنگز کی بدولت بنوایا تھا تاکہ گھر میں ہوتے ہوئے بھی کسی کو علم تک نہ ہو کہ وہ سب چیزیں ڈسکس کہا کرتے ہیں کیونکہ کمرے کا دروازہ بھی اسی رنگ کا تھا۔ وہ دونوں مضبوط قدموں سمیت چلتے کرسیوں پہ براجمان ہو گئے تھے اب ان کا رخ عشب کی جانب تھا تاکہ بات کا آغاز کیا جاسکے۔

"حسن پلیز ٹرن آن دی پروجیکٹر۔"

اس کی بھاری آواز پہ وہ اثبات میں سر ہلاتا پروجیکٹر آن کر گیا۔ دین نے وائر اس سے کٹینکٹ کرتے لیپ ٹاپ سنبھالا تھا۔

فرسٹ ہم کچھ اہم چیزیں ڈسکس کریں گے اس میٹنگ کو لے کر اور سیکنڈ وی "ہیو آ میٹنگ وڈ جنرل عاکف آفٹر ہالف این آور۔"

اس نے دونوں کو اطلاع دی تو ان دونوں نے ایک ساتھ اسے سیلیوٹ کیا تھا کیونکہ فلحال وہ انہیں لیڈ کر رہا تھا تو وہ عہدے اوع رتبے دونوں میں ان سے بڑا تھا۔

"کیپٹن فہد اب تک کی ساری انفارمیشن بتائیے۔"

اس نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔

سر وہ دراصل اب تک جانچ پرتال سے جو کچھ سمجھ میں آیا ہے وہ یہ کہ یونی میں "جو لڑکیاں غائب ہوئی ہیں ان کے پیچھے یونی کا ڈین بھی شامل ہیں۔ اور جس کے ذریعے یہ کالا دھندا چل رہا ہے اور اسی کام میں اس یونی میں خفیہ طریقے سے کافی لڑکے لڑکیاں بھی ملوث ہیں۔ اس ڈین تک پہنچنے کی اس دن کافی جدوجہد کی تھی لیکن اچانک کچھ لڑکوں کی آمد سے مجھے رکنا پڑا تھا لیکن جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس بات کی گارنٹی ہے کہ اس ڈین کے اندر ہی ہو رہا ہے۔ باقی کل انشا اللہ ایک بار پھر "اتمام صورتحال کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہے۔"

اس کی بات پہ اس نے پرسوج نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

اس نے کافی جگہ ویسے اپنے آدمی پھیلائے ہوئے ہیں اور بھی کافی جگہوں سے "اطلاعات ملی ہیں یہ جو بھی ہے اس کی موت بہت بری لکھی ہے۔"

دین شرر بار نگاہیں کسی نادیدہ نقطے پہ جمائے مٹھیاں بھینچتے کڑے لہجے میں بولا تھا۔ اسی طرح باتوں میں مصروف تقریباً آدھے گھنٹہ گزرتے ہی سکمرین پہ سر عاکف نمودار ہوئے تھے۔ اس تینوں نے سنجیگی سے کھڑے ہوتے انہیں سلیوٹ کیا تو انہوں نے فقط مسکرانے پہ اکتفا کیا تھا۔

"میجر عشب کیا اپڈیٹ ہے اب تک کی۔"

انہوں نے دونوں ہاتھوں کو باہم ملاتے سنجیگی سے استفسار کیا۔

سر جو لوگ اس کام میں ملوث ہیں کافیوں کے متعلق اپڈیٹ ہے ہمیں۔ اب "کل ہی اسلحے کی فراہمی ہونی ہے اور ہمیں کسی بھی طرح وہ روکنی ہے تاکہ انہیں

اندازہ ہو جائے کہ کوئی ان کے دمقابل آگیا ہے وہ کیا ہے نا ہوش بھی تو ٹھکانے لگانے ہیں اور اس کام میں میجر عشب کو بہت لطف آتا ہے۔ کل ہم اس ڈین کے خفیہ سٹور روم میں اپنا سرچ آپریشن کریں گے اور کسی بھی طرح وہاں سے وہ "نشہ آور ادویات کی بوریاں غائب کرنی ہے۔

وہ بھاری گھمبیر لہجے میں گویا ہوا اس کی آنکھوں میں مخصوص قسم کی چمک نے احاطہ کیا ہوا تھا۔

لیکن سر ایک اہم چیز ہمیں سب سے پہلے اس انسان کا پتہ لگانا ہے جس کی "بدولت یہ سب کچھ ہو رہا ہے اتنا بڑا کالا اور گورک دھندا چل رہا ہے تو ضرور بڑی بڑی ہستیاں بھی اس میں شریک ہونگی میری اطلاع کے مطابق۔

دین نے اپنے مطابق بہت اہم پہلو ان سب کے سامنے رکھا تھا۔ جنرل عاکف نے فخریہ انداز میں ان تینوں کی جانب دیکھا تھا ان کا ان تینوں کو اس مشن پہ بھیجنے کا ارادہ بالکل درست تھا۔

اس بارے میں بھی ایک بہت ہی اہم اطلاع ہے یہ سب کچھ اس ملک میں تو "بلکل نہیں ہو رہا اس بات کی تصدیق میں کرچکا ہوں اور رہی بات کسی پہ شک ہونے کی تو سر ایک انسان پہ میری کڑی نظر ہے اور مجھے کہی نا کہی شک ہے کہ "اس کام میں اس شیطان صفت انسان کے ساتھ وہ بری طرح شامل ہے۔

میجر دین کی بات پہ میجر عشب نے بہم سا مسکراتے جواب دیا تھا ان تینوں نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا جو نا جانے کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ دونوں اس کے انداز پہ تذبذب کا شکار ہوئے تھے۔

"کس پہ شک ہے آپکو۔"

جنرل عاکف نے نا سمجھی سے اسے مخاطب کیا۔

سر ابھی تو میں بلکل نہیں بتا سکتا آپ جانتے ہیں جب تک میں ایک بات پہ "یقین کی مہر نہ ثبت کرلوں میں کسی کو بھی اس کے متعلق اطلاع نہیں دینا۔

اس کی بات پہ وہ سب اثبات میں سر ہلا گئے تھے۔

لیکن میجر عشب آپ کا شک ہمیشہ بالکل ٹھیک گیا ہے ایسے ہی تو آپ کو سب "عقاب کی نظر نہیں کہتے جو ایک بار دیکھنے پہ ہی سب بھانپ جاتی ہے۔

کیپٹن حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی بات پہ وہ فقط سر جھکا گیا تھا۔

لیٹس سی کہ کیا ہوتا ہے لیکن دعا کرو کہ وہ نہ ہو کیونکہ اگر وہ ہوا تو ایک سیکنڈ"

نہیں لگاؤں گا میں اس کی جان لینے میں کیونکہ کوئی بھی دشمن کبھی نہ میری

نگاہوں سے بچ سکا ہے اور نہ ہی میرے عتاب سے۔ میجر عشب اس معاملے میں

"بہت بے رحم ثابت ہوا ہے۔

وہ موت آلودہ مسکراہٹ سمیت بولا تو سب نے چونک کر اس کے چہرے کے

تاثرات دیکھے تھے۔

خیر مجھے آپ سب سے یہی امید تھی۔ بس آپ نے ہر قدم پھونک پھونک کر "اٹھانا اور کسی بھی قسم کی کوتاہی ان لوگوں کی جان کو جو کھم میں ڈال سکتی ہے۔ ہمیں انہی معصوم جانوں کا محافظ بنایا گیا ہے اور ہمیں سہی سلامت انہیں "بازیا ب کرا کر ان کے ٹھکانوں تک پہنچانا ہے اور یہی ہمارا مشن ہے۔"

وہ رسائیت سے گویا ہوئے تو ان تینوں نے پر عزم انداز میں بیک وقت انہیں سلیوٹ کیا تھا۔ اسی طرح مزید دو تین نصیحتیں کرتے ہی وہ لوگ میٹنگ ختم کرتے سکرین آف کرتے اب عشب کی سمت متوجہ ہوئے تھے تاکہ اگلے اٹھانے والے قدم کے متعلق جان سکیں۔

"عشب اب کل کا کیا پلین ہے۔ کیسے ان سب کو بازیا ب کرانا ہے۔"

فاردین نے اپنی پیشانی مسلتے تفکر بھرے لہجے میں اس سے باز پرس کی تو اس نے تسلی دینے والے انداز میں اس کے شانہ تھپتھپایا تھا۔

کچھ خاص نہیں بس کل ہم ڈین کے آفس تک ایک خفیہ ریسرچ آپریشن کریں " گے اور اگر ضرورت پڑی تو اس کی آؤ بھگت کرتے اسے موت کا پروانہ تھمادیں " گے۔

وہ تنفر بھرے لہجے میں سفاکی سے بولا تو ایک لمحے کیلئے میٹنگ روم میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

"ویسے وہ جو بھی ہے بہت مضبوط ہے۔"

حسن نے بات کے اختتام پہ ان دونوں پہ طائرانہ نگاہ ڈالی تھی۔

جو بھی ہوگا لیکن ہم سے زیادہ مضبوط نہیں ہوگا۔ ہمیشہ اپنے دشمن کو اپنے سے " کمزور سمجھو اگر طاقت ور سمجھو گے تو کامیابی تمہارا مقدر کبھی نہیں ٹھہرے گے۔

اس نے ایک اچلتی نگاہ اس پہ ڈالتے ٹھہرے انداز میں بہت ہی گہری بات کی تھی۔ ان دونوں نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

دس میٹنگ از اوور ناؤ۔ یو بوتھ کین گو۔ کل سے ہم اس مشن کا ایک نئے طریقے " سے آغاز کریں گے۔

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولا تو وہ دونوں اسے شب بخیر کہتے میٹنگ روم سے باہر نکل گئے تھے۔ ان کے جاتے ہی عشب نے اسی میز کے نیچے بنا خفیہ دراز کھولتے وہاں سے دو تین چھوٹی چھوٹی چپ برآمد کی تھی اور لہو رنگ آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ آنکھوں میں ایک مشن کو سر کرتے اس دشمن کو مات دینے کا جنون سوار تھا۔ جبکہ وہ دونوں اس کے ارادوں سے ہی یکسر انجان تھے۔ اس کے کٹاؤدار لبوں پہ بہت ہی تلخ مسکراہٹ رقم تھی۔

آج صبح ہی موسم اچھا خاصہ آبرآلود تھا۔ آسمان پہ سیاہ بادلوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا لیکن اس موسم میں بھی کسی نا نہی ایک بیزاریت رقم تھی۔ ایسے میں وہ اپنے

جمنیزیم میں ٹریڈ مل پہ دور نے میں مصروف تھی۔ بالوں کو اس نے جوڑے میں مقید کیا ہوا تھا لیکن شولڈر کٹ بال ہونے کی بدولت وہ سنبھلتے نہیں سنبھل رہے تھے۔ کچھ آوارہ لٹیں چہرے پہ جھول رہی تھی مسلسل بھاگنے کی بدولت پسینے ماتھے سے روتے ہوئے گردن پہ بہہ رہا تھا۔ ماضی کے گزرے مناظر کسی فلم کی مانند چل رہے تھے۔

"سب مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں آپ تو مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے نا کبھی۔" اس نے اپنی چھوٹی سی ہتھیلی اپنے مقابل بیٹھے گیارہ سالہ بچے کی جانب بڑھائی تھی تو اس نے بھی بنا کسی تردد کے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے اس دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتی ہوں۔" وہ چمکتی نگاہوں سمیت اسے باور کروا رہی تھی۔ اس بچے کے لبوں پہ ایک بھولی بھسری مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ اس نے اسے اپنے حصار میں لیتے اس کا سر سہلایا تھا۔

وہ آنکھوں میں نفرت لیے ٹریٹمل پہ بے تحاشہ بھاگ رہی تھی یہاں تک کہ تنفس بری طرح پھول چکا تھا وہ تیز تیز بھاگتے اپنے اندر کا غبار باہر نکالنے کی تگ و دو میں تھی یہاں تک کہ اس کا ہینڈل سختی سے تھامنے کی وجہ سے س کے ہاتھوں سے خون رسنے لگا تھا لیکن اس کا دماغ تو ماضی کی تلخ یادوں میں رکا ہوا تھا جسے وہ چاہ کر بھی اپنی ذات سے فراموش نہیں کر پارہی تھی۔

"علایہ بی بی رکیں یا خدایا خون۔"

خان بابا جو روز معمول کے مطابق اس وقت اس کیلئے فریش جوس کا گلاس لاتے تھے سامنے کا منظر دیکھتے ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا۔ انہوں نے تڑپتے ہوئے بے ساختہ علایہ کو پکارا تھا لیکن وہ ان کی آوازوں سے بے نیاز خود کو تکلیف دیتے ناجانے کیا ثابت کرنا چاہ رہی تھی شاید اس کا دل بھر گیا تھا اس زندگی کی تلخیوں سے۔

"علایہ بی بی ہوش کے ناخن لیں۔"

اب کی بات انہوں نے آگے بڑھتے ہمت کرتے خود ہی اس کا بازو اپنی گرفت میں جکڑتے روکا تھا۔ ان کی حرکت پہ جہاں اس کے بھاگتی ٹانگوں کو بریک لگی تھی وہی اس کے پیشانی پہ ابھرتی رگیں دیکھ خان بابا کا بھی خون خشک ہوا تھا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے خان بابا کے ہاتھ میں موجود گلاس ایک جھٹکے سے چیختے ہوئے زمین پہ پٹخا تھا۔

میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ کی لایہ اکیلی ہے کوئی نہیں ہے اس کا۔ اسے آپ کی ضرورت ہے لیکن نہیں میں تو سب کیلئے ایک کچرے کے ڈھیر کی مانند تھی نا "سب مجھے اس جہنم میں جھونکتے چلے گئے سب علایہ کو چھوڑ گئے تنہا کر گئے۔"

وہ بگڑے تنفس سمیت اپنے بالوں کو مسٹھی میں جکڑتے چیخ رہی تھی۔ خان بابا نے ترحم آمیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں آگ اگل رہی تھی جبرے بھینچے ہوئے تھے جو بظاہر تو مضبوط تھی لیکن کبھی کبھی ایسے پینک اٹیک آنے پہ

کچھ نہ کچھ ایسا بول جاتی تھی جو ان کے دل کو لہو لہاں کر جاتا تھا وہ انہیں بیٹیوں کی مانند عزیز تھی۔

"بٹیا آپ کمزور مت پڑیں۔"

انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے مشفقانہ انداز میں کہا تو اگلے ہی لمحے بغیر کوئی وقت ضائع کیے اس نے اپنے تاثرات نارمل کیے تھے اور سٹینڈ سے تولیہ اتارتے اپنا پسینہ پونچھا تھا۔

کیا ہوا خان بابا میں ٹھیک ہوں آپ پریشان مت ہو اور یہ تو بالکل بھی مت "سوچے گا کہ میں شاید پاگل ہو چکی ہوں۔ میں بہت مضبوط ہوں کوئی چاہ کر بھی مجھے توڑ نہیں سکتا ہاں مجھے توڑتے توڑتے اس انسان کے خود کے ہاتھ ہی زخمی ہونگے تکلیف محسوس ہوگی تو خود ہی مجھے چھوڑ دے گا جیسے سب چھوڑ جاتے ہیں۔"

وہ ان کے اڑے اڑے حواس دیکھتی کھلکھلاتے ہوئے گویا ہوئی تو خان بابا نے ساکت نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا تھا جہاں گزری تکلیف کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"آجائیں ناشتہ کر لیں میں یہ صاف کر کے آتا ہوں۔"

وہ نگاہوں کا زاویہ بدلتے کمزور سے لہجے میں بولے اب مزید کچھ بولنے کی سکت ہی کہاں تھی۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب چل دی۔

"کہاں جارہے ہو تم۔"

اس نے کینہ توڑ نگاہوں سے اسے انیکسی کو تالا لگاتے دیکھا تھا جو کس قدر حق سے وہاں رہ رہا تھا علیہ کو تو ایک آنکھ نہ بھایا۔

دیکھیں ابنارمل باجی میرا آپ سے کسی قسم کا کوئی لینا دینا نہیں ہے میں یہاں " دادی حضور کے مطابق رہ رہا ہوں اور پیسے بھی انہی کو دے رہا ہوں اس لیے اپنا "راستہ ناپے۔

وہ ہاتھ جھلاتے ہوئے بولا۔ کل بھی اس کی بدولت اچھے خاصے موڈ کا ستیاناس ہوا تھا اور آج پھر وہ اس کا بھرتہ بنانے آگئی تھی۔ علاوہ نے اس سے مزید کوئی بات کرنا ضروری نہیں سمجھا تبھی سر جھٹکتے گھر کا داخلی دروازہ عبور کر گئی تھی۔ رضا نے حیرت سے اس کے تیور دیکھے تھے جو اس کے ایک ہی باری میں کہنے پہ خاموشی سے اندر بڑھ گئی تھی یہاں تک کہ اس کے ابنارمل کہنے پہ بھی کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ نے نیازی سے کندھے اچکاتے ہسپتال کی جانب بڑھ گیا کیونکہ اسے وقت پہ ہسپتال پہنچنا تھا اگر وہ ذرا سی بھی دیری کرتا تو یہ جاب ہاتھ سے جانے کا اندیشہ لاحق تھا اور اسے فلحال یہ جاب درکار تھی۔

"آپ کیا کر رہی تھی اس کے ساتھ۔"

صفورہ بیگم نے مشکوک نگاہوں سے اس کی پشت کو گھورتے کٹیلے لہجے میں استفسار کیا۔ علایہ کے اپنے کمرے میں بڑھتے قدم بے ساختہ تھمے تھے۔

"معشوقیاں لڑا رہی ہوں یہی سننا چاہتی ہیں نا آپ۔"

اس نے تھکے تھکے اعصابوں سمیت کہا تو صفورہ بیگم کو اس کے ہٹ دھرم انداز پہ پتنگے ہی لگ جائے مجال ہے کہ کبھی یہ لڑکی کسی بات کا جواب درست طریقے سے دے دے۔

ہاں جانتی ہوں کہ آپ کسی بھی حد تک گر سکتی ہیں تبھی آپ کے ہر قدم پہ "میری نظر ہوتی ہے۔ میری بات یاد رکھیے گا کہ کبھی ایسا کوئی موقع آیا یا میری شک پہ یقین کی مہر ثبت ہوئی میں اس دن وہ قدم اٹھاؤں گی جو آپ کے وہم و گمان میں "بھی نہیں ہوگا۔"

انہوں نے رعونت ذدہ لہجے میں بولتے اس کے بازو کو ایک جھٹکا دیا تھا۔ علایہ نے شرربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

صفورہ بیگم اپنے دماغ سے یہ فتور نکال دیجیے کہ میں کبھی کوئی ایسا قدم اٹھاؤں " گی۔ کتنے گناہ کریں گی کتنی دلدل میں پھنسیں گی۔ دوسروں پہ الزام تراشی کر کے ان کی زندگیوں سے سکون نوچ کر آپ کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتے۔ کبھی نہ کبھی خدا کی لائٹھی آپ پہ بھی پڑتی ہے۔ ویسے بھی جو جو کارنامے آپ سرانجام دے چکی ہے مجھے واضح طور پہ آپ سے کسی قسم کی اچھی امید نہیں ہے۔ یہی تو آپ کا پسندیدہ "مشغلہ ہے لوگوں کو توڑ کر خود ان کی حالت پہ ہنسنا۔

وہ اذیت زدہ مسکراہٹ سمیت بولی تو انہوں نے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا جس کی باتیں انہیں کبھی اثر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

اپنے اس خرافاتی ذہن کو لگام دیجیے کسی کی کردار کشی کرنا بند کریں ایک عورت " ہو کر دوسری عورت کی پامالی کرنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ اگر لگام نہیں دے سکتی تو مجھے بتادیں ایسے طریقے سے لگام دوں گی کہ دوبارہ چلنا بھی پسند نہیں کرے گا۔

وہ کٹیلے لہجے میں بولتی اپنے شگرفی لبوں کو آپس میں سختی سے بھینچ گئی تھی اور آنکھیں میچتے ضبط سے گہرا سانس فضا کے سپرد کرتے تن فن کرتی اپنے کمرے کی جانب چل دی کیونکہ اسے یونی جانا تھا جس میں تاخیر وہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی تھی کیونکہ آج اسے ایک کسی کے متعلق معلومات حاصل کرنی تھی۔

"صاحب ان کرٹن کو کہاں رکھنا ہے۔"

رضا نے منہ پہ نقاب چڑھاتے ہونق پن سے پوچھا کیونکہ وہ پکڑنے میں کافی بھاری تھے تبھی اسے مشکل پیش آرہی تھی۔

تجھے کتنی بار سمجھایا ہے کہ اس سٹور میں رکھنا ہے اب بار بار یہ بکواس نہ کر کسی "نے سن لیا تو یہی رائفل کی گولیاں تیرے سینے میں اتار دوں گا۔"

وہ اس کی کمر پہ دھموکا جڑتے رعونت زدہ لہجے میں بولا تو وہ کھسیاتے ہوئے کمر بستہ ہو گیا۔ یہ ایک عجیب سا کمرہ تھا جہاں ہر جانب بدبو کے بھبھوکے تھے۔ رضا کو تو کئی بار متلی کا بھی احساس ہوا تھا لیکن وہ چاہ کر بھی اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا۔

سر سارا سامان رکھا گیا ہے۔ اف بہت بھاری تھے صاحب بھی ویسے ان میں کیا "ڈالا ہوا ہے۔"

اس نے تجسس کے مارے اس کی جانب آگے کو ہوتے پوچھا تو ڈاکٹر نے کوفت سے آنکھیں گھمائی تھی اس کے بار بار کے سوالات پر۔

باس میں نے پولیس کو اطلاع دے دی ہے رات کو ناکہ بندی کے دوران ہی یہ "اتمام مال وہ لوگ باآسانی ٹرک نکلوادیں گے۔"

ایک لڑکے نے آتے سنجیگی سے اطلاع دی تو ڈاکٹر آصف نے شیطانی مسکراہٹ سمیت ان تمام کرسٹنز کو دیکھا تھا جہاں انسانی زندگیوں کے جسم کے حصے موجود تھے جسے بچ کر وہ اعلیٰ معاوضہ کمانے والے تھے۔

"ہاں بس یہ سامان رات تک مظفرآباد کسی بھی صورت پہنچ جانا چاہیے۔"

وہ بھی ٹھوس لہجے میں بولا جبکہ رضا اس سب سے بے نیاز نا سمجھی سے ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا سر جھٹکتے منہ سے پان نکالتے منہ میں ڈال لیا۔ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سب کسی کالے دھندے میں ملوث ہیں۔ وہ یہ کام کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ غربت انسان کو کیا سے کیا کرنے پہ مجبور کر دیتی ہے۔

آدھی رات کو تین بجے یہ سامان ہم مظفرآباد کیلیے روانہ کریں گے۔ وقت پہ پہنچ "جانا۔ چلو اب دونوں چپ کر کے اپنے اپنے کاموں پہ۔"

وہ کڑے لہجے میں بولا تو وہ دونوں اثبات میں سر ہلاتے باہر کی جانب چل دیے۔ ڈاکٹر آصف نے بھی ایک طائرانہ نگاہ پورے سٹور میں دوڑاتے الارم کی رسی کھینچتے چیک کی اور تشکرانہ انداز میں سانس بھرا تھا۔ وہ کمرے کی لائٹ بجھاتے دروازے کو کندھی لگاتے باہر نکل آئے۔ اس سب سامان کی تسلی تو اسے ہو گئی تھی۔ انہوں نے جوں ہی دروازے کو تالا لگاتے رخ پھیرا اپنے سامنے کھڑے احمد کو دیکھتے ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں نمودار ہوئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہی اس نے کچھ سن نہ لیا ہو جبکہ وہ سپاٹ چہرے سمیت ہنوز اسے ہی تک رہا تھا۔

"تم یہاں۔"

انہوں نے ہکلاتے لہجے میں استفسار کیا۔ چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ رہا تھا۔ وہ یہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ احمد نے کچھ سن لیا ہو۔ وہ ویسے بھی اسے

کئی نہ کئی سے مشکوک لگتا تھا بس فارمیسی کے اونر کے کہنے پہ اس نے اسے نوکری پہ رکھ لیا تھا لیکن یہاں تو وہ اس کے ہاتھ دھو کر پیچھے ہی پرگیا تھا۔

"جی میں یہاں۔"

اس نے اپنی نگاہیں ہنوز اس کے اڑے اڑے حواسوں پہ ڈالتے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ڈاکٹر آصف کا رنگ مزید فق ہو گیا۔

یہاں کیا کر رہے ہو تم۔ تمہیں کتنی بار تنبیہ کی ہے کہ پورے ہسپتال میں اپنی "ملکیت سمجھ کر مت گھوما کرو۔ نوکری کرتے ہو تو اسی حدود میں رہو حدیں توڑوں گے" تو میں اگلا لمحہ نہیں لگاؤں گا تمہیں اس ہسپتال سے نکالنے میں۔

وہ کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے رعونت زدہ لہجے میں بولے تو اس کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی معاً ان کی آنکھوں میں الجھن پڑھتے وہ اپنے مسکراتے لب سکیر گیا تھا۔

آپ تو غصہ ہی کر گئے سر جی میں تو آپ کو بس بلانے آیا تھا وہ وہاں فارمیسی " کے اونر کا کسی کے ساتھ پھڑا پڑ گیا ہے لیکن آپ نے مجھے ہی باتیں سنا دی۔ وہ دل میں اٹھتے غبار کو دباتے بظاہر معصومیت بھرے لہجے میں آنکھیں پٹیٹاتے ہوئے گویا ہوا تو اس کی بات پہ ڈاکٹر آصف کے تنے تنے تاثرات ڈھیلے پڑے تھے۔ انہوں نے دل ہی دل میں شکر کرتے شکر بھرا سانس خارج کیا۔

اس ہسپتال میں سب کے پاس ایمرجنسی سائرن میں نے اسی بدولت رکھوائے " ہیں کہ کبھی بھی کوئی ایسی ویسی بات ہو بس اسے ایک بار دبانے کی دیر میں خود ہی پہنچ جاؤں گا لیکن نہیں مجال ہے کہ تم سب جیسے ناکارہ لوگ میری کسی بھی "بات پہ عمل کر لیں۔

وہ دانت کچکچاتے ہوئے دھاڑے تو اس نے بیزاری سے اس کی جانب دیکھا جس کی زبان فراٹے بھر رہی تھی اور اسے یہ سب سننے میں قطعی دلچسپی نہیں تھی۔

دیکھیں سر جی پہلے وہی بجایا ہے آپ کو بلانے کی خاطر لیکن مجال ہے آپ نے "اگان دھرے ہو۔ اب ہم آپ کو اس کے جواب میں کیا کہیں۔"

اس نے دونوں بازو کمر پہ باندھتے سنجیگی سے استفسار کیا تو ڈاکٹر آصف کو اس کی بات پہ پتنگے ہی لگ گئے وہ کہنا کیا چاہ رہا تھا۔

"تم مجھے ناکارہ کہہ رہے ہو۔"

انہوں نے غیض کے عالم میں اسے مخاطب کیا۔ تیوریاں بری طرح چڑھی ہوئی تھی۔ احمد دل ہی دل میں تمسخر سے ہنسا تھا۔

"سر جی جو آپ سمجھیں یہ تو اب آپ پہ ہی منحصر ہے نا۔"

وہ سر کجھاتے ہوئے میسنے پن سے بولا لیکن اس کے جواب میں اپنے منہ پہ پڑنے والے تھپڑ سے اس کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔ اس نے صدمے کی کیفیت میں اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتے سرخ لہو رنگ ہوتی نگاہوں سے اس کی

جانب دیکھا جو طیش کے عالم میں ہانپتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ احمد کا بس نہیں چلا کہ جواب میں ایک زور دار مکہ اس کے منہ پہ جرڈے لیکن کسی بھی قسم ک تماشہ بنے کے خوف سے وہ خاموشی اختیار کرگیا۔ وہ بھی ایک نحوست زدہ نگاہ اس کے ضبط کرتے چہرے پہ ڈالتا تن فن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ان کے جاتے ہی وہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں اس دروازے تک پہنچا تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نگاہ چاروں اطراف میں دوڑائی مگر کسی کو وہاں موجود نہ دیکھ اس نے ایک بار پھر اپنا رخ اس بند دروازے کی جانب کیا تھا۔ جس دن سے وہ اس ہسپتال میں کام کر رہا تھا اسے اس ڈاکٹر کی حرکات کافی مشکوک لگی تھی لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ایسا کیا ہے جو اس ہسپتال میں چل رہا ہے لیکن کسی کو بھی اس متعلق خبر نہیں تھی۔

وہ دروازے پ لہ لگے زنگ آلود تالے کو دیکھتے لب سختی سے آپس میں بھیج گیا۔ شدت سے جی چاہا کہ اسی ڈاکٹر کو یہاں لا کر کھڑا کرے اور گریبان سے تھامتے

یہ دروازہ کھولنے کا حکم تھے لیکن وہ یہ سب کر کے جاب سے جانے کا خمیازہ نہیں بھگت سکتا تھا تبھی ایک بار پھر اپنے لب سی گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ بے بسی سے سر جھٹکتے اس سے پہلے کہ فارمسی کی جانب بڑھتا سامنے سے آتے رضا کو دیکھتے اس کی آنکھیں مخصوص انداز میں چمکی تھی۔ اس نے ایک ہی جست میں گنگناتے ہوئے رضا کو عقب سے اپنے بازوؤں کو جکرا تھا کہ وہ اپنے بچاؤ کی خاطر چیخ بھی نہ سکا۔

"اے گندے تیخ۔"

اس کا منہ دبانے کی بدولت اس کا ہاتھ پان سے لٹھر گیا تبھی وہ اسے خود سے دور پھینکتا کراہیت ذرہ لہجے میں گویا ہوا۔

"تم کون ہو۔"

وہ مشکوک نگاہوں سے اسے گھورتے آنکھیں چھوٹی کیے منہ پہ ہاتھ رکھتے بولا تو احمد نے سر جھٹکا تھا۔

"تیرا باپ ہوں ادھر آ جلدی ورنہ ابھی پولیس کو بلاؤں گا۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی رضا کا بازو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑا تھا۔ رضا اس کی جکڑنے پہ کراہ کر رہ گیا۔ پولیس کے ذکر پہ اس کے شاداب چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا تھا۔

کیا بتاؤں بھئی کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا ہے اور یہ پولیس کی دھمکیاں کسے لگا رہا ہے۔"

وہ ہڑبڑاتے ہوئے سہمے سہمے انداز میں گویا ہوا تو احمد نے تلخی سے اس کی جانب دیکھا جو معصوم تھا یا بننے کی تگ و دو میں تھا۔

"اس ڈاکٹر کے ساتھ تو ملا ہوا ہے نا۔"

اس نے اس کا گریبان جکڑتے خون آشام نگاہوں سے اسے گھورتے بھینچے بھینچے
 لہجے میں استسفار کیا تو رضا کا رنگ سرعت سے فق ہوا تھا۔ اس نے بے ساختہ
 اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری۔

"کون سے ڈاکٹر۔"

اس کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ اس کے بھولپن پہ احمد کو سخت قسم کا تاؤ آیا تھا
 اس کے ماتھے پہ پڑتی تیوریاں دیکھ رضا نے روہانسی نگاہوں سے اس کی جانب
 دیکھا۔

"لگتا ہے تیری یادداشت چلی گئی ہے یاد دلاؤں کیا کون سے ڈاکٹر۔"

وہ سختی سے گویا ہوا۔ اس کی بات پہ رضا کو ناجانے کیا ہوا کہ وہ ایک دم قہقہہ لگا کر
 ہنس پڑا۔ وہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھے مسلسل ہنس رہا تھا یہاں تک کہ مسلسل
 ہنسنے کی بدولت آنکھوں میں پانی جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ احمد نے تعجب سے اسے
 پاگلوں کی مانند ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

اپنی یہ جعلی ہنسی بند کر اور مجھے یہ بتا کہ ہسپتال کے اس حصے سے یہ بدلو
"کیسی آرہی ہے۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخا تو رضا کے رونگٹے بھی اس کی اونچی ہوتی آواز کو
دیکھتے کھڑے ہو گئے۔ وہ اب اسے کیا بتاتا ابھی تک اسے واضح طور پہ اس کام میں
ملوث نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے بار بار جاننے کی کوشش کی تھی ڈاکٹر آصف سے
لیکن انہوں نے بتانا گوارا نہیں کیا تھا اور ایک یہ سامنے موجود شخص جسے وہ جانتا
بھی نہیں تھا عجیب پاگلوں کی مانند اس سے جاننا چاہ رہا تھا۔

دیکھیں وہ ایسے شخص نہیں ہے اور رہی اس کمرے کی بات تو اس کمرے میں
ان کی کوئی بہت ہی خاص یادیں ہیں تبھی وہ اس کمرے کا راز کسی کو نہیں
بتاتے حتیٰ کہ مجھے بھی نہیں بتایا۔ وہ اچھے انسان ہے آج کل کے دور میں
انسانیت بالکل مردہ ہو چکی ہے لیکن انہوں نے انسانیت کے ناطے ہی مجھے اس

ہسپتال میں کام دیا آپ کو بھی تو دیا ہوگا نہ پھر آپ اس جیسے فرشتہ صفت انسان کے بابت ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں۔

وہ اس کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ جماتے رسانیت سے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تو احمد نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنا جانے کیوں اس کا لہجہ اسے فریبی محسوس ہوا تھا لیکن اس کی صورت دیکھتے اسے سچ میں ایسا محسوس ہوا کہ وہ اس بابت مکمل طور پہ آگاہی نہیں رکھتا ہے تبھی خاموشی اختیار کرگیا۔

چلو ٹھیک ہے جاؤ تم لیکن میری بات یاد رکھنا اس متعلق کسی کو مت بتانا کیونکہ "جہاں تمہارا منہ کھلا وہی میں تمہیں پولیس کے حوالے کردوں گا پھر جیل میں "سرٹے رہنا۔

وہ انگلی اس کی جانب اٹھاتے کٹیے لہجے میں واضح کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں تنبیہ واضح تھی۔ رضا نے پولیس کو پکڑے جانے کے خوف سے سرعت سے بنا کسی تردد کے سر ہلایا تھا۔ وہ تو اس کی اس

قدر دیدہ دلیری پہ بھونچکا رہ گیا تھا۔ اس کے حواس بری طرح جھنجھٹا اٹھے تھے آج اس صورتحال کو دیکھ کر۔ وہ بمشکل مسکرا کر ایک نگاہ احمد پہ ڈالتے بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلا تھا۔ یہاں تک کہ پیچھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ احمد کی کشادہ پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں۔

اس کے جاتے ہی اس نے بند مٹھی اس دروازے پہ ماری تھی ایک امنگ جو آج سب کچھ جان لینے کی تھی وہ بھی ہاتھ سے مٹھی کی مانند پھسلتی چلی گئی تھی۔ لاشعوری طور پہ اس کی تمام تر توجہ اسی بند لکڑی کے دروازے پہ جمی تھی۔

"ہاں کیا ہوا علم ہوا میرے بابت یا آج پھر ناکام رہے۔"

اپنے عقب سے آنے والی کھردری آواز پہ احمد کا ہاتھ دروازے پہ ہوتے فضا میں ہی معلق رہ گیا۔ دل کی دھڑکن بے ساختہ تھمی تھی۔ اس نے اپنی بھسم کرتی نگاہوں کو سختی سے بھینچا تھا۔ ڈاکٹر آصف اپنے کوٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ

ڈالتے شیطانی مسکراہٹ سمیت اس کے عین سامنے آیا اور کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"جواب دو مجھے۔"

وہ اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے بری طرح گرجا تھا۔ احمد جو ڈھیلا ڈھالا سا کھڑا تھا اس کے جھٹکا دینے کی بدولت بری طرح لڑکھڑایا تھا۔ خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر اس نے مشکل دائیں جانب بنہ دیوار کا سہارہ لیا تھا۔

"کیا مطلب ڈاکٹر آصف۔"

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے لہجے اور انداز سے اسے مزید اس کے شک ہو یا کیا پتہ اس نے کچھ سنا ہی نا ہو بس ایسی اداکاری کر رہا ہو تاکہ وہ خود ہی سچ مچ منہ سے اگل دے تبھی تسلی سے جواب دیا۔ اس کے تسلی بخش جواب پہ آصف نے قابلِ رشک انداز میں اس کی جانب دیکھا جیسے اس سے اس قدر مضبوطی کی توقع نہ ہو۔

"میرے معاملے میں کونسے ثبوت حاصل کرنے کی کوششوں میں ہو تم لڑکے۔"
 وہ تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے پھنکارے تو احمد نے مٹھیاں آپس میں
 سختی سے بھینچتے اپنے اشتعال پہ قابو پایا تھا ورنہ جی تو چاہ رہا تھا کہ اس پہ سب
 کچھ واضح کر دے۔ لیکن اس طرح اس کی نوکری جانے کا اندیشہ تھا۔

جو اس ہسپتال میں ہو رہا ہے وہی جاننے کی کوششوں میں ہو اور ویسے بھی رہی"
 آپ کی بابت جاننے کی بات تو ہسپتال آپ کا ہے اور تو ظاہری سی بات ہے کہ
 "سب کچھ آپ کے انڈر ہی ہوگا اس میں کسی قسم کا شائبہ نہیں ہے۔"

وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے بے خوفی سے گویا ہوا تو ڈاکٹر آصف کا وجود جیسے
 انگاروں کی زد میں چلا گیا۔ انہوں نے آنکھوں میں بے تحاشہ نفرت لیے اس کی
 جانب دیکھا جو پہلے دن سے ہی اسے منحوس لگا تھا اور آج اس نے اپنی حیثیت
 اس پہ باور کرا ہی دی تھی۔

سہی کہتے تم جیسے لوگوں کا پردہ زیادہ دیر گرا نہیں رہتا کسی نہ کسی مقام پہ وہ اٹھتا" "ہے اور تیرے جیسے احسان فراموش لوگوں کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

وہ ضبط کے کڑے مراحل طے کر رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اندر سے گن لائے اور پہلی ہی فرصت میں گولیاں اس کے سینے میں اتار دیں لیکن ایسا ممکن ہوتا تو آج ناجانے وہ کتنے لوگوں کی جان لے چکا ہوتا۔

"اور اگر میں تمہارے بارے میں بھی یہی بات کہوں تو گھٹیا انسان۔"

وہ بھی جواباً تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے بد تمیزیوں کے تمام ریکارڈ توڑتا ہوا دھاڑا۔ آصف کی آنکھیں اس کی ہمت پہ پھٹی کی پھٹی رہ گئی کہ وہ کیسے اس کے آگے زبان چلانے کی ہمت کر سکتا تھا۔

تمہیں شرم نہیں آتی مجھ جیسے شریف النفس انسان پہ الزام تراشی کرتے تمہیں" "تو میں پہلی فرصت میں ہی اس ہسپتال سے باہر نکلواتا ہوں۔

وہ اس کا بازو سختی سے جکڑتے ہسپتال سے اس حصے سے نکلتے کھینچتے ہوئے باہر کی جانب چل دیے۔ اس کا رخ ہسپتال کی عبوری دروازے کی جانب تھا۔ آس پاس سے گزرتے لوگ حیرت سے اس منظر کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔"

احمد نے دل ہی دل میں اپنے جذباتی پن کو لعن طعن کرتے بے ربطگی سے بات سنبھالی چاہی لیکن وہ کان لپیٹے اسے کھینچتے ہی چلے جا رہے تھے۔ ہسپتال کی لابی میں لاتے انہوں نے بے دردی سے اسے زمین پہ پٹختا تھا۔ وہ درد کی شدت سے آنکھیں میچ گیا ایک لمحے کیلئے لیکن اس کی سر دنگاہیں اس کی آنکھوں میں ہی جمی تھیں۔

دفعہ ہو جائیں یہاں سے میں نے یہاں کسی کو بھی حق نہیں دیا اپنی پرائیوسی

میں مداخلت کرنے کا اور آپ کل کے آئے انسان میرے ساتھ چالاکیاں لگاؤ

"گے۔"

احمد نے اس وہ اردگرد موجود لوگوں کی بدولت تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے بولا
کے پل پل بدلتے تیور دیکھ تلخی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

جی جی ڈاکٹر صاحب جارہا ہوں لیکن ہمیشہ کیلئے نہیں بلکہ واپس آنے"
کیلئے۔ بہت جلد لوٹوں گا تجھ جیسے شیطان صفت کے خاتمے کی خاطر جو انسانیت
کے نام پہ دھبہ ہوتے ہیں۔ جو برائی کو بڑھاوا دیتے اسے عام کر دیتے ہیں اور اسی
"برائی کے خاتمہ ہوگا ایک دن انشاء اللہ۔

وہ ٹھوس لہجے میں بولتے ایک سرد نگاہ اس کے پھیکے پڑتے چہرے پہ ڈالتے زمین
سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی مخصوص پروقار چال چلتے مضبوط قدم اٹھاتا وہاں سے نکلتا
چلا گیا۔

کلاس میں ہر جانب گہما گہمی چھائی ہوئی تھی۔ سب طلبہ آپس میں باتوں میں
مصروف تھے ایسے میں وہ ان سب سے بے نیاز کانوں میں ہینڈ فری لگائے گانے

سے لطف اندوز ہونے میں مصروف تھی۔ یہاں تک کہ اردگرد کا بھی ہوش نہیں تھا معاً اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کے ٹھوکا مارنے پہ اس نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا جو اسے سامنے روسٹروم کی جانب دیکھنے کا اشارہ کر رہی تھی لیکن علایہ کو کانوں میں لگی ہینڈ فری کی بدولت کچھ خاص سمجھ نہیں آ رہا تھا تبھی جھنجھلاتے ہوئے ایک بار پھر موبائل پہ مصروف ہو گئی۔

"مس علایہ۔"

معاً اپنی نام کی گرج دار آواز پہ وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آئی اور ہڑبڑی میں موبائل اور ہینڈ فری اتارتے ایک جانب رکھی تھی۔ کاظم نے ایک قہر آلود نگاہ اس کے بے پرواہ حلیے پہ ڈالی جو معمول کے مطابق پینٹ شرٹ پہنے بالوں کو لاپرواہی سے کھلے چھوڑے ہوئے تھے مفرل کی طرح ہلکا سا ڈوبہ گردن میں جھول رہا تھا۔ وہ ناگواری سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔

"جی سر میں یہاں ہو کوئی کام تھا کیا۔"

وہ اپنی سیٹ پہ کھڑی ہوئی چیونگم چبانے کے ساتھ ساتھ ہاتھ جھلاتے ہوئے گویا ہوئی تو کاظم نے بمشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

آپ یہاں موبائل استعمال کرنے آتی ہیں یا پڑھنے۔ اس قدر موبائل میں محو ہیں "

"کہ اطراف کا کوئی ہوش ہی نہیں ہے۔

وہ روسٹروم بجاتے سخت لہجے میں بولے تو علیہ نے دونوں ہاتھوں شرٹ کی جیبوں میں گھساتے کوفت سے آنکھیں گھمائی۔

دیکھیں سر میرے موبائل پہ کوئی بات مت کیجیے گا آگے ہی بڑا پرانا سا موبائل "

ہے وہ ہٹلر لے کر ہی نہیں دیتی اور دوسرا جب بھی پکڑو تو سو باتیں الگ سناتی

"ہے اب آپ دوسری ہٹلر مت بنیں مہربانی ہوگی۔

وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتی عاجزانہ لہجے میں گویا ہوئی۔ اس کی بات پہ کاظم نے پیشانی پہ بل ڈالے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا لیکن وہاں تو کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا۔ اس کی بات پہ کلاس میں قہقہوں کا

طوفان اٹھا تھا۔ سب کی نگاہیں بے ساختہ اس کے موبائل کی جانب گئی تھی جس کی سکرین اوپر سے کافی ٹوٹی ہوئی تھی لیکن وہ پھر بھی کس قدر اعتماد سے استعمال کرتی تھی۔ سب نے قابلِ رشک انداز میں اس کی جانب دیکھا جو اب لاپرواہی سے چیونگم چباتی کاظم کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"سائینس کلاس اینڈ یو سٹ ڈاؤن مس علایہ۔"

وہ سپاٹ انداز میں بولتے ایک بار پھر اینڈس رجسٹر کی جانب متوجہ ہوا۔

"بہت شکریہ سر جی۔"

وہ سلیوٹ کرنے والے انداز میں بولی تو کاظم اسے دیکھتا رہ گیا۔ اسے دیکھتے علایہ نے بائیں آنکھ دبائی۔ اس کی بے باک حرکت پہ سٹپاٹے وہ اسے ایک ذبردست گھوری سے نوازتے چہرہ جھکا گیا۔

"مس عقیفہ۔"

اس نے ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں دوڑاتے ایک بار پھر نام دہرایا۔ یہ کرتے وہ یہ بات مکمل طور پہ فراموش کرچکا تھا کہ وہ وہی لڑکی ہے جسے اس نے کل کلاس سے باہر نکلوا یا تھا۔

"کیوں سر جی یاد آرہی ہے کیا۔"

علایہ اس لے لبوں سے عقیفہ کا نام سنتی ایک بار پھر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں بولی تو کاظم نے دل ہی دل ہی دانت پیسے تھے۔ یہ لڑکی کو سب کچھ دھو کر اس کے پیچھے ہی پڑ گئی تھی۔

"مس علایہ کین یو پلیز شٹ اپ۔ ڈونٹ کر اس یور لمٹس اوکے۔"

وہ ٹھنڈے ٹھہار لہجے میں بولا تو ایک لمحے کو کلاس میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بھی کندھے اچکاتی خاموشی سے جگہ سنبھال گئی تھی۔

"سر آئی ایم ہیئر۔"

معاً دروازے سے آنے والی آواز پہ ان سب نے بیک وقت رخ اس جانب کیا تھا جہاں وہ گھٹنوں کو چھوتا چست ساٹاپ پہنے ساتھ سیاہ رنگ کی ٹائٹس جو اس کے ٹخنے ڈھکنے کو ناکافی تھے۔ کاظم نے سنجیدگی سے اسے اندر آنے کا اشارہ کرتے اس کی حاضری لگائی تھی۔

اوہ پوئر سول۔ بہت دکھ ہوا تمہاری دکھ بھری کہانی سن کر کاش تم یہ موبائل چیلنج کر سکتی۔ کوئی بات نہیں تم مجھ سے خیرات میں لے لینا میں بالکل بھی انکار نہیں کروں گی۔

وہ علایہ کی کرسی کے پاس سے گزرتی اس کا گال تھپتھپاتے مصنوعی ہمدردی سے بولی۔ علایہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

جو خیرات مجھے دینے والی ہونا رچ سول وہ ذرا ان ننگی ٹانگوں پہ کپڑا لگانے کیلئے خرچ کر لینا۔ تمہاری خیرات تمہیں بھی مبارک چلیں مس لیڈی ڈیانا اب اپنا راستہ "ناپیں۔

وہ بھی جواباً اس کا گال تھپتھپاتے پچکارنے والے انداز میں بولی تو عقیفہ ایک رعونت زدہ نگاہ اس پہ ڈالتی اپنی جگہ کی جانب چل دی۔ کاظم ان دونوں کو دیکھتے سر جھٹک گیا اور اپنی تمام تر توجہ آج کے لیکچر کی جانب مبذول کرائی تھی۔ اس کے بعد ان سب کا دھیان کلاس کی جانب ہو گیا تھا جبکہ عقیفہ کی نگاہیں بار بار کاظم کی جانب اٹھتی اور وہ اک ادا سے بالوں کو جھٹک دیتی۔

کلاس ختم ہوتے ہی علایہ ایک تمسخرانہ نگاہ عقیفہ پہ جبکہ ایک اچٹتی نگاہ کاظم پہ ڈالتی بیگ کندھے پہ ڈالتی باہر کی جانب چل دی۔

کاظم کے باہر نکلتے ہی اس سے پہلے کہ عقیفہ بھی اس کی تلقید میں بھاگتی اپنے موبائل پہ آنے والی کال نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ موبائل پہ نظر آتے نمبر کو دیکھتے اس نے ایسے منہ بنایا جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"کیا ہے بھونکو۔"

وہ فون اٹھاتے ہی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو مقابل نے اس کے انداز پہ دانت کچکپائے تھے

تم پہنچی نہیں میں ہزار بار تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ اس معاملے میں میں کسی "قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔"

آج اس شخص کا ضبط ٹوٹا تو اس نے اچھی خاصی اسے سنا ڈالی تھی۔ عقیفہ نے اس کے اس کے انداز پہ فقط آئبرو اچکانے پہ اکتفا کیا تھا۔

اور میں بھی ہزار بار تمہیں یہ بات باور کرا چکی ہوں کہ میرے پہ حکم چلانے کی "کوشش بھی مت کیا کرو ویسے تمہیں میں یاد نہیں آتی لیکن جب اپنا کام ہو مجھے "فوراً سے پہلے فون کرتے ہو۔"

وہ شکوہ کرنے والے انداز میں بولی تو مقابل نے ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔ وہ پچھلے چند دنوں سے کاموں میں اس قدر مصروف ہو گیا تھا کہ اس سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی تھی۔

اچھا بابا آج تم اس کام کو سرانجام دو اس بار کی آخری ڈیل ہے یہ پھر کل ہم نہ " صرف ملیں گے بلکہ بہت ہی خوشگوار ٹائم بھی ساتھ گزاریں گے۔ یو نونا واٹ آئی "مین ٹو سے۔

وہ معنی خیز مسکراہٹ سمیت خباثت سے بولا تو عقیفہ نے مسکراہٹ دباتے چہرہ جھکایا تھا۔

اوکے لیکن لاسٹ ٹائم اگر اس کے بعد تم نے مجھے نظر انداز کیا تو میں اگلی بار " سے کوئی کام نہیں کروں گی تمہارا۔

وہ تنبیہی انداز میں بولی تو مقابل نے خوشگوار انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔ اسی طرح ایک دو باتوں کے بعد اس نے کال کاٹی اب اس کا رخ ڈین آفس کی جانب تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی بیک سائیڈ پہ وہ اس کا انتظار کر رہا ہوگا تاکہ مال کی ڈیلیوری وقت پہ ہوسکے۔ اس نے بے ساختہ اپنے کمر پہ بکھرے بالوں کو جوڑے میں مقید کیا تھا۔ علایہ جو نیٹ کی تلاش میں ڈیپارٹمنٹ میں گھوم رہی تھی کسی کی آواز سنتے

اس کے قدم زمین پہ ہی تھمے تھے۔ اس نے آواز کے تعاقب میں دیکھا تو وہاں کھڑی عقیفہ کو دیکھتے اس کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سر جھٹکتے وہاں سے جاتی اس کی آواز نے اس کے قدم جکڑے تھے اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے مشکوک نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھا جو سرگوشی سے کسی مال کے متعلق باتیں کر رہی تھی۔ فون رکھتے ہی اس نے جوں ہی قدم آگے کی جانب بڑھائے علایہ بھی تجسس کے مارے مجبور ہوتے اس کی تلقید میں ہی قدم اٹھانے لگی۔ اپنے عقب سے آنے والی قدموں کی چاپ پہ اس نے بے ساختہ منہ کر اپنے عقب میں دیکھا تھا لیکن وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ اسے اپنا وہم سمجھتی دل پہ ہاتھ رکھتی آگے کی جانب بڑھ گئی۔ علایہ جو اس کی تلقید میں جارہی تھی اس کا رخ مڑنا دیکھ فوراً سے پہلے پلر کے پیچھے ہوئی تھی۔ دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا۔

وہ اس کے چلتے ہی ایک بار پھر دھبے پاؤں قدم ملانے لگی تھی۔ راہداری سے ہوتے ہوئے ایک سنسان جگہ پہ پہنچی جہاں صرف اکا دکا لوگ ہی ہوتے تھے لیکن آج وہ بھی غائب تھے اسے حیرت ہوئی تھی اس بات پہ۔

عفیہ تو وہاں پہنچتے ہی وارڈن سے ملی جو مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ وہ اتنی قابل طلبہ بھی نہیں تھی کہ اس کے چرچے یونی میں ہوتے اور اس کے ملنے کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پہلے سے آپس میں جانتے ہو۔ پلر کے پیچھے ہوتے مکمل باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھی لیکن پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔

اب وہ دونوں کمرے سے کوئی کارٹن نکال رہے تھے ساتھ ساتھ سرگوشیوں میں باتیں بھی جاری تھی۔

سارا اسلحہ رکھا گیا نا گاڑی میں۔ ڈرگز کے تمام کارٹن رکھنے تھے تاکہ بعد میں کمی "اس نے پورا مال بچھو ادیا ہے نا۔ بیشی نہ ہو

معاً وہ دونوں ذرا قریب آئیں۔ ان کی آواز نے علایہ کو مزید بے چین کیا تھا۔
 ہاں سب کچھ رکھا گیا ہے بس اب تم وقت پہ وہاں پہنچا دینا۔ اور یہ خبر کسی تک "
 نہیں پہنچنی چاہیے بہت احتیاط سے کام لینا ہے یہ دھندا کرنا آسان کام نہیں
 " ہے۔ خیال کرنا اور یہ ہوڈی پہن لو۔

انہوں نے ایک ہوڈی عقیفہ کے حوالے کی تو اس نے فوراً ان کے حکم کی تعمیل
 کی تھی۔

فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تو وہ وارڈن سے معذرت کرتی
 ایک جانب ہوئی۔ اس لحاظ سے وہ علایہ کے مزید قریب آچکی تھی اب وہ باآسانی
 اس کی باتیں سن سکتی تھی۔

ہاں تم پریشان مت ہو بس ابھی یہ گاڑی میری ہی تلقید میں ہاسٹل کیلئے نکلے گی "
 وہاں یہ ساری ادویات اس ڈین کے حوالے کرتے ہیں وہاں سے نکلوں گی۔ میں
 ہاسٹل میں موجود لڑکی کو سپلائی کروں گی۔ پچھلی بار کی دو لڑکیاں غائب ہیں اور آج

تک ان کا نام و نشان کہی نہیں مل سکا۔ ابھی بھی میرا ٹارگٹ پانچ لڑکیوں کا ہے جتنا زیادہ اور حسین مال ہوگا اتنا ہی معاوضہ ملے گا باس کی جانب سے۔ آگے باس کا جو جی چاہے وہ ان کے ساتھ کریں ویسے کافیوں کی راتیں رنگین تو اسی کے ساتھ ہو جاتی ہونگی اور اسلحہ میں نے اسی کمرے میں رہنے دیا ہے تاکہ جس کسی نے "بھی اٹھانا ہو تو کسی قسم کا مسئلہ پیش نہ آئے۔"

وہ شیطانی مسکراہٹ سمیت بولی تھی۔ مقابل نے بے ساختہ اسے شاباشی دی تھی جبکہ علاوہ کو اس کی اس قدر گھٹیا بات پہ اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے اس نے کنگ سی کیفیت میں پلر کو تھامتے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ بے یقینی کی کیفیت میں اس کا ہاتھ لبوں پہ آن ٹھہرا۔ ماتھے پہ ننھے منھے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ وہ کانپتے ہاتھوں کو آپس میں بھینچتی دو قدم پیچھے ہوئی تھی اور ناجانے اسے کیا ہوا کہ وہ بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلی لیکن اپنے ہی دائیں جانب سے نکلتے شخص سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ ٹکر اس قدر شدید

تھی کہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے اپنا دکھتا سر تھامتے چہرہ اوپر اٹھایا لیکن سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھتے اس کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا تھا۔

"تم۔"

وہ غمض کے عالم میں چیخی اس کی آنکھیں دیکھتی وہ اسے پہچان چکی تھی تو مقابل نے اپنا ماسک نیچے کرتے اس کے منہ پہ سختی سے جھاتے سرد مہری سے اس کی جانب دیکھا۔

"آواز دھیمی رکھو ورنہ پکڑے جائیں گے۔"

وہ ہنوز اس کے منہ پہ ہاتھ رکھے آنکھوں میں دیکھتے بول رہا تھا۔ علایہ نے اس کا ہاتھ سختی سے جھٹکا تھا اب وہ گہرے گہرے سانس بھرتی اپنا تنفس بحال کر رہی تھی۔ دل پہلے ہی لرزا ہوا تھا سونے پہ سہاگہ یہ لرکا۔

"لڑکے ہٹو یہاں سے۔ مجھ سے فضول میں پننگہ لینے کی کوشش بھی مت کرنا۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"میرا نام لڑکے نہیں حسن ہے سمجھی لڑکی۔"

وہ اس کے منہ سے اپنے لیے لڑکا لڑکا سنتے تھک چکا تھا تبھی منہ بگاڑتے ہوئے بولا تو علایہ نے تند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اس دوران وہ اس سے یہ پوچھنا بھول چکی تھی کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے۔

تو کیا اچار ڈالوں چلو پھوٹو اب یہاں سے فضول میں اپنے نمبر چھاپنے آجاتے ہیں۔
تم جیسے سرک چھاپ لوگ۔ اگر کچھ بھی کرنے کی کوشش کی نہ میرے ساتھ تو
نانی یاد دلا کے رکھ دوں گی جن کا شاید آخری مراحل بھی برس پہلے ہو چکے
"ہونگے۔ مجھے کوئی عام لڑکی مت سمجھنا۔"

وہ اس کی شرٹ کا کالر جکڑتی دھیمے مگر سرد انداز میں گویا ہوئی تو حسن نے بے ساختہ ایک مسکراتی نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔ اسے اس لڑکی کا یہ نڈر انداز بھایا تھا۔ علاوہ ایک تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے تن فن کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اس لڑکے نے اس کے دماغ کا میٹر شاٹ کرا دیا تھا۔ لوگوں کی انسانیت کہا مر گئی تھی ایک یہی سوال اس کے ذہن میں منڈلا رہا تھا۔ ایک یاد کا دھندلا سا عکس اس کے آنکھوں کے دریچوں پہ پوری شدت سے ابھرا تھا۔ آج پھر وہ خود کو بے تحاشہ تنہا محسوس کرنے والی تھی لیکن چاہ کر بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی اپنے ازلی انداز میں لوٹ آئی۔

"جی کیپٹن حسن اپنی اپڈیٹ۔"

میجر عشب کی سنجیدہ پروقار آواز مائیکرو فون میں گونجی تو وہ الرٹ ہوا تھا۔
یس سر یہاں انگلش ڈیپارٹمنٹ کی دو لڑکیاں غائب ہیں اور اس کے علاوہ بھی "
کافی ڈیپارٹمنٹس سے لڑکیوں کی گمشدگی کی خبر سامنے آئی ہے لیکن ان کے خلاف

کسی قسم کا ایکشن نہیں لیا گیا ہے۔ جو منسٹر وغیرہ کی بیٹیاں ہے ان کے خلاف "ایکشن جاری ہے البتہ ہر جانب سے خاموشی ہے۔"

مائیکرو فون سے آتی کیپٹن حسن کی آواز پہ وہ سختی سے لب آپس میں بھینچ گیا۔ ماتھے کی رگیں ابھر کر واضح ہو رہی تھیں۔

"اپنی فردر انفارمیشن۔"

اس نے مختصر سوال کیا ورنہ بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کچھ تمہیں منہس کر دے۔

جی سر مزید یہ کہ آج یہاں پھر سے اسلحے اور نشہ آور ادویات کی فراہمی ہوئی ہے "آج رات ہی ہاسٹل میں یہ منتقل ہوگا اس سب میں ڈین وارڈن اور کوئی ایک طلبہ "بھی شامل ہے۔ لڑکیوں کو آج پھر روانہ کرنے کا ارارہ ہے یہاں سے۔"

اس نے مزید معلومات اسے فراہم کی۔

"او کے کیپٹن حسن آپ نے اس لڑکی کی شکل نہیں دیکھی کیا۔"

میجر عشب نے سپاٹ انداز میں سوال کیا تو حسن کی نگاہوں میں بے ساختہ علایہ کا عکس ابھرا تھا۔

"نو سر نہیں دیکھ سکا بس ایک رکاوٹ رستے میں حائل ہو گئی تھی۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔

او کے اگلی بار کیلیے کیئر فل رہے گا۔ خیال کیجیے کسی کو بھی شک نہیں ہونا چاہیے "ا کہ آپ وہاں کس لیے موجود ہیں۔"

اس نے واضح طور پہ اسے آرڈر دیا تو کیپٹن حسن نے جی سر کہتے کال کاٹی تھی۔ اب اس کا رخ اس وارڈن کے آفس کی جانب تھا جہاں فلحال کوئی موجود نہیں تھا اس نے دروازے پہ لگے تالے کو دیکھتے پریشانی سے سر مسلاتھا اور سر جھٹکتے ایک ٹانگ دروازے پہ مارتے وہاں سے نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

فون بند ہوتے ہی عشب نے اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹی سی چپ کو دیکھا مطلب اب کے پاس ایک ہی راہ تھی اس لڑکی کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے اسے اپنے جال میں پھنساتا۔

"تم کرلو گے عشب۔ ناممکن لگ رہا ہے"

دین نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے تفکر بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

ناممکن کو ممکن بنانا ہی میرا کام ہے۔ یہ کہنے کو تو ایک چھوٹی سی چپ ہے کسی کی نگاہ میں اس کا کیا کام ہوگا ناکارہ محسوس ہوتی ہوگی نا لیکن اب یہی چپ ہمیں ہمارے دشمنوں تک پہنچائے گی میں جگہ جگہ یہ نصب کروں گا پھر یہ اردگرد ہونے والی تمام باتوں کو اس میں قید کرتے ہمیں ہمارے دشمنوں کو پتہ دے گی۔

وہ انگلی اور انگوٹھے کے وسط میں دکھائی دیتی چھوٹی سی چپ کو دیکھتے پر عزم لہجے میں بولا تو دین نے اونچی آواز میں انشاء اللہ کہا تھا۔

باقی باتیں بعد میں فلحال آج رات کے ریڈ کی تیاری پکڑو۔ کچھ نہ کچھ تو کر کے ہی "دم لیں گے آج۔"

وہ اسے آرڈر دیتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ دین نے بھی اپنے قدم میٹنگ روم کی جانب بڑھائے تھے تاکہ اسلحے کا انتظام کر سکے۔

رات کی سیاہی نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ چاند بادلوں کی اوٹ میں ہوتا چھپن چھپائی کھیل رہا تھا۔ موسم ہلکا ہلکا سرد ہونے کی بدولت آسمان پہ تاروں کی موجودگی بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہر سوں اندھیرے نے اپنا بسیرا قائم کیا ہوا تھا لیکن سامنے بنی ہسپتال کی عمارت میں روشنیوں کی چمک دمک واضح دکھائی دے رہی تھی۔ ہسپتال کے باہر اکا دکا لوگ تھے جو شاید اپنے عزیز و اقارب سے ملنے یا ان کے ساتھ ان کی طبیعت خرابی کی

بدولت رکے ہوئے تھے۔ گیٹ پہ فقط ایک پہریدار موجود تھا جو دیری ہو جانے کی بدولت مسلسل اونگھنے میں محو تھا۔

نیند کا جھونکا آنے کی بدولت اس کی گردن کو ایک جھٹکا لگتا اور وہ ایک بار پھر سکون سے خراٹے لینے میں مصروف ہو جاتا۔ اتنے بڑے ہسپتال میں پہریداری نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہر سوں سناٹا اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

ایسے میں تین وجود ہسپتال کی بیک سائیڈ پہ ایک گاڑی آکر کی تھی۔ عشب نے پہلے ہی جعلی نمبر پلیٹ تیار کرواتے گاڑی پہ لگوالی تھی۔ اب وہ سنجیدگی سے کھڑے ایک دوسرے کو ہدایت کر رہے تھے تاکہ ریڈ کسی قسم کی پریشانی کے بغیر ہو جائے۔

یہ بہت ہی رسکی کام ہے کسی قسم کی کوتاہی ہمیں مشکوک ظاہر کر سکتی ہے " اسی لیے بی کئیر فل۔

میجر عشب کی سپاٹ آواز ان دونوں کے مائیکروفون میں گونجی تو انہوں نے بیک وقت یس سر کہا تھا۔

"لیٹس گو۔"

اس کی آواز پہ ان دونوں نے اسے سلیوٹ کیا اور ہسپتال کی بیک سائیڈ کی دیوار نے اس کے اندرونی حصے کی جانب کود گئے۔ ان تینوں نے سیاہ لبادہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ چہرے نقاب سے ڈھکے ہوئے تھے۔

وہ تینوں درختوں کے ساتھ ساتھ ہوتے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان تینوں کی آنکھیں ہوشیاری سے اطراف کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ گاڑی ان لوگوں نے محفوظ جگہ پہ پارک کی تھی تاکہ واپسی پہ بھاگ کر آنا پڑے تو کسی قسم کی دگت پیش نہ آئے۔

تینوں کے کندھوں پہ رائفل لٹکائی ہوئی تھی۔ ہسپتال کا پچھلا حصہ بالکل خالی تھا۔ وہ یہاں سے کچھ سامان اٹھاتے انہیں خبردار کرنا چاہ رہے تھے تاکہ انہیں کچھ کچھ اندازہ ہو جائے۔

عشب احتیاط سے قدم آگے بڑھاتے انہیں عقب میں آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ سب دھبے پاؤں چلتے اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہسپتال کی لابی میں پہنچتے ہی حسن نے دائیں جانب اشارہ کیا تھا جہاں نیچے کو جاتی ہوئی سیڑھیاں تھیں۔ اس کی ہدایت پہ عمل کرتے ہی وہ سب ایک طائرانہ نگاہ لابی کے سناٹے زدہ ماحول پہ ڈالتے بھاگنے والے انداز میں سیڑھیاں اترے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی ایک عجیب سا گھٹن زدہ ماحول تھا جو ان سب کو ایک لمحے کیلئے وحشت میں مبتلا کر گیا۔ معاً ان کی نگاہ ایک منظر پہ ٹھٹھک کر کی جہاں کرسی پہ ایک وجود بیٹھا بے نیازی سے اونگھ رہا تھا۔

کیپٹن حسن اسے کچھ لمحے کیلئے وہ رومال سونگھادیں تاکہ یہ ہوش میں نہ آئے کچھ "وقت کی خاطر۔"

مائیکروفون سے آتی عشب کی سنجیدہ آواز پہ حسن نے جی سر کہتے فوری طور پہ اس کی بات پہ عمل کیا تھا جبکہ دین پوری دلجمعی سے کمرے کا تالا کھولنے کی کوششوں میں تھا۔

تالا کھلتے ہی مطلوبہ کمرے میں پہنچتے ہی عشب نے مائیکروفون کے ذریعے دین کو تمام لائٹس بند کرنے کا حکم صادر کیا تو دین اس کے کہنے پہ فوری عمل کیا تھا۔ اب وہ تینوں مل کر ان کارٹن کو آگے پمچھے کرتے کچھ تلاش کر رہے تھے۔

ناجانے یہ انسان حیوان کیسے بن جاتے ہیں جو دوسروں کی جان لینے سے پہلے "ایک بار بھی سوچنا پسند نہیں کرتے۔"

دین نے ان کارٹن کو پھاڑتے ہوئے تنفر سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ اگلے ہی لمحے کرٹن کھلتے ہی ان تینوں کا حال ایسا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ سب سکتے

کی کیفیت میں ان کارٹنز کے اندر موجود انسانی جسم کے اعضاء کو دیکھ رہے تھے جسے ٹرانسپیرنٹ شاپر میں کور کیا تھا۔ سب سے پہلے عشب ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا تو اپنے حواس بحال کرتے ان کی جانب دیکھا۔ دھچکا بڑا تو بہت تھا لیکن انہیں فلحال اپنے اعصاب مضبوط کرنے تھے۔

اومائی گاڈ اس متعلق تو ہم میں سے کسی کو علم نہیں تھا۔ سر نے تو بس نشہ "آر ادویات اور اسلحے کا کہا تھا جن سے بچوں اور لڑکیوں کی زندگی اجیرن ہو رہی تھی تو "پھر یہ سب۔

وہ سب اس اچانک ہوئی افتاد پہ بھونچکا رہ گئے تھے معاً حسن کی سرسراتی ہوئی آواز کمرے کی خاموش فضا میں گونجی۔

خیر فلحال یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے۔ اس لڑکے کی بیہوشی کا دورانیہ "کچھ لمحے مزید کا ہے۔ آپ لوگ یہ کارٹن اٹھاتے باہر کی جانب جائیں۔

عشب نے اپنے بیگ میں سے چپ نکالتے ان دونوں کو سرعت سے جانے کا اشارہ کیا لیکن وہ اُس سے مس نہ ہوئے البتہ عشب کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ ایک تو بالکل خاموشی ہونے کی بدولت ان کی آواز ہلکی سی بھی گونج رہی تھی۔

"باہر سے جانا درست فیصلہ نہیں ہے عشب ہمیں یہی سے کچھ کرنا ہوگا۔"

دین نے تفکر سے اپنی پیشانی مسلتے اسے مخاطب کیا معاً حسن کی نگاہ بائیں جانب کھڑکی پہ پڑی جو بند پڑی تھی البتہ اس کے آگے دو تین کارٹن رکھتے اسے محفوظ کیا گیا تھا تاکہ کسی کی نگاہوں میں نہ آئے۔ اس نے بروقت اس کھڑکی کی جانب اشارہ کیا تھا۔

عشب نے مشکل اپنے اعصابوں کو ٹھنڈا کیا اور ان دونوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ یہ کمرہ عمارت کی پچھلی سائیڈ پہ تھا تبھی کسی کا عمل دخل نہیں تھا ویسے بھی آصف یہاں تین بجے آنے والا تھا اور ابھی ایک بج رہا تھا۔

وہ دونوں عشب کی ہدایت پہ عمل کرتے کچھ کارٹنز وہاں سے باہر لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کا اب تک کا پلین بھی یہی تھا کہ سامان کی مقدار کو غائب کرنا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس آصف جیسے درندے کو جان سے مار ڈالتا لیکن وہ ایسا کوئی کام وقت سے پہلے سرانجام دے دیتے تو ان کیلئے ہی مشکل کھڑی ہو جاتی۔

وہ دونوں کو آخرج کارٹن لیتے باہر کی جانب پھلانگ گئے تھے البتہ عشب نے گ جوں ہی اسے مین سوئچ بورڈ آن کرنے کا کہا حسن نے سرعت سے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ عشب نے چیتے کی سی رفتار سے کھڑکی سے باہر کی جانب نکلنا چاہا کہ عین اسی وقت اس کے جیکٹ کسی کے شکنجے میں آئی تھی اس نے چھڑوانے کی بے تحاشہ کوشش کی لیکن وہ لڑکا اب مسلسل اس کی ٹانگ پہ وار کر رہا تھا۔

موندی موندی آنکھیں کھولتے ہی سب سے پہل تو اس نے اطراف کا جائزہ لینا چاہا تھا لیکن اسے اپنے حواس کھوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے معاً اس کی نگاہ کھرکی سے نظر آتے سائے پہ پڑی اور کھرکی پہ بیٹھے وجود کو دیکھتے تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ کمرے کی حالت دیکھ اس کا سر چکرانے لگا تھا اس سے پہلے کہ عشب کھرکی سے باہر کودتا اس لڑکے نے جھٹکے سے اس کی مضبوط ٹانگ اپنے بازوؤں میں جکڑی تھی۔

اس نے پہلے پہل تو خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے رکھے لیکن ہمت ٹوٹتے ہی اس نے اپنے شانے سے رائفل اتارتے اس کے سر پہ وار کیا تھا وہ لڑکا تو پہلے ہی اس دوا کی بدولت دھندلا دھندلا دیکھ رہا تھا لیکن اپنے سر پہ کچھ بھاری چیز پڑتے ہی وہ اپنے حواس کھوتے زمین پہ گرا تھا۔

"کیپٹن حسن کم انسائڈ کوئٹ۔"

عشب کی کرخت آواز پہ حسن تقریباً ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا لیکن زمین پہ گرے لڑکے کو دیکھتے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

اس کو ٹاچر روم میں لے کر چلو۔ اس کی خاطر تواضع کرنا اب فرض ہو گیا ہے ہم "پہ۔"

وہ خون آشام نگاہیں اس وجود پہ گاڑتے رعونت زدہ لہجے میں گویا ہوا۔ حسن اس کمزور سے لڑکے کو اپنے کاندھے پہ لادتے خاموشی سے کھڑکی سے کود گیا۔ عشب نے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے کمرے کو دیکھا تھا جہاں اب سامان نہ ہونے کے برابر تھا۔ وہ ایک ہی جھٹکے سے کھڑکی سے چھلانگ لگاتے چیتے کی سی رفتار سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ کمرے کی یہ صورتحال دیکھ یہاں بے تحاشہ ہنگامہ ہونے والا ہے لیکن وہ بھی اسی انتظار میں تھا۔

"عشب سر کی کال ہے۔"

دین کی آواز پہ وہ جو کسی سوچ کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا چونک کر اس کی سمت متوجہ ہوا اور اس کے ہاتھ سے موبائل لیتے کان سے لگایا۔

"ہاں جی شیر جوان کیا صورتحال ہے۔"

انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ عشب کو ان کے لہجے پہ سرعت سے سنجیدہ ہونا پڑا۔

"سر آئی تھنک یہ میری زندگی کا سب سے مشکل ترین کیس ثابت ہو رہا ہے۔"

اس کی سرسراقتی ہوئی آواز پہ کرنل عاکف ٹھٹھکے تھے۔ اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا جو انہیں سوچنے پہ مجبور کر گیا۔

"سب خیریت ہے ینگ مین۔"

ان کی تشویش سے بھرپور آواز بلیو ٹوتھ میں گونجی۔ اس نے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھتے اسے بلیو ٹوتھ سے کنیکٹ کر لیا تھا کیونکہ یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا بالکل ٹھیک نہیں تھا۔

سر آج تک بے تحاشہ کیس لڑے ہیں اور فتحیابی بھی حاصل کی ہے لیکن سر "جسم کے اعضاء بچنا یہ میرے اعصابوں کو بہت ناگوار گزرا ہے۔ یقین کریں میرا بس نہیں تھا کہ میں اس ڈاکٹر کی گردن اڑا دوں جس نے یہ کام کرنے کی جرأت کی ہے۔"

اس کی بھینچی بھینچی سرد آواز گاڑی کی خاموش فضا میں گونجی۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے چہرے پہ نظریں جمائے بیٹھے تھے کیونکہ یہ جھٹکا اصل میں بہت بڑا تھا۔

میجر عشب مجھے آپ سے ایسی قطعاً امید نہیں تھی کہ آپ یوں کیس کے وسط "میں ہی تھک کر ہار مان لیں گے۔ مجھے یہ کیس باقیوں سے بھی زیادہ پرفیکٹ

چاہیے۔ آپ کو فتح یاب ہو کر ہی لوٹنا ہے چاہے اس کیلئے ہمیں اپنے ملک کیلئے جان ہی کیوں نہ دینی پڑے کیونکہ یہ مشن ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اس کے ساتھ لاکھوں انسانی جانیں جڑی ہے۔ آپ سب کو ان کا محافظ بننا ہے۔

ان کا مضبوط لہجہ اسے بھی ایک لمحے کو پرسکون کر گیا۔ یک گونہ سکون تھا جو اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

انشاء اللہ سر آپ پریشان مت ہو میں اس کیس کو مکمل کر کے ہی لوٹوں گا اور یقیناً "اس دن آپ کو ہم تینوں پہ ہی فخر ہوگا۔ میں ہار ماننے والوں میں سے قطعی نہیں ہوں۔"

وہ متانت سے تسلی دینے والے انداز میں بولتے الوداعی کلمات ادا کرتے کال کاٹ گیا۔ اب ان کی گاڑی کا رخ اپنے گھر کی جانب تھا جبکہ دین کی پرسوچ نگاہیں اس لڑکے پہ جمی تھی جس کی عمر کچھ زیادہ نہیں لگ رہی تھی لیکن پھر بھی وہ ان غلط کاموں میں ملوث تھا۔ ناجانے ان جیسے لوگ غلط کام کرتے یہ کیوں نہیں

سوچتے کہ ایک دن اس ذات کے روبرو بھی پیش ہونا ہے اس وقت کونسا نامہ اعمال ان کی بخشش کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

معمول کے برخلاف آج آسمان پہ کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھی۔ سورج کا کھی نام و نشان تک نہیں تھا۔ دن میں بھی رات کا پھر معلوم ہو رہا تھا۔

پرندے بھی بارش کے خوف سے اپنے کونوں میں رہائش پذیر تھے۔

ایسے موسم میں جزاء بارش کے خوف سے چھت سے سر پہ حجاب لپیٹے کپڑے اتارتے میں محو تھی معاً نادیہ بیگم کی آواز پہ وہ ہاتھ جلدی سے چلاتی کپڑے اتارتی افراتفری میں زینے اتر گئی۔

"ارے ارے آرام سے۔ ابھی گر جاتی۔"

نادیہ بیگم نے اس کی جلدبازی پہ اسے لتاڑنا ضروری سمجھا۔ اس بنے ان کی بات پہ نخل سی ہوتی کپڑے صوفے پہ رکھ دیے اور خود سائیڈ پہ رکھی میز سے پانی کی بوتل اٹھانے منہ کو لگالیا۔

چلیں امی میں اب تیار ہو جاؤں۔ موسم کا کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ کب بگڑ جائے " اور میں چھٹی کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتی۔

وہ اپنی قمیض درست کرتی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور مسکراتے ہوئے انہیں اطلاع دیتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تاکہ تیار ہوتے سکول جانے کی تیاری پکڑ۔ نادیہ بیگم نے بے ساختہ کچھ کہہ کر اسے لوکنا چاہا تھا نا جانے کیوں انکے لب سکے پھڑپھڑائے تھے مگر وہ اسے کمرے میں جاتا دیکھ لبوں کو سختی سے آپس میں پیوست کرتے خاموشی سے چہرہ جھکاتے اس کا ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔

کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ بلیک اور گرے امتزاج کا پرنٹڈ سوٹ زیب تن کیے باہر آئی تھی جس پہ سیاہ ہی حجاب اپنے چہرے کے گرد لپیٹا ہوا تھا اور ایک بڑی سی چادر سے خود کو ڈھکا ہوا تھا۔ میک اپ زندگی میں کبھی اس نے استعمال نہیں کیا تھا تبھی اس کا چہرہ اس چیز سے پاک تھا۔ حالات نے کبھی اجازت ہی نہیں تھی کہ اپنی جائز خواہشات بھی پوری کر لے ناجائز تو بہت دور کی بات تھی۔

اچھا امی میں نکلتی ہوں۔ پریشان مت ہو جائیے گا۔ اپنی دوائیاں وقت پہ لیلیجے گا۔ آپ جانتی ہیں جس نے آپ اس معاملے میں کوتاہی برتیں اسی دن آپ کی "طبیعت مزید خراب ہوتی ہے۔"

وہ بیگ شانے پہ لٹکاتے ان کے گال پہ بوسہ دیتے محبت بھرے لہجے میں بولی تو جواباً انہوں نے بھی برخستہ ممتا بھرے انداز میں اس کا ماتھا چوما تھا۔ پہلے یہ ناشتہ کر لو پھر ہی نکلنے دوں گی کہی۔

ان کی تاکید پہ وہ منہ بناتے سرعت سے چائے کا کپ لبوں سے لگا گئی تھی مبادہ وہ اسے سکول جانے سے روک ہی نہ لیں۔ چائے ختم کرتے اس نے کپ سلیب پہ رکھا اتنی ہی دیر میں نادیہ بیگم بھی ہمت مجتمع کرتے اس کی سمت متوجہ ہو چکی تھی۔

جزاء میں کیا کہ رہی بیٹا کہ آج آپ مت جاؤ۔ موسم بھی بے تحاشہ خراب ہے اور "نا جانے کیوں میرا دل بھی بے تحاشہ گھبرا رہا ہے۔"

وہ اس کی معصوم صورت دیکھ بے چینی سے گویا ہوئی تو اس نے پریشانی سے ان کی جانب دیکھا جن کے چہرے سے بے آرامی صاف چھلک رہی تھی۔

"کیا ہوا امی طبیعت ٹھیک ہے آپکی۔"

وہ ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتی تفکر بھرے لہجے میں بولی تو نادیہ بیگم نے بمشکل خود پہ قابو پاتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے میں جلدی لوٹ آؤں گی لیکن چھٹی میں کسی قیمت پہ نہیں "اگر سکتی۔ ان لوگوں کو ویسے بھی موقع چاہیے ہوتا ہے پے کاٹنے کا۔

وہ انہیں تسلی دیتے ناگواری سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ نادیہ بیگم اس کی بات سے اتفاق کرتے خاموشی اختیار کر گئی تھی۔

اتنی دیر میں باہر سے آنے والی اقراء کی آواز پہ وہ انہیں الوداعی کلمات کہتے باہر کی جانب چل دی۔ نادیہ بیگم نے بے ساختہ اسے دعاؤں کے حصار میں رخصت کیا تھا۔

سکول پہنچتے ہی وہ حاضری رجسٹر پہ اپنی حاضری لگاتی اپنی کلاس کی سمت چل دی تھی۔ اقراء پہلے ہی پرنسپل کے آفس جا چکی تھی۔ اسے ان معاملات میں قطعی دلچسپی نہیں تھی تبھی ایسی چیزوں سے دوری اختیار رکھتی تھی۔ ابھی بھی وہ سب سے بے نیاز زینے چڑھتی جا رہی تھی معاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مسلسل کسی کی نگاہوں کے حصار میں ہے۔ اس نے ٹھٹھک کر وہی کھڑے کھڑے رخ موڑا تھا

لیکن ارد گرد تو گویا کسی زی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ وہ ایک لمحے کو اسے اپنا وہم سمجھتے سر جھٹک گئی تھی اور ایک بار بے دھیانی میں اوپر کی جانب چل دی لیکن اپنے نام کی پکار پہ اس کا رنگ سرعت سے فوق ہوا تھا۔ سانس گویا سینے میں ہی اٹک گیا۔ اس کے گلے میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ اس نے سمتے سمتے گردن ترچھی کی لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"یا اللہ پاک یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔"

وہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتی بڑبڑانے والے انداز میں بولی اور آیت الکرسی کا ورد کرتے اپنی کلاس میں چل دی۔ حیرت کی بات آج اسے اس پردے کے پیچھے سے کسی بچے کی آواز نہیں آئی تھی۔ اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ گزرے پورے ہفتے میں وہ مسلسل آوازیں سن رہی تھی لیکن آج ایسا یہ عجیب و غریب واقعات اس کی جان لینے کے درپے تھے۔

ابھی اسے بچوں کو پڑھاتے گھنٹہ ہی گزرا تھا اسی دوران سکول کا چوکیدار ہاتھ میں ٹرے لیے کلاس میں داخل ہوا۔ جزاء نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا کیونکہ جب سے وہ آئی تھی ایسا بھی کچھ نہیں ہوا تھا پھر آج سب یہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"میم یہ آپکی چائے۔"

اس نے کہتے ہی ٹرے سے ایک کپ نکالتے اس کی کرسی کے آگے رکھی چھوٹی سی میز پر رکھی۔ اس نے مشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ کیا۔"

اس نے ہونق زدہ ہوتے استفسار کیا اور چائے کے کپ کی جانب اشارہ کیا۔

"دراصل سردیاں آرہی ہے نا تو اب سے معمول سے ملے گی۔ میں چلتا ہوں جی۔"

وہ اسے تفصیل بتاتے کلاس سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی جزاء نے پرسوچ نگاہوں سے چائے کو دیکھتے سر جھٹکا تھا لیکن طلب بھی بے تحاشہ ہو رہی تھی کیونکہ بچوں کے شور کی بدولت اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ وہ گہرا سانس فضا کے سپرد کرتی چائے کا کپ لبوں سے لگائی جبکہ کمرے کے باہر دو آنکھوں سے شاطرانہ انداز میں یہ منظر دیکھا تھا۔

علا یہ خاموشی سے کلاس میں بیٹھی بورڈ پہ نگاہیں ٹکائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔ اس کی سوچوں کا محور عقیفہ کی ذات تھی۔ گھر جا کر بھی وہ تمام باتیں اس کے ذہن سے چاہ کر بھی نہیں نکل پائی تھی۔ بارہا بار اس کے دل اسے اکسا چکا تھا کہ کسی طرح اس بابت مکمل طور پہ معلومات حاصل کر لے لیکن پھر ناجانے کیوں مجھے دل سے خاموشی اختیار کر جاتی۔ گرے رنگ کا ٹاپ ساتھ سیاہ رنگ کی جینز پہنے بالوں کو بینڈ میں مقید کیا ہوا تھا۔ ہاتھوں میں مختلف رنگوں کے

بینڈز جو اس کے غنڈی ہونے کی نشانی تھے۔ ابھی بھی وہ موبائل کو ہاتھ میں گھماتے مسلسل اپنے ہونٹ چبارہی تھی معاً اپنے قریب سے آنے والی بھاری مردانہ آواز پہ اس نے ذرا کی سی پلکیں واں کرتے اوپر کی جانب دیکھا جہاں حسن کھڑا مسکراتے ہوئے اس کی جانب متوجہ تھا۔ علایہ کو جی بھر کر کوفت ہوئی تھی معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا اس نے جھٹکے سے اس کی جیکٹ کی آستین کھینچتے اسے اپنے قریب رکھی کرسی پہ بٹھایا تھا۔ حسن اس کے اس قدر قریبی پہ بوکھلا کر رہ گیا۔ چہرہ الگ سرخ پڑ گیا تھا البتہ علایہ اس سب سے انجان کھوجتی نگاہوں سے اس کی جانب تک رہی تھی۔

"تم کل وہاں کیا کر رہے تھے۔"

اس کی بات پہ حسن بھی اب کی بار اپنی مسکراہٹ سمیٹتے سنجیدہ ہوا تھا۔ یہ بات تو اسے بھی پوچھنی تھی کہ وہ وہاں کیا کر رہی تھی۔ علایہ نے حیرت سے اس کی بولتی نگاہوں میں دیکھا تھا جو کسی سوچ کے زیر اثر تھی۔

میں جو مرضی کروں تمہیں کیا تکلیف ہے چھوڑو۔ تم وہاں کیا کر رہی تھی اور چھپ " "چھپ کر اس لڑکی کو کیوں گھور رہی تھی۔

وہ اس کا ہاتھ اپنی آستین سے جھٹکتے کڑے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔ ورنہ یہ کھوجی طبیعت کی حامل لڑکی اس کا پردہ فاش کر دیتی اور فلحال اسے اپنا پلہ بھاری کرنا تھا۔

علایہ کے ذہن میں معیز کی بات کا جھماکہ ہوا تھا جب اس نے اسے اطلاع دی تھی کہ حسن جماعت کا بندہ ہے اور غلط کاموں میں ملوث ہے۔ مطلب وہ بھی اس عقیفہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

وہ دل ہی دل میں تانے بانے باندھتی اسے کوسنے دینے میں مصروف تھی جب اس نے اس کے منہ کے آگے چٹکی بجاتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا تھا۔ علایہ نے چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

اتنی دیر میں بروقت کاظم اپنی پروقار شخصیت سمیت کلاس میں داخل ہوا تو پوری کلاس الٹ ہو کر بیٹھی تھی کیونکہ وہ سب ہی اس کی نفاست پسند طبیعت سے واقف تھے کہ وہ کس قدر صفائی پسند اور ڈسپلین رکھتا ہے جبکہ حسن اور علایہ ابھی بھی ایک دوسرے کو گھورنے میں ہی محو تھے۔

"مس علایہ اینڈ مسٹر حسن لک لیٹ دی بورڈ۔"

اس کی کرخت آواز پہ وہ دونوں سر جھٹکتے بورڈ کی سمت دیکھنے پہ مجبور ہوئے تھے۔ تمہارا تو میں پردہ فاش کر کے ہی رہوں گی میں جانتی ہوں تم ایک مشکوک آدمی" ہو۔ میں چاہ کر بھی تم پہ اعتبار نہیں کرپا رہی۔ تمہارا کسی جماعت کا حصہ ہونا پھر اس عقیفہ کے ساتھ ہونا کچھ تو ہے جو چھپا ہوا ہے اور میں ٹھہری کھوجی طبیعت کی مالک تو مجھ پہ تو فرض ہے ناکہ میں تمہارے بابت جانوں۔ سو یو جسٹ ویٹ اینڈ

"واچ۔"

وہ چمکتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی پر عزم لہجے میں بولی۔ اس کے انداز میں ہی کچھ کر جانے کا جنون تھا جو حسن کو بھی گھبراہٹ میں مبتلا کر گیا۔

"میری چھوڑو مس علایہ اپنی خیر مناؤ۔"

اس نے معنی خیزی سے جواب دیا لیکن وہ علایہ ہی کیا جو ڈر جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ بھی کوئی جوابی کاروائی کرتی کاظم کی برفیلی آواز پہ کلاس میں سکوت چھایا تھا۔

"مسٹر حسن یو کین گو آؤٹ فوام مائی کلاس۔"

ان دونوں کی مسلسل سرگوشیوں سے اکتا کر اس نے سختی سے حسن کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔ حسن نے علایہ کو ذمہ دار ٹھہراتے کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا لیکن وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بائیں آنکھ دبا گئی۔ حسن سختی سے دانت پہ دانت جھماتے بیگ جھپٹتے باہر کی سمت چل دیا۔ اس نے آج کلاس میں عقیفہ پہ نگاہ رکھنی تھی لیکن اس کاظم نے سارا کام ہی خراب کر دیا تھا۔

"ایک سیکنڈ رکو تم میری بات سنو۔"

حسن جو پلر کے پیچھے چھپا اطراف کا جائزہ لیتے مائیکروفون پہ ان دونوں کو اطلاع دینے میں محو تھا اپنے عقب سے آنے والی کرخت آواز پہ جھٹکے سے رخ موڑتے خون آشام نگاہوں سے اس لڑکی کی جانب دیکھا جس کی بدولت اسے اتنے لوگوں کی موجودگی میں کلاس سے باہر نکالا تھا۔

"کیا مصیبت ہے اب تمہیں کیوں پیچھے پڑ گئی ہو۔"

وہ تھکے تھکے اعصابوں سمیت اکتا کر گویا ہوا تو علایہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا جس کے لب ابھی کچھ لمحوں پہلے مسلسل ہل رہے تھے لیکن اس کے ہاتھ میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی جس سے وہ کسی سے رابطہ کرتا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم اس عقیفہ کے پیچھے کیوں گھوم رہے تھے۔"

اس نے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے قدم اس کی جانب بڑھائے اور منتظر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو پریشانی سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔

یہی بات اگر میں تم سے عرض کروں تو تم بالکل نہیں جوابدہ ہوگی تو اس کے بعد "تم مجھ سے کس قسم کی امید رکھ رہی ہو کہ میں تمہیں بتاؤں گا اور ویسے بھی ہم "- ایک دوسرے کو ابھی جانتے ہی کتنا ہے

وہ کندھے اچکاتے بے نیازی سے بولا تو علایہ کے ماتھے کی رگیں ابھر کر نمایاں ہوئی تھی۔

دیکھو میں کہ جو پوچھ رہی ہوں سب سچ سچ بتادو ورنہ میں ایچ او ڈی کے آفس "میں چلی جاؤں گی اور تمہارے متعلق ایک ایک بات بتاؤں گی کس طرح تمہاری "حرکات مشکوک ہیں۔

وہ انگلی اٹھاتے اسے وارن کرنے والے انداز میں بولی تو حسن نے اس کی بات کو جیسے ہوا میں اڑایا تھا۔ لبوں پہ ایک تمسخر اڑاتی مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

ویسے تو تم میری شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو لیکن اگر بتانا چاہتی ہو تو شوق " سے بتاؤ۔

وہ کندھے اچکاتے نے نیازی سے گویا ہوا۔ علایہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ ایسے لوگ اتنی آسانی سے کہاں مانتے ہیں یہی سوچ کر وہ دل ہی دل میں دانت کچکچا گئی۔ اس نے ایک بے بس نگاہ اطراف میں ڈالتے مکہ اپنی ہتھیلی پہ مارا تھا۔

"اچھا سارا مذاق ایک جانب میں بتاتا ہوں تمہیں کہ میں وہاں کیا کرنے گیا تھا۔" وہ اس کے چہرے پہ چھائی افسردگی بھانپتے دونوں ہاتھ میں فضا میں اٹھاتے سمرینڈر کرنے والے انداز میں نرمی سے بولا۔ علایہ جو واپسی کیلئے قدم موڑ چکی تھی پہلے تو اس کی بات پہ بھونچکا رہ گئی معاً جھٹکے سے رخ پھیرتے چمکتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پہ تجسس کے بدولت خوشی پھیلتی دیکھ حسن سر جھکاتے ہوئے سے ہنس دیا تھا۔

وہ دراصل جیسا تم مجھے سمجھ رہی ہو میں ویسا بالکل بھی نہیں ہوں۔ میں وہاں " بس وارڈن کے آفس جا رہا تھا کوئی کام تھا مجھے۔ لیکن پھر جیسے اس عقیفہ کی باتیں سن تم بھی شک و شبہات میں مبتلا ہوئی تھی ویسے ہی میرے ساتھ بھی ہوا اور اس دن اپنے ساتھ تم میری موجودگی کو ناقابلِ قبول سمجھتے مجھے ایک غلط انسان "مرتکب کر بیٹھی۔"

اس نے رسائیت سے بات کا اختتام کرتے اس کی جانب دیکھا۔ اس کا مقصد علایہ کو یہ بات باور کراتے اس کا زہن اس چیز سے ہٹانے کا تھا لیکن وہ اسے ایسی چیز لگتی نہیں تھی جو آسانی سے ٹل جائے۔ وہ ابھی اس کی جانب سے مزید سوالات کا منتظر تھا کب وہ 000 کی جانشین کی طرح مشکوک سوالات کرے لیکن اس کے منہ سے نکلتا ایک واحد لفظ دیکھ حسن کی آنکھیں مارے صدمے کے پھیل گئی۔

"اوکے۔"

وہ ہولے سے مسکراتے ہوئے بولی۔ حسن نے شش و پنج میں مبتلا ہوتے اس سرپھری کی جانب دیکھا جس سے کوئی بعید نہیں تھا لگے ہی لمحے اپنے الفاظ واپس لے لیتی۔

"کیا سچ میں۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو علایہ کا دل اس کی بے یقینی پہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اس نے کینہ تو زنگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ حسن نے ہڑبڑاتے ہوئے جان چھڑوانے والے انداز میں ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔ علایہ ایک تاسف بھری نگاہ اس پہ ڈالتے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

اس کے جانے کا یقین کرتے ہی حسن نے پلر سے پشت ٹکاتے روہانسا سا منہ بنایا تھا۔

"عشب بھائی آپ نے کہاں پھنسا دیا ہے۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتا ہوا بولا۔ جواباً اپنی سماعتوں میں پڑتا دین کا قہقہہ سن وہ مزید جل بھن گیا۔

کیپٹن حسن آپ جہاں گئے ہیں وہاں اپنے کام پہ "توجہ دیں اور کبھی بھی کوئی کام کر رہے ہوں تو اس لڑکی کی نگاہ میں کبھی نہیں آنا اطراف میں نگاہیں دوڑانی ہے" ساتھ۔

عشب کی کرخت آواز پہ ان دونوں کی چلتی زبانوں کو بریک لگی تھی۔ حسن اب بالکل الٹ ہوتے اس کی بات توجہ سے سن رہا تھا جو سنجیدگی سے اسے ہدایات کر رہا تھا۔ سب سے پہلے کسی بھی طرح ڈین آفس پہنچو پھر اس کے آگے کیا کام سرانجام دینا ہے وہ سوچتے ہیں۔ "ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہسپتال سے تو ہم "کارٹنر اٹھا چکے ہیں اب یہاں کی باری ہے۔ کیپٹن "حسن گو اہیڈ۔"

میجر عشب کی سپاٹ آواز پہ وہ جی سر کہتا ایک تیز نگاہ ارد گرد دوڑاتا چیتے کی سی رفتار میں وہاں سے ڈین آفس کی جانب بھاگا تھا۔

"تم اس لڑکے کے ساتھ کیا کر رہی تھی علایہ۔"

علایہ جو ابھی بھی کسی گہری سوچ میں غلطاں کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی اپنے عقب سے آنے والی سرد آواز پہ اس کے قدم زمین میں ہی گر گئے۔ اس نے ذرا سا چہرہ موڑتے اس شخص کو دیکھنا چاہا جو اس سے یہ پوچھنے کی کوتاہی کر رہا تھا وہ بھی ڈنکے کی چوٹ پہ مگر سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ اس کے سارے موڈ کا ستیاناس ہوا تھا۔ وہ ایک تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے اپنے قدموں کی رفتار بڑھا گئی تھی۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں علایہ کہ تم وہاں کیا کر رہی تھی۔"

علایہ جو ضبط کی انتہاؤں کو چھوتے آگے بڑھ رہی تھی جھٹکے سے رخ موڑتے اس کی جانب متوجہ ہوئی جس کے طور اطوار ہی بدلے ہوئے تھے۔

مجھے تمیز سے مخاطب کرو نا ہی میرا تمہارے ساتھ کوئی ایسا رشتہ استوار ہے جو مجھے "تم تم کہ کر مخاطب کر رہے ہو اور میں تمہارے سوالات کے جوابات دینے کی پابند

نہیں ہوں۔ لگتا ہے پرانی مار بھول گئی ہے۔ ابھی اٹے ہاتھ کی ایک منہ پہ لگے گی
 "تو سارا اگلا پچھلا ذہن میں تازہ ہو جائے گا۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخنی۔ آنکھیں ضبط سے سرخ پڑ رہی تھیں۔ لہجہ کسی
 بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس
 قدر فری کس خوشی میں ہو رہا ہے۔

"تمہیں یہ بات اچھے سے ازبر ہے کہ وہ جماعت۔"

اس سے پہلے کہ وہ فوراً سے پہلے اپنے تیور بدلتے میسنے پن سے اپنی بات مکمل کرتا
 علایہ نے خون آشام نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہاتھ کے اشارے سے اسے
 ٹوکا تھا۔

میرے دل میں اپنے دماغ کا یہ گندا... شٹ اپ جسٹ شٹ اپ یو بلڈی"
 خناس بھرنے کی ضرورت نہیں ہے ساری حسیں میرے پاس بھی ہے میں

محسوس کر سکتی ہوں۔ ان آنکھوں سے دیکھ بھی سکتی ہوں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط تو بہتر ہے اب تم سے مجھ سے بچ کر رہنا ورنہ سرعام سولی پہ لٹکا دوں گی اور "تم کسی کو مدد کیلئے بھی نہیں پکار سکو گے۔"

وہ تنے تنے تاثرات سمیت زہر خندہ لہجے سمیت غرائی۔ معیز کی رنگت اس کی بات پہ سپید پڑی تھی۔ وہ دانت پیستے اس کی نگاہوں سے خائف ہوتے آنکھوں کا رخ بدل گیا اور ایک شرربار نگاہ اس پہ ڈالتے تن فن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ وہ جس قدر اس کے نزدیک آنا چاہ رہا تھا یہ لڑکی اتنا ہی اس کے سر پہ چڑھ کر ناچ رہی تھی۔

ناجانے ان بد دماغ لوگوں کے ذہنوں میں یہ خرافات کہاں سے آجاتی ہے اس قدر "اگھٹیا باتیں سوچ بھی کیسے لیتے ہیں دماغ کا دہی بنادیا ہے پکڑ کے قسم سے۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتے بے دھیانی میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے کلاس کی سمت بڑھ رہی تھی معاً سامنے سے آتی شخصیت کو نہ دیکھ پانے کی نتیجہ زوردار

تصادم کے صورت میں نکلا تھا۔ وہ اس چٹان جیسے وجود سے ٹکراتے کراہتے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام گئی تھی۔ ابھی تک اس نے مقابل کی شکل نہیں دیکھی تھی بس اس کا چوڑا سینہ اور پھولے ہوئے بازو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ جی کراتے دانت کچکچا گئی۔

اگر اتنا ہی ریسلنگ کرنے کا شوق ہے تو یہاں کیا منہ اٹھا کر آگئے ہیں سر پھٹ "جاتا میرا ابھی ڈائینا سور نہ ہو تو۔"

اس نے جلے بھنے انداز میں جوں ہی چہرہ اٹھاتے مقابل کی صورت کی جانب دیکھا اس کی فر فر چلتی زبان کو بے ساختہ بریک لگی تھی جبکہ چہرے کا رنگ مقابل کی لہو رنگ ہوتا چہرہ دیکھ بے ساختہ فق ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں میچتے اپنے ڈوبتے دل کو سہارہ دیا تھا کیونکہ مقابل کوئی اور نہیں بلکہ اس کے وہی انگریزی کے استاد تھے۔ وہ تصور میں ہی اپنا سر پیٹ گئی تھی اب ان کے سامنے پیٹ کر اپنا تماشہ تھوڑی بنوانا تھا۔

اس کے برعکس کاظم تحیر کے مارے آنکھیں پھیلائے لب واں کیے اپنے متعلق
 اس کے نادر خیالات سننے کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا معاً اس کے لبوں سے
 اپنے آپ کو ڈائیناسور سنتے ہی وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچا تھا۔ کس قدر محنت
 کر کے یہ باڈی بنائی تھی اور اس نے اس کو تشبیہ کس سے دی ڈائیناسور سے۔ وہ
 بے ساختہ جھرجھری لے اٹھا۔

محترمہ آپ کا دماغ ٹھکانے پہ ہے۔ ایک تو پاگلوں کی طرح خود سے باتیں کرتی چلی "
 جارہی ہیں اندھوں کی طرح اور باتیں بھی مجھے سنارہی ہیں۔ کسی اساتذہ کا احترام کرنا
 "آتا بھی ہے یا کسی نے سکھایا نہیں۔

اس نے اس کی بدتمیزیوں پہ طنز کا تیر چلایا تو علیہ کے دل کو بے ساختہ ٹیس پہنچی
 تھی۔ اس کے چہرے پہ کرب کی ایک لہر دوڑی تھی جسے وہ سرعت سے چھپا گئی
 تھی۔ وہ گہرا سانس بھرتے اپنے اشتعال پہ قابو پا گئی تھی اس کے علاوہ کوئی چارہ

بھی نہیں تھا مزید کچھ بولتی تو کوئی بعید نہیں تھا کہ اسے یونی سے ہی باہر نکال دیا جاتا۔ وہ تنے تنے تاثرات سمیت ضبط سے کام لے گئی تھی۔

مجھے جو بھی ہے آپ کو اس سے کوئی کنسرن نہیں ہونا چاہیے استاد ہے تو استاد" کی طرح ہی رہیے۔ مجھ سے غلطی ہوگئی جو آپ کو دیکھے بغیر ہی سنادی مگر آپ کو میری تربیت پہ انگلی اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ جو اجازت "دیتی ہوں اس چیز کی۔

وہ سپاٹ چہرے سمیت دھیمے لہجے میں بولتی آگے کی جانب بڑھ گئی۔ آج سب نے اسے ہی ملنا تھا جیسے اسے سخت قسم کا تاؤ آ رہا تھا خود پہ ہی۔

جبکہ کاظم حیرت سے اس لڑکی کو اس قدر پرسکون دیکھ رہا تھا ورنہ وہ ہر جگہ بولتی ہوئی ہی دکھتی تھی۔

جائیں آپ اپنی اس عقیفہ کے پاس۔ آج تو وہ بڑا سچ کر آپ کے اوپر ڈورے "ڈالنے آئی ہے۔ ویسے آپ کی ایک نظر کرم کی دیر ہے وہ اپنی تیاری میں کامیاب "ہو جائے گی۔

اس کی شوخ گوہر افشانی پہ کاظم نے دانت پیسے تھے مطلب جو بھوت اس کے اندر ابھی آیا تھا وہ ایک لمحے کا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جوابی کاروائی کرتا وہ تمسخر سے ہنستی کلاس میں گھس گئی تھی۔ وہ اس کی عاجز آجانے والی حرکتوں پہ تاسف سے نفی میں سر ہلا گیا۔

"مس عقیفہ آپ میرے آفس میں آئیے ان نیکسٹ ٹو منٹس۔"

وہ زینوں کے ساتھ اپنی دوستوں کے ساتھ کھڑی عقیفہ کو ہدایت کرتا اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ تو اس کی بات پہ جیسے سکتے کی کیفیت میں آگئی تھی۔ اس کے خرافاتی دماغ میں طرح طرح کی باتیں آنے لگی۔ آنکھیں مخصوص انداز میں چمک رہی تھی۔

"ایکسیوزمی ذرا میں ابھی آئی کاظم کی بات سن کر۔"

وہ ایک ادا سے شانوں پہ گرے بالوں کو جھٹکتی شاطرانہ مسکراہٹ سمیت اسی کی تلقید میں چل دی۔ حسن جو دور ہی کھڑا ایک ڈیوائس کے ذریعے ان کی تمام باتیں کچ کر رہا تھا مشکوک ہوتے وہ بھی پیچھے پیچھے ہی تھا۔ اسے سرکاظم کے عقیفہ کو آفس میں بلانے پہ حیرت ہوئی تھی وہ بھی اکیلے میں۔ آج تک کسی اساتذہ نے ایسی حرکت سرانجام نہیں دی تھی جس سے کسی کا کردار مشکوک ہو۔

اس نے جوں ہی آفس کا دروازہ بجایا اندر سے آتی بھاری گھمبیر کم ان کی آواز پہ ایک لمحے کو اس کے اوسان خطا ہوئے تھے۔ اس نے اپنی تمام ہمت مجتمع کرتا دروازے کی ناب گھماتے اندر قدم رکھے تو وہ دونوں معمولی سے فاصلے پہ کرسیاں رکھے کسی بات پہ مصروف تھے۔ کاظم نے ہاتھوں میں رجسٹر تھام رکھا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اسے کچھ سمجھا رہا ہے۔

"جی کچھ کام تھا کیا آپ کو۔"

کاظم نے اس کے چہرے پہ نظریں جمائے سرمہری سے استفسار کیا تو اس کا حلق تک خشک ہو گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے فضا میں آکسیجن کی کمی ہو گئی ہو۔ وہ اندر تو آگیا تھا لیکن اب اس کا ذہن اس چیز کیلئے تیار نہیں تھا کہ انہیں کیا جواب دے تبھی میسنی سی ہنسی ہنس دیا۔ عقیفہ بھی اس کی آمد پہ ایک جانب ہوتے کھڑی ہو گئی تھی۔

"وہ سر دراصل آپ سے کچھ۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات مکمل کرتا چوکیدار چائے کی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ حسن نے اس کی آمد پہ ایک لمحے کیلئے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

چوکیدار نے چائے کے دو کپ میز پہ رکھے تھے۔ حسن نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کیا تھا شاید وہ کسی منسٹر کی بیٹی

ہے تبھی اسے اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے۔ فلحال وہ دل ہی دل میں اس عقیفہ کو کوسے خاموشی اختیار کر گیا۔

"حسن کیا پلیز تم یہ چائے مجھے پکڑا سکتے ہو۔"

عقیفہ جو صوفے پہ جا کر بیٹھ چکی تھی میز پہ رکھی چائے کو دیکھتے حسن سے گویا ہوئی اور آنکھیں پٹپٹاتے اس کی جانب دیکھا۔ وہ انکار تو کرنا چاہتا تھا لیکن کاظم کی موجودگی میں صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا اور مسکراتے ہوئے کپ اسے تھمایا تھا۔ اس کی مسکراہٹ کے پیچھے بھی ایک نفرت پنہاں تھی جو فلحال عقیفہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے دیکھتے کپ تھامتی اس کے ہاتھوں سے کپ ڈگایا تھا اس نے ایک مسکاتی نگاہ اس پہ ڈالتے کپ ہاتھوں سے چھوڑا تھا اگلے ہی لمحے چائے اس کی پیٹ کو بری طرح داغدار کر گئی تھی وہ گرم گرم چائے ہونے کی

بدولت اب چیخ رہی تھی اور غمیض کے عالم میں اس کی جانب دیکھ رہی تھی جو اب اسے ہی دیکھتے بائیں آنکھ دبارہا تھا۔

چلیں یہ صاف کر لیں آئیں میرے ساتھ اور حسن آپ فوراً سے پہلے یہاں سے "نکل جائیں آپ سے میں بعد میں نیپٹتا ہوں۔"

اس نے تفکر سے کہتے عفیفہ کی جانب ہاتھ بڑھایا اور قرآلودنگاہوں سے حسن کو دیکھتے باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ سٹپٹاتے ہوئے اثبات میں سر ہلا گیا۔ ان کے واشروم کی سمت جاتے ہی حسن کی نگاہ سرعت سے صوفے پہ رکھے عفیفہ کے موبائل پہ پڑی تھی۔ اس نے دھڑکتے دل سمیت اس کے موبائل کا بیک کور اتارا اور اپنے والٹ سے چپ نکالتے اس پہ چپکائی تھی۔ وہ بالکل چھوٹی سی چپ تھی جس کا وزن بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس سے عفیفہ جس سے بھی بات کرتی اس کا پورا ریکارڈ ان تک پہنچتا۔ یہ کام سرانجام دیتے ہی اس نے موبائل اسی

زاویے میں صوفے پہ پھینکا اور اپنی شرٹ درست کرتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھ گیا۔ باہر پہنچتے ہی اس نے طمانیت بھرا سانس خارج کیا تھا۔

"ہیو ڈن سر۔"

اس کی مسرت سے لبریز آواز مائیکروفون میں گونجی تو ان دونوں نے بے ساختہ اسے شاباشی دی تھی۔ اب وہ پوری شان سے گنگناتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

کہاں گیا مال اب تک نہیں پہنچا۔ تم جیسے ناکارہ لوگوں کو کام پہ رکھ کر میں پچھتا"

"ہی رہا ہوں آج تک۔ بولوں تک کہاں گیا مال۔"

وہ سب چہرہ جھکائے شرمندہ شرمندہ سے پاشا کے سامنے کھڑے تھے جب وہ طیش کے عالم میں غرایا تھا۔ آج اسے ہسپتال سے آنے والی مال کی ادائیگی کرتے اس کا اچھا خاصہ معاوضہ کمانا تھا لیکن آدھی رات کو ہی جب آصف پاشا کے کچھ

لوگوں کے ساتھ مال اٹھوانے ہسپتال پہنچا تھا تو وہاں سے آدھے سے زیادہ سامان غائب تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی پہرے داری میں بٹھایا لڑکا بھی۔ اس وقت سے اب تک ان سب کی شامت آئی ہوئی تھی۔ انہیں یہ چیز ہی کھائی جا رہی تھی کہ سب سامان کس کے ہاتھ لگا ہوگا۔ اس بدولت تو کسی کو علم بھی نہیں تھا۔

باس وہ میں نے تو سارا سامان ایک جانب کر کے رکھا تھا کہ رات کو سارا مال ڈلیور ہونا ہے لیکن میں نہیں جانتا کیسے کب اور کیوں سامان غائب ہوا اور سب سے اہم بات جو کیمرہ وہاں کی حفاظت کیلئے لگا تھا عین وقت میں وہ بھی بند تھا۔

وہ اپنی پیشانی مسلتے پریشانی سے ساری تفصیل اس کے گوش گزار رہا تھا لیکن سب پہلو پہ سوچنے کے بعد بھی کوئی اہم پہلو ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

ہاں مال سارا آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ جلد از جلد کچھ بھی کر کے پتہ لگواؤ اگر تم میں سے کوئی بھی فرار ہوا نہ تو یقین کرو ایک ایک بوٹی کر کے کتوں کو کھلاؤں گا

"تم لوگوں گی۔"

وہ آنکھوں میں بے تحاشہ نفرت لیے چیخ رہا تھا اور پولیس کی وردی میں ملبوس شخص کو سختی سے ہدایت کر رہا تھا۔

باس مجھے جیسے ہی اس آصف نے اطلاع دی میں نے ناکہ بندی کی تھی اس "علاقے میں لیکن وہاں بھی ایسا کوئی سراہا تمہ نہیں لگا جس سے کسی پہ شک "جائے۔ باس کہی کوئی دشمن تو نہیں نکل آیا ہمارا۔

اس وردی والے نے پرسوچ نگاہوں سے پاشا کی جانب دیکھتے استفسار کیا تو پاشا کی چلتی زبان کو ایک لمحے کیلئے بریک لگی تھی۔ اس نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی بات میں دم تو تھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ مقابل بھی گڑبڑا گیا۔

پاشا نے سامنے رکھی شیشے کی میز سے سگار اٹھاتے سلگایا اور لبوں میں دباتے ایک گہرا کش بھرتے دھوئیں کے مرغولے چھوڑنے لگا۔

مجھے جلد از جلد اس متعلق تمام معلومات چاہیے۔ جس نے بھی یہ کام کرنے کی " کوتاہی کی ہے اسے بالوں سے پکڑ کر میرے سامنے لانا ہے۔ چاہے زندہ یا مرا یہ تم لوگوں پہ منحصر ہے اور آصف تو بھی جلدی سے کام کر ورنہ تو زندہ میرے ہاتھوں "نہیں بچے گا۔ دماغ خراب کر کے رکھ دیا سالے نے۔ یہ مشروب انڈیل اس میں۔

اس نے ان دونوں کو دیکھتے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں ہدایت کی اور زوردار ٹھوکر میز پہ مارتے پاس کھڑے ملازم پہ دھاڑا۔ اس ملازم نے سمتے سمتے جلد سے جلد مشروب گلاس میں انڈیلا اور اس کی جانب بڑھایا تھا۔ جواب کسی سے فون پہ مخاطب تھا۔

چلو دفعہ ہو جاؤ تم یہاں سے۔ ان لڑکوں سے بھی پتہ کروں وہ کوئی نیا چاند ہی نہ "سر پہ چڑھاتے ہو۔

وہ تنفر سے بولتے مشروب کا گلاس لبوں سے لگاتے گہرے گھونٹ بھرنے لگا۔ وہ سب اس کی دھاڑ پہ اچھلتے بھاگنے والے انداز میں یہاں سے نکلے تھے۔ مال کی

گمشدگی بہت ہی فکر والی بات تھی جنہیں ان سب نے اچھا خاصہ ہلکا لیا ہوا تھا
لیکن پاشا کا دماغ تیزی سے چلنے میں مصروف تھا۔

"صاحب وہ روزی۔"

اس کے خاص آدمی نے اسے گہری سوچ میں غلطاں دیکھ ڈرتے ڈرتے پکارا۔

"بھاڑ میں جائیں روزی دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

وہ طیش کے مارے چلایا تو اس کے چلانے پہ وہ خوفزدہ ہوتے بھاگنے والے انداز
میں وہاں سے نکلا تھا۔ پاشا اب مشروب سے بھرا گلاس زمین پہ مارتے لہو رنگ
ہوتی نگاہوں سے زمین کو گھور رہا تھا۔

کون ہے یہ مائی کا لال جس نے پاشا سے الجھنے کی کوشش کی ہے۔ بچ نہیں
"پالے گا ہم سے۔"

وہ اپنی بڑھی ہوئی شیوہ ہاتھ پھیرتے شاطرانہ مسکراہٹ سمیت بولا اور بے ہنگم
 - آنکھیں حد درجہ لہو رنگ ہو رہی تھیں جو اس کے ضبط کی گواہ انداز میں قہقہہ لگا اٹھا
 تھی۔

"جزا بیٹا طبیعت کیسی ہے اب میری جان۔"

نادیہ بیگم اس کے سرہانے بیٹھتی تفکر ذرہ لہجے میں بولی جو کل سے جب سے
 سکول سے آئی تھی یوں ہی نڈھال پڑی تھی۔ ابکائیوں نے اس کا حال برا کر دیا
 تھا۔ کل میں کوئی لانے جانے والا بھی نہیں تھا تبھی وہ مزید پریشان تھی۔ ابھی
 بھی وہ اس کا ماتھا چھوتے محبت سے پوچھ رہی تھی۔

ان کی متفکر آواز پہ اس نے ہولے سے مندی مندی آنکھیں واں کرتے ان کی
 جانب دیکھا جو اس کے اوپر جھکی ہوئی تھی۔

"جی امی میں ٹھیک ہوں بس کچھ بے چینی سی ہے کل سے۔"

وہ بیڈ کراؤن سے پشت ٹکاتے نقاہت زدہ لہجے میں بولی۔ آج بھی طبعیت بگڑنے کی بدولت وہ سکول نہیں جاسکی تھی۔ اقراء نے تو اسے بارہا بار کہا تھا کہ وہاں جاؤ گی تو ذہن بدلے گا لیکن وہ جانتی تھی کہ اس پہ کیا گزر رہی ہے مگر وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

تھک گئی ہے میری بیٹی کبھی اتنا کام کرنے کی عادت نہیں تھی نا۔ جب ہم نیا "نیا کوئی کام اپنے سر پہ سوار کرتے ہیں نا تو پھر ایسے ہی طبیعت اثر انداز ہوتی ہے۔"

نادیہ بیگم کو جو محسوس ہوا وہ وہی بول رہی تھی جبکہ جزاء کا دھیان تو ان کی طرف تھا ہی نہیں جیسے وہ کسی اور سوچ میں گم تھی۔

نہیں امی اگر ایسی بات ہوتی تو پھر میں تو کافی دنوں سے جارہی ہوں لگے ہی دن "کیوں نہیں طبیعت بگڑی۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی اور ٹانگیں بیڈ سے لٹکاتے چپل پیروں میں اڑسی تھی۔

اچھا پھر وہاں جا کر اپنے کھانے پینے کا دھیان کیا کرو۔ کچھ بھی ایسا ویسا نہ کھالیا کرو۔
"جس کا ہمارا معادہ ہمیں اجازت نہ دے۔"

انہوں نے صوفے سے اس کے کپڑے اٹھا کر تہہ لگاتے مصروف سے انداز میں
لتاڑا تو اس کے زہن میں بھی جھماکہ سا ہوا تھا۔ کل ہی تو اس نے چائے اور اس
کے بعد میم کی جانب سے جو سینڈویجز ملے تھے وہ کھائے تھے۔

"جی اب سے خیال کروں گی آپ پریشان مت ہوں۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

اپنا خیال کیا کرو میرا اکلوتا قمیٹی اثاثہ تم ہی ہو میں صرف تمہارے سہارے ہی"
جی رہی ہوں۔ کچھ ایسا مت ہو جائے جس سے کچھ غلط ہو مجھے تو ویسے بھی آج کل
"دھڑکا لگا رہتا ہے۔"

وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتی آنکھوں میں نمی لیے بولی۔ جزاء نے ہولے سے ان کے ہاتھ تھپتھپائے تھے۔

میرے پہ یقین رکھیں سب ٹھیک ہوگا انشاء اللہ۔ مجھ پہ بھروسہ رکھیں میں آپ کی "ہی بیٹی ہوں۔ یقین ہے نا مجھ پہ۔"

وہ ان کی پیشانی چومتے ہوئے محبت سے بولی اور ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھے تھے۔ نادیہ بیگم نے بغیر کسی تردد کے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ہولے سے مسکرا دی تھی۔

مجھے تیرے پہ بھروسہ ہے تبھی اس چیز کی اجازت دی ہے۔ بس اس ظالم دنیا "پہ بھروسہ نہیں ہے یہ بہت برے دن بھی دکھادیتی ہے۔"

وہ اذیت زدہ لہجے میں بولی۔ ان کے لہجے میں ایک تڑپ تھی جسے محسوس کرتے وہ بھی تڑپ اٹھی تھی۔

"اس سے زیادہ برے دن بھی ہوتے ہیں کیا امی۔"

وہ تلخی سے بولی۔ اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی کڑچیاں تھیں۔

جب یہ زمانہ آنگن کے پھولوں کو رسواں کرنے کی کوشش کرتا ہے نا تو ماں باپ "جیتے جی مرجاتے ہیں۔"

انہوں نے بوجھل لہجے میں بولتے اس پہ ایک حقیقت آشکار کی تھی۔ جزاء ایک سیکنڈ کیلئے تو سن رہ گئی۔ وہ بنا پلک جھپکائے ان کی جانب دیکھ رہی تھی جواب ڈوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کر رہی تھی۔ جزاء خاموشی سے ان کے سینے سے لگی تھی۔ اس بات کے جواب میں اس کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے۔

چلیں اب آپ یہ خرافاتی باتیں سوچ کر اپنی طبیعت مت خراب کیجیے گا۔ سب "ٹھیک ہوگ انشا اللہ اس کیلئے آپ کو مجھ پہ بھروسہ کرنا ہوگا میری ماں۔"

وہ ان کے جھڑیوں زدہ ہاتھ تھامتے آنکھوں سے لگاتی روتے روتے بولی تو نادیہ بیگم نے آنسو پونچھتے اسے کسی قیمتی چیز کی طرح اپنی آغوش میں سمیٹا تھا۔

کالی رات مزید تاریک ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ گھر کے لان میں ننگے پیر ہی چہل قدمی کرتے اپنے سرد پڑتے ہاتھ مسل رہی تھی۔ سوچ کے دھاگے کسی ایک کی ذات سے جڑے تھے۔

"مجھے چھوڑ کے مت جائیے نا۔ میں کیسے رہوں گی آپ کے بغیر۔"

وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا بازو تھامتی اسے روکنے کی جدوجہد کر رہی تھی لیکن مقابل لڑ کے چہرے کی ہوائیاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اڑتی ہی چلی جا رہی تھی۔

رہ لوگی آپ میرے بغیر میں جانتا ہوں۔ مجھے جانے دو ورنہ وہ لوگ مجھے پکڑ لیں۔
"گے۔"

وہ اپنی شرٹ کی آستین اس کے ہاتھوں سے چھڑواتا تھکے تھکے لہجے میں بولا تو وہ
مزید خود پہ ضبط کھوتی ہچکیوں سے رودی تھی۔

نہیں نہیں کوئی نہیں لے کر جائے گا آپ جائیں لیکن آپ پرومیس کریں کہ جلد
"ہی واپس لوٹیں گے۔"

وہ اس کی جانب اپنی ہتھیلی پھیلاتے ہوئے بولی۔ مقابل نے بے بسی سے اس کی
سمت دیکھا لیکن فلحال وعدہ نہ کرنا مطلب وقت مزید سرکانا تھا تبھی بنا کسی تردد
کے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے دبا گیا تھا۔ اس نے روتے روتے ہنستے اس کی
سمت دیکھا۔

اس نے بے ساختہ آگے بڑھتے اسے اپنے حصار میں لیتے اس کے بالوں کو چھوا
تھا۔ وہ لب پھیلاتی مسکرا دی تھی۔ اس کے مسکراتے ہوئے پھولے پھولے گال

مزید پھولے تھے۔ وہ اس کے گالوں کو ہولے سے انگلیوں سے چھوٹا سٹول پہ چڑھتا دیوار پھلانگ گیا تھا اور وہ نم نگاہوں سے نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھ رہی تھی۔

"مت جائیں نا۔"

وہ دیوار کی جانب ہاتھ کرتی تڑپ کر بولی تھی معاً منظر ختم ہوتے ہی وہ خالی خالی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

"پہلے بابا پھر ماما اور اب آپ بھی۔"

وہ ٹھنڈے ٹھنڈے سبزے پہ بیٹھتی اپنی ٹانگوں کے گرد بازو باندھ گئی تھی۔ آنکھوں - رونا تو وہ گزرے پانچ سالوں سے جیسے میں آنسوؤں کا نام و نشان تک نہیں تھا بھول ہی گئی تھی جب آخری بار صفورہ بیگم نے اس پہ ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی تھی۔

وہ سرد ہواؤں سے کپکپاتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کپڑے جھاڑتی چیل پیڑوں میں اڑستی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ معاً اس کی نگاہ انیکسی میں چلتی لائٹ پہ پڑی تھی۔ اندر موجود شخص کا سوچتے اس کا خون کھولا تھا لیکن وہ مٹھیاں بھینچتے دندناتی ہوئی داخلی دروازہ عبور کر گئی۔

"کہاں سے آرہی ہو اتنی رات کو۔"

وہ جو کچن میں کھڑی پانی پی رہی تھی صفورہ بیگم کی آواز پہ منہ بنا کر رہ گئی۔ اس نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدلا۔ خان بابا بھی اپنے کسی عزیز کی طبیعت خرابی کی بدولت گاؤں گئے ہوئے تھے تبھی وہ پورے گھر میں منڈلاتی پھرتی تھی۔ وہ ان کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے اس سے پہلے ان کے پاس سے گزرتی صفورہ بیگم نے ماتھے پہ بل ڈالتے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں تم سے مخاطب ہوں لڑکی۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ آنکھوں میں صرف ایک ہی جذبہ تھا اور وہ بھی صرف نفرت کا۔

اور میں آپ کی آواز تک سننا پسند نہیں کرتی اسی لیے لازم ہے کہ آپ مجھ سے "مخاطب ہونا چھوڑ دیں کیونکہ آگے سے ایسا ہی ٹھنڈا جواب ملے گا۔

وہ سرد مہری سے بولی تو صفورہ بیگم کو تو اس کے ڈھیٹانہ انداز پہ پتنگے ہی لگ گئے۔ یہ تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہے جو آدھی آدھی راتوں کو جہاں مرضی منڈلاتی "پھرو۔

انہوں نے نحوست زرہ لہجے میں بولتے آخر میں برہمی سے حکم صادر کیا۔ ان کی بات پہ علایہ نے تلخ مسکراہٹ سمیت ان کی جانب دیکھا جو اس کے زخم کمریدنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

یہ گھر میرے باپ کا ہے اس کا مطلب ہوا کہ یہ گھر میرا ہے۔ میں اس گھر میں " رہوں سوؤں جیوں مروں آدھی آدھی راتوں کو سیر سپاٹے کروں جو مرضی کروں میں "یہ حق آپ کو نہیں دیتی کہ میری ذات پہ کسی قسم کی پابندیاں عائد کریں۔

اس نے ذہر خند انداز میں لب کشائی کی۔ ان کی باتوں نے ہی اسے بولنے پہ اکسایا تھا اور اب وہ زخمی شیرینی کی مانند بپھر گئی تھی۔ وہ سختی سے انہیں باور کراتی تن فن کرتی زینوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جاتے جاتے وہ ایک ناگوار نگاہ ان پہ ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

وہ جوں ہی کمرے میں داخل ہوئی اس کے غصے کا گراف گرنے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ ان کی بات یاد کرتے دل کی دھڑکن بے ساختہ سست پڑی تھی لیکن وہ گہرے گہرے سانس بھرتی خود پہ قابو پانے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہی آپ سے باہر ہو جاتی۔

وہ اپنا موڈ بحال کرتی خود کو پرسکون کرتے وارڈروب کھول کر کھڑی ہو گئی جہاں انتہا کے کپڑے تھے جو سارے کے سارے پرانے تھے۔ گزرے دو سالوں میں صفورہ بیگم نے اس کی شاپنگ کیلئے ایک روپے بھی نہیں دیے تھے۔ بس ایک لمٹ میں پیسے ملتے جسے وہ اپنے کھانے پہ خرچ کر لیتی تھی۔ اب کل یونی میں فنکشن تھا اور اس کے پاس کپڑے ہی نہیں تھے معاً اس کی نگاہ گھومتے ہوئے ایک منظر پہ تھمی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے وہ بوکس اٹھایا تھا۔ آج اتنے سالوں بعد وہ اس گردآلود باکس کو کھولنے جارہی تھی۔

بیڈ پہ بیٹھتے ہی اس نے کپڑے سے بوکس صاف کرتے اس میں سے شرٹ نکالی کو سیاہ رنگ کی خوبصورت سی سادی سی شرٹ تھی جس کے اوپر پیرس لکھا ہوا تھا۔ وہ شرٹ باہر نکالتی اسے لبوں سے چھو گئی تھی۔

"آئی لو یو سوچ بابا اینڈ آئی مس یو الاٹ۔"

وہ اس شرٹ کو اپنے سینے میں بھینچتی محبت سے بولی اور اس شرٹ کی خوشبو کو خود میں سمویا تھا۔ ایک سکون سا اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اس نے آئیے کے سامنے آتے خود کا جائزہ لیا تو وہ اسے کافی کھلی تھی۔

"میں ہوڈی پہن لوں گی اس کے اوپر لیکن کل میں یہی پہن کر جاؤں گی۔" وہ پر عزم انداز میں بولی اور آسمان کی جانب دیکھتی آنکھیں میچی تھی۔

"اے زندگی تو بہت تلخ ہے۔ شاید تو بھی مجھے ختم کر کے ہی دم لے گی۔"

وہ یہ الفاظ ادا کرتی اپنی ہی بے بسی پہ ہنس دی تھی۔ اس کی ہنسی میں جو وحشت تھی کوئی دیکھ لیتا تو وہ اس کے وجود کو ہی چیڑ دیتی۔

رات کی سیاہی آسمان پہ اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ کالے بادلوں نے مکمل طور پہ آسمان کو ڈھکا ہوا تھا۔ تارے بھی روئی کے گولے کی مانند بادلوں میں ہی کہی چھب

دکھلا کر غائب ہو گئے تھے۔ چاند بھی آسمان کے بیچ و بیچ چھپن چھپائی کھیلنے میں مشغول تھا۔ چند ساعتوں بعد بادلوں کی گرگراہٹ ایک عجیب سا شور بلند کر رہی تھی جو اس سنائے ذدہ ماحول کو مزید ہولناک کر رہا تھا۔ دور کی سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سب کو کپکپانے پہ مجبور کر دیتی۔ ایسے موسم میں وہ تینوں سر کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے ایک ڈیوائس میں غرق کچھ تلاش کرنے میں محو تھے۔ موسم کے تیور بدلتے ہی سگنلز نے غیر متوقع طور پہ تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اسی بدولت وہ تینوں بیزار بیٹھے تھے۔

"جس کے ساتھ یہ ڈیوائس کنیکٹ کرنی ہے وہ کہاں ہے۔"

عشب کی مستفانہ آواز پہ دین سرعت سے اٹھتے اپنے کمرے کی سمت بھاگا تھا کیونکہ فلحال بحث کرنے کا وقت نہیں تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ جوں ہی کشادہ ہوا دار لاونج میں داخل ہوا تو ٹھٹھرا دینے والی سردی کی بدولت وہ بھی لرز کر رہ گیا تھا۔ نرم گرم صوفے پہ جگہ سنبھالتے ہی اس نے ڈیوائس عشب کی جانب

بڑھائی تو وہ اس ڈیوائس کو اس چپ سے جوڑتے سگنلز کا انتظار کرنے لگا۔ وہ لوگ عقیفہ کے ساتھیوں کے متعلق جاننا چاہ رہے تھے اور یہ اس صورت ہی ممکن تھا۔

"میرے خیال سے سگنلز آگئے ہیں۔ چیک کریں عشب بھائی۔"

حسن کی تحکم بھری آواز پہ عشب نے عمل کیا تو اگلے ہی لمحے سرخ رنگ کی لائٹ جلتے ہی انہوں نے تشکر بھرا سانس خارج کیا اور پرسکون انداز میں ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا ہے بھونکو بھی اب کب سے کال ملائی ہوئی ہے اب بولو بھی۔"

ابھی انہیں ہمہ تن گوش ہوئے کچھ منٹس ہی سر کے تھے معاً عقیفہ کی جھنجھلائی ہوئی آواز لاؤنج کی خاموش فضا میں گونجی تو وہ تینوں مکمل طور پہ اپنی حسیات اس کی سمت متوجہ کر گئے۔ اب انہیں اگلے انسان کے بولنے کا انتظار تھا۔ ایسا بھی کون تھا جسے تلاش کرنے میں انہیں خاصی دقت پیش آرہی تھی۔

سب سے پہلے مجھے میری بات کا جواب چاہیے کہ تم آج اس کاظم کے آفس میں "کیوں گئی تھی وہ بھی تن تنہا۔"

اس کے سپاٹ انداز پہ ان تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کی سمت دیکھا لیکن اگلے ہی لمحے اپنے حواس بحال کرتے اسی کی جانب متوجہ ہوئے۔

اس کی آواز سے تو انہیں خاصہ اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ کون ہو سکتا ہے لیکن تذبذب کا شکار لازمی ہو گئے تھے۔

میں تمہارے سوالوں کی پابند نہیں ہوں مسٹر۔ تمہاری نگاہوں میں کوئی وقعت "نہیں ہے بس اپنے مطلب کو استعمال کرتے ہو پھر دور پھینک دیتے ہو۔"

وہ ترخ کر اس سے مخاطب ہوئی۔ ان تینوں نے کوفت سے ان دونوں کی فضول باتوں کو سنا تھا جن کا کوئی سر پر نہیں تھا لیکن پھر بھی اسی کیلئے لڑنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

"کاش مسٹر کے آگے نام بھی لے لیتی ہمارا کام کس قدر آسان ہو جاتا۔"

حسن دہائی دینے والے انداز میں بیچاگی سے بولا۔ دین اور عشب اس کے انداز پہ مسکراہٹ دبا گئے۔

جس کام میں چیلنجر نہ ہو اس کام میں پھر دلچسپی نہیں رہتی کیونکہ ہم جانتے"

"ہوتے ہیں کہ یہ کام بہت سہل ہے ہم اس سے بیزار ہو جاتے ہیں پھر۔"

عشب عام سے انداز میں مدہم سے لہجے میں بولا۔

کام تو تمہارے اپنے بھی بہت نکلتے ہیں۔ جو پیسہ کماتی ہو اور دوسروں کی راتیں"

"رنگین کرتی ہو وہ کس کھاتے میں آتا ہے۔"

وہ تمسخر سے ہنستے ہوئے بولا۔ اس کی بات پہ ان تینوں کی رنگت اشتعال کے

مارے سرخ ہوئی تھی۔ ماتھے کی رگیں ابھرتے ان کے ضبط کی گواہی دے رہی

تھی۔ اس کی معنی خیز بات پہ عقیفہ کے تنے تنے تاثرات بھی ڈھیلے پڑے

تھے۔ وہ بھی اس کے سنگت میں مکروہ انداز میں قہقہہ لگا اٹھی۔ ان تینوں کو اس لمحے اس لڑکی سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مزید کچھ نہ سنیں مگر اس مشن کیلئے کچھ بھی کرنے کو راضی تھے وہ۔

اسی میں تو مزہ ہے اگر وہ نہیں کرواؤں گی تو پھر پیسہ کہاں سے آئے گا مگر وہ تو "باقی لڑکیوں کے ساتھ ہوتا نہ مجھے تو تمہارے سوا کسی نے چھوا بھی نہیں ہے۔ وہ ناراضگی کا اثر ڈائل کرتے لاڈ سے بولی تو مقابل شیطانی مسکراہٹ سمیت ہنس دیا۔

"اس کاظم نے بھی نہیں۔"

وہ شاید کچھ زیادہ ہی مشکوک ہو رہا تھا۔ اس معاملے میں کسی قسم کا رسک لینے کی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"نہیں بابا۔ اچھا مال کا بتاؤ کیا کرنا۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں بولتی بات کا رخ بدل گئی۔ مقابل بھی ہلکا پھلکا ہوتے گہرا سانس بھر گیا۔

کچھ خاص نہیں کل بھی باس بے تحاشہ غصے میں تھے مال کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ کسی نے مال چرا لیا ہے ہسپتال سے ہی۔ باس نے تو اچھی خاصی سنادی۔ اب ہمیں پورا مال احتیاط کے ساتھ پہچانا ہے۔ وہ لڑکیاں وقت پہ ڈرگزلے رہی ہیں۔

"نا۔"

اس شخص نے تمام تفصیل سے اسے آگاہ کرتے آخر میں سوالیہ انداز میں استفسار کیا تو ایک لمحے کو عفیفہ کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن اس سب کے آگے فلحال اسے پیسوں کی چمک دمک دکھ رہی تھی جو وہ اپنے ذاتی چاہتی تھی۔

عشب کے لبوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ اس نے چمکتی نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا تو وہ بھی تھمبزاپ کرتے اثبات میں سر ہلا گئے

تھے۔ مطلب پہلا جھٹکا دینے میں وہ فتح یاب ہوئے تھے۔ فلحال ان کیلئے یہی بہت تھا۔

افف تمہارا باس کس قدر خرانٹ قسم کا انسان ہے۔ خیر تم پریشان مت ہو میں " نے اسلحہ وہی رکھوایا ہے جہاں ہر بار ہوتا ہے اور ادویات ہاسٹل میں ہی۔ ہر رات ان لڑکیوں کے پاس جوس جاتا ہے جن میں وہ نشہ آور ادویات ہوتی ہیں۔ اور اب تو وہ اس چیز کی اس قدر عادی ہو گئی ہے کہ جب نہیں ملتی تو ان کی حرکات ایسی "ہوتی ہیں جیسے ابھی پاگل ہو جائیں گی۔

وہ ہنستے ہوئے ان سب کی کیفیت کا مذاق اڑا رہی تھی۔ عشب نے نفرت کے مارے ضبط سے لب بھینچے تھے۔ اسے حیرت ہوئی تھی اس بچ لڑکی کی گھٹیا سوچ پہ۔

وہ ضبط کے مارے ڈیوائس ڈس کنیکٹ کر گیا تھا اور سرخ ہوتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

یہ لڑکی اب میرا ضبط آزمایہ ہی ہے میرا بس نہیں چل رہا کہ میں اسے موت کے " دہانے پہ لے جاؤں جو اس قدر معصوم جانوں کی زندگیوں سے کھیل رہی ہے ایسی "گھٹیا لڑکی کے میں چیتڑے اڑاؤں۔

چند ساعتوں کے بعد جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں بے تحاشہ نفرت سوئی ہوئی تھی۔ اس کے وجود میں غصے کے بھانہ چل رہے تھے۔ وہ چاہتا تو ایک ہی لمحے میں اس کا پتا صاف کر دیتا لیکن جب تک مشن کی ادائیگی مکمل طور میں نہیں ہو جاتی اس وقت تک ان کی چھوٹی سی کوتاہی بھی انہیں سب کی نگاہوں میں مشکوک بنا سکتی تھی۔

ماں باپ جامعہ میں اعلیٰ تعلیم کیلئے بھیجتے ہیں اور اس قسم کی گھٹیا اور نیچ لڑکیاں " اب تن من سب بچتی ایسے کاموں میں ملوث ہو جاتی ہیں۔ ان کا ذہن و قلب کیونکر ایسے کاموں میں شراکت داری کیلئے آمادہ ہوتا ہے۔ کیا انہیں اس ذات کا خوف نہیں بچا۔ ہمارے ملک کی بہن بیٹیوں کے ساتھ اس حد تک برا ہو رہا ہے تو

ہم کس لیے خاموشی اختیار کیے رہے۔ ہم لوگ اس حکومت کی پولیس کی مانند
 "بے ایمان قطعی نہیں ہے۔"

دین کا چہرہ بھی لہو چھلکا رہا تھا۔ معاً اس کی بھاری سپاٹ آواز لاؤنج میں
 گونجی۔ آنکھیں ضبط سے سرخ پڑ رہی تھیں۔ جبرے بری طرح بھیچے ہوئے
 تھے۔ عشب نے سختی سے دانت پہ دانت جمائے۔

ہم بے ایمانی کرنے والوں کو سرے عام ایسی موت دیتے ہیں کہ باقی ماندہ "
 لوگوں کی خوف سے جان لرز جاتی ہے۔ ہمیں ہمارے ملک سے بے تحاشہ محبت
 "ہے اور اس بات کا ثبوت ان کی جان کی حفاظت کرتے دیں گے۔

حسن کے پر عزم لہجے پہ ان دونوں نے بھی تائیدی انداز میں اس میں اس کی
 جانب دیکھا۔

آدھا کام تو سمجھو ہم سرانجام دے چکے ہیں۔ اس تک یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ "
 "وہ سامان کسی نے اٹھوایا ہے۔ خیر اس لڑکے نے منہ کھولا۔

وہ موہوم سا مسکراتے آخر میں چونک کر حسن سے مخاطب ہوا۔ دین کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔ اس کی بات پہ عشب کی آنکھیں تحیر کے مارے کھلی تھیں کیونکہ جس قدر اس پہ ٹاچر کیا جا رہا تھا اب تک تو اسے ہمت مارتے ہارتے بول دینا چاہیے تھا لیکن وہ کسی قسم کی لب کشائی کیوں نہیں کر رہا تھا۔ اسے اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ وہ اپنے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچتے اپنے اشتعال پہ قابو پاتے اس ٹاچر سیل کی جانب چل دیا اب اس لڑکے سے خود ہی نیٹنے کا وقت تھا۔

وہ دروازے کی ناب گھماتے جوں ہی اس اندھیرے کمرے میں داخل ہوا جہاں پیلا چھوٹا سا بلب بھی روشنی کرنے کو ناکافی تھا۔ کمرے میں اس قدر سناٹا تھا کہ اس کے بگڑے تنفس کی آواز بھی اس کی سماعتوں میں گونج رہی تھی۔ وہ اپنے مضبوط قدم اٹھاتا اس تک پہنچا۔ اندر آنے سے پہلے وہ چہرے پہ ماسک چڑھا چکا تھا۔ اس نے اپنی شرٹ کی آستین فولڈ کرتے اپنے کسرتی بازو کرسی کے اطراف میں رکھے

اور اس پہ اوپر جھکا تھا۔ وہ جو تکلیف کی شدت سے کراہتے ہانپ رہا تھا بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے اس کی سمت دیکھا جس کی فقط آنکھوں ہی دکھ رہی تھی۔ اس کی لہو رنگ آنکھیں دیکھ اس لڑکے کا پور پور کانپ اٹھا۔

چلو جلدی سے بتانا شروع کرو۔ کس مافیہ گینگ سے تعلق ہے کب سے ہے اور "کس کس قسم کے غلط کاموں میں ملوث ہو۔

اس نے کرسی کھینچتے اس لڑکے کے مقابل کی اور جھٹکے سے اس پہ براجمان ہوا تھا۔ وہ لڑکا سانس روکے اس کی آواز سن رہا تھا۔ جس شخص کی آواز ہی اس قدر سخت تھی وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتا یہی سوچ کر اس کی جان ہوا ہورہی تھی۔ اس کے حلق میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"پپ۔ پانی۔"

اس کے خشک سکرٹے لبوں نے ہولے سے جنبش کی تو عشب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور آنکھوں میں نفرت لیے اس کی جانب دیکھا۔

"ٹھنڈا یا گرم۔"

اس نے عام سے لہجے میں استفسار کیا تو مقابل لڑکے نے آنکھیں پھیلائے اس کی جانب دیکھا جو اس کی رائے جاننا چاہ رہا تھا معاً اس کے کٹاؤدار لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ دیکھ اسے شدت سے کسی انہونی کا احساس ہوا۔ اس کا رنگ تیزی سے پھیکا پڑا تھا۔

"ٹھنڈا۔"

اس نے حلق تر کرتے یک لفظی جواب دیا۔

لیکن میرے مطابق اب گرم آگ برساتا پانی لانا چاہیے اور اسے زبردستی تمہیں پلانا" چاہیے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوگا۔ پھر تم ساری زندگی کیلیے خاموش ہو جاؤ گے۔ اب یہ "تم پہ منحصر ہے کہ فلحال خاموشی اختیار کرنی ہے یا پھر پوری زندگی کیلیے۔

اس کے سرد سنسنا دینے والے انداز پہ وہ لرکا خالی خالی آنکھیں لیے اسے دیکھے گیا۔ اس کا ذہن مکمل طور پہ ماؤف ہو چکا تھا لیکن وہ اپنے کام سے غداری کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا تبھی سختی سے انکار کر گیا۔ عشب نے آنکھیں میچتے ضبط سے لب بھینچے تھے۔

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

اس نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتے سختی سے اس کا جبراً اپنے ہاتھ میں جکڑا تھا۔ وہ پوری شدت سے چلایا تھا۔ اسے عشب کی انگلیاں اپنے گالوں میں گرہتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس کا سر اثبات میں ہلتا دیکھ عشب نے زور سے اس کا سر جھٹکا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچ گیا۔ لبوں سے ایک سسکی برآمد ہوئی تھی جس کا عشب پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا تھا۔

حسن ذرا مزید اچھے سے تواضع کرو اس کی اور اس وقت تک کرو جب تک اس کا "منہ نہیں کھل جاتا۔ تمھک ہار کر بولے گا تو یہ ہی۔"

وہ پاس کھڑے حسن سے مخاطب ہوا تو اس نے اس کے پاس ہی دوازنوں بیٹھتے
تسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کے خیالات کے بابت جاتے اس
لڑکے کے چہرے سے ہوائیاں اڑی تھیں۔

لگے دن کا سورج بھی کچھ نئی امیدیں لیے نمودار ہوا تھا۔ موسم رات کی نسبت کافی
بہتر تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ روح کو معطر کر رہی تھی۔ ایسے موسم میں وہ اپنی بائیک کی
چلانے کی تگ و دو میں تھا جس میں شاید کوئی خرابی رونما ہو گئی تھی۔ آج اسے
ہسپتال جس قدر جلد پہنچنا تھا اتنی ہی دیری ہو رہی تھی۔ وہ تمھک ہار کر دوازنوں بیٹھا
اور بائیک کو چانچنے لگا تھا معاً مخصوص پرفیوم کی خوشبو پہ اس کے اعصاب ٹھنکے
تھے۔ اس نے تعجب سے گردن ترچھی کرتے بائیں جانب دیکھا جہاں علیہ نک

سک سی تیار ناگواری سے اسے ہی تک رہی تھی۔ سیاہ جینز پہ سیاہ ہی شرٹ زیب تن کیے بالوں کو حسبِ معمول کھلا چھوڑے پیر جوگرز میں مقید تھے۔ وہ کہی جانے کو تیار تھی۔

"کیا ہے ایسے ڈیلے پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو۔"

وہ اس کی پھیلی آنکھوں پہ چوٹ کرتے ترخ کر بولی تو وہ کھسیاتے چہرہ جھکا گیا۔

"وہ بی بی جی آپ ہی سامنے آکر کھڑی ہوئی ہے۔"

وہ سارا ملبہ اس پہ گراتے خود سکون سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کے الزام لگانے پہ علایہ بلبلا کر رہ گئی تھی۔

"آنکھیں نیچی کرو۔"

اس نے انگلی کے اشارے سے تحکم بھرے لہجے میں حکم صادر کیا۔ اس نے بھی جواباً لگے ہی لمحے حکم کی تعمیل کی تھی۔ وہ بیزاری سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی تھی۔

بی بی جی آپ مجھے ہسپتال تک چھوڑ دیں گی دراصل میری بائیک کو کوئی غم لگ "اگیا ہے چل ہی نہیں رہی۔ میرا بہت ضروری کام ہے ورنہ میں نہیں کہتا۔

وہ اسے نئے برینڈ کی گاڑی میں بیٹھتا دیکھ درخواست کرنے والے انداز میں عاجزی سے بولا تو علایہ کے چہرے پہ ناگواری کے تاثرات لگے ہی لمحے واضح ہوئے تھے۔ اس نے کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا معاً وہ کمال مہارت سے اس سے بے نیازی برتتے ڈرائیور سے مخاطب ہوئی تھی۔

"آپ گاڑی یونی کی جانب موڑیں۔"

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولتی سیٹ سے پشت ٹکائے موبائل میں مصروف ہو گئی۔ رضا نے بیچاگی سے اس کھڑوس کی جانب دیکھا تھا۔

"ایک منٹ تم بیٹھو گاڑی میں ڈرائیور تمہیں ڈراپ کر دے گا۔"

صفورہ بیگم ایک اچھٹی نگاہ بے نیاز بیٹھی علیہ پہ ڈالتے شرفو سے مخاطب ہوئی۔ علیہ نے ان کی بات پہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات لیے ان کی جانب دیکھا جیسے ان سے ایسی ہی بات کی توقع ہو اسے۔ ان کا لہجہ بے شک عام تھا لیکن اسے تیر کی مانند چبھاتا تھا۔

یہ میرے ساتھ قطعی نہیں جائے گا۔ آپ کیوں میرے ہر فیصلے کی تردید کرتی ہیں۔ جس کام پہ میرا ذہن و قلب راضی نہیں ہوتا آپ ہمیشہ ویسا کوئی کام کرتے کیوں میرا دل جلاتی ہیں۔ اس کی اوقات ہی کیا ہے جو یہ میرے ساتھ ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر جائے۔

وہ ان کی روزانہ کی چک چک سے اکتاتے چٹخ کر گویا ہوئی۔ اس کی بات پہ رضائے گہری نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا تھا جیسے ان دونوں کے پیچ پنیپتی اس نفرت کی وجہ جان سکے۔

"اوقات تو پھر تمہاری بھی نہیں ہے تم بھی تو بیٹھی ہونا اس گاڑی میں۔"

ان کا سلگتا لہجہ اس کے حواس جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ وہ بے دم سی ہوتی پیچھے ہوئی تھی۔ لبوں پہ جیسے فقل لگ گیا تھا۔ اس کی سکوٹی ری نیو ہونے لگی تھی صفورہ بیگم کے مطابق تبھی اسے ان کا یہ احسان اٹھانا پڑا تھا۔ شاید یہ ان کی چال تھی تاکہ وہ سب کے سامنے اس کی بے عزتی کر سکیں۔ وہ ماؤف ہوتے ذہن سمیت بے کسی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ دل میں درد اٹھ رہا تھا لیکن زبان سے کچھ کہنے کی سکت نہیں بچی تھی تبھی خاموشی سے ونڈ سکرین سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی پہ صفورہ بیگم نے ایک رعونت زدہ نگاہ اس پہ ڈالتے رضا کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ترحم بھری نگاہوں سے علیہ کے فوق چہرے کو دیکھتے گاڑی کا دروازہ کھولتے بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی جہاز کی سی تیزی سے ملک ہاؤس کی حدود سے باہر نکلی تھی۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد اسے ہسپتال اتارتے ہی اس کی گاڑی منزل کی جانب گامزن تھی۔ گھر سے یونی تک کا

راستہ اس کا خالی الذہن گزرا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ان کی بات کو دل سے نکال نہیں پارہی تھی۔ اس کی ذات سب کیلئے اس قدر بے وقعت کیوں تھی آخر۔ یہی بات اسے آہستہ آہستہ نکل رہی تھی اور وہ خاموش تماشائی بنی خود کو تباہ و برباد ہوتا دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن لب بولنے سے انکاری تھے۔ وہ بظاہر تو کسی پختہ عمارت کی مانند مضبوط تھی لیکن اندرونی طور پہ وہ اس ریت کے ٹیلے کی مانند تھی جو ہاتھوں سے پھسلتی ہی چلی جا رہی ہے اور اس کا وجود ہولے ہولے ختم ہو رہا تھا۔

یونی میں فریشرز کا فیئرول ہونے کی بدولت ایک الگ ہی سماں تھا۔ ہر جانب رونق پھیلی ہوئی تھی۔ ہلکا ہلکا اندھیرا آسمان پہ چھایا ہوا تھا۔ رات کا فنکشن ہونے کی بدولت ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی بھی موجود تھی۔ سب اپنے اپنے گروپس میں کھڑے باتوں میں محو تھے۔ پورا گراؤنڈ صوفوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اینٹرس پہ پھولوں کے

بڑے بڑے واس ایک نہایت ہی خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ فنکشن کافی لیٹ تک چلنا تھا تبھی آج وہ پرسکون تھی کہ گھر جا کر کم از کم صفورہ بیگم سے کسی قسم کا جھگڑا تو نہیں ہوگا نہ۔

وہ اپنی ہی بے لگام سوچوں میں غلطاں یونی میں پھیلی رنگینیوں کو دیکھنے میں لگن تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک جوت سی جل رہی تھی۔ وہ مکمل طور پہ کھوئی ہوئی کیفیت میں یونی میں ہوتے اس ہنگامے کو تک رہی تھی معاً اپنے ساتھ ہی کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے اس نے چونک کر اپنی بائیں جانب دیکھا جہاں حسن دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے بھنویں اچکاتے اسی کی جانب دیکھا رہا تھا۔ وہ سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"کیسی ہو۔"

اس کی آواز سرگوشی سے کم نہ تھی۔ علایہ کا دل جل کر راکھ ہوا۔ پوچھ تو وہ ایسے رہا تھا جیسے کافی عرصے بعد مل رہا ہو۔

"مرنے والی ہوں۔ ساتھ میں مریں کیا۔"

اس نے غیر سنجیدگی سے جواب دیا تو حسن کا خوشگوار قہقہہ فضا میں گونجا۔ اس نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

"اچھا یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔ اتنا کچھ ہے لطف اندوز ان چیزوں سے۔"

حسن نے اس کا دھیان ہٹانا چاہا تھا لیکن علایہ اس کی باتوں پہ بیزاری ظاہر کرتے اپنی شرٹ درست کرتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی معاً حسن کی نگاہ اس کے عین سامنے آتے ہی اس کی شرٹ پہ ٹھٹھک کر کی اور پھر منجمد ہو گئی۔ وہ تحیر زدہ حالت میں اس کی شرٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"مجھے یہ دنیاوی رنگینیاں کسی قسم کی خوشنودی نہیں دے سکتی۔"

وہ دونوں کندھوں پہ بیگ پہنتی بے نیازی سے گویا ہوئی لیکن حسن اس کی سن ہی کہاں رہا تھا اس کا دھیان تو بس اس کی شرٹ پہ ہی جما تھا۔

"او ہیلو کہاں پہنچ گئے۔"

علا یہ نے اس کی نگاہوں کو اپنے اوپر محسوس کرتے ناگواری سے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی وہ ہڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ اپنی ہی خود ساختہ حرکت پہ وہ اچھا خاصہ شرمندہ ہو چکا تھا۔

وہ اس کو ایک نظر دیکھتی کندھے جھٹکتی سیج کی جانب بڑھ گئی تاکہ عقیفہ کو بھی ایک نظر دیکھ سکے۔ وہ بے دھیانی کی کیفیت میں سیج کو دیکھتے آگے کی جانب بڑھ گئی تھی معاً زمین پہ گرمی لوہے کی راڈ سے اس کا پاؤں بری طرح اٹکا تھا وہ دھیان نہ ہونے کی بدولت لڑکھڑائی تھی اور پورے قد سے زمین بوس ہوئی۔ تکلیف کی شدت اس قدر تھی کہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے تاریکی پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لوہے کی راڈ کا ایک حصہ اس کے پاؤں سے ذرا سا اوپر پھرتے انتہائی گہرا زخم کر چکا تھا مگر اس کی نگاہ اب تک اس زخم پہ نہیں گئی تھی۔ وہ آنکھیں میچتے درد کو برداشت کرتے کھڑے ہونے کی تگ و دو میں تھی اسی دوران عقب سے کسی

نے اسے مضبوط سہارہ دیا تھا۔ اس نے جھٹکے سے چہرہ موڑتے اس شخص کو دیکھنا چاہا لیکن دیکھتے ہی اس کی آنکھیں سرخ ہوتے قہر برسانے لگی۔ ایک نفرت بھرا احساس تھا جو اس کے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا۔

دور ہو میرے سے یو ایڈیٹ۔ مجھے اپنے ان غلیظ ہاتھوں سے چھونے کی جرأت " بھی کی نا تو میں تمہارا وہ حال کروں گی کہ تمہاری سات نسلیں یاد رکھیں گی۔

وہ اپنے پیر میں اٹھتی ٹیسوں سے لا پرواہی برتتے دے دے لہجے میں غرائی۔ معیز نے بھی جواب میں اس کی بات کو ان سنی کرتے اسے سہارہ دے کر اٹھایا تھا۔ وہ مسلسل خود کو اس کے حصار سے آذاد کرانے کی جدوجہد کر رہی تھی۔

"چلو تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کردوں۔"

اس کی بات پہ علاوہ جس کی نگاہیں ناجانے کیوں حسن کو تلاش کر رہی تھی اس بھیڑ میں اسے دیکھنے پہ مجبور ہوئی تھی۔ اشتعال کی شدید لہر اس کے وجود میں اٹھی تھی۔

"چھوٹا سا زخم ہی آیا ہے ٹانگ نہیں ٹوٹی جو تمہارے احسان لو۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ معیز کی بات کسی حد تک درست بھی تھی وہ کس طرح گھر جائے گی لیکن وہ صفورہ بیگم کو کسی بھی قسم کی بات کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی جن کی زبان اس کیلئے فقط ذہرا گلتی تھی تبھی مسلسل اسے خود سے دور جھٹک رہی تھی۔

اچھا لسن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے گھر نہیں آؤں گا ویسے جس قدر تم "لبرل لگتی ہو میرا نہیں خیال کہ تمہارے گھر والے اس بات پہ کوئی مدعہ کھڑا کریں گے لیکن پھر بھی میں تمہاری حفاظت کیلئے کہہ رہا ہوں۔"

علایہ ماننا تو نہیں چاہتی تھی لیکن ناجانے کیوں اس کا لہجہ اسے اس کی بات ماننے پہ مجبور کر گیا تھا۔ اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ایک آخری امید کے تحت نگاہیں حسن کی تلاش میں اٹھائی تھی لیکن وہ ناجانے کہاں چلا گیا تھا۔ اس کا دل

بے ساختہ ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہ کیوں اس پہ یقین کر رہی تھی یہ اس کا ذہن و قلب سمجھنے سے قاصر تھا۔

وہ اسے لیے اپنی سیاہ مرسدیز کی جانب بڑھا اور گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر علایہ نے ایک ناگواہ نگاہ اس پہ ڈالتے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور وہی براجمان ہو گئی۔ معیز اس کی بیہودہ حرکت پہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔ وہ ہر بار اس کے فیصلے کو مسترد کرتے اسے نے وقعت کرتی تھی۔

چند ساعتوں بعد ان کی گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ وہ ونڈ سکریں سے باہر جھانکتی کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی اور معیز اسے نظر بھر کر دیکھنے میں۔ علایہ کے راستہ بتاتے ہی تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ان کی گاڑی ملک ہاؤس کی حدود میں داخل ہوئی تو وہ جھپاک سے گاڑی سے باہر نکلی اور اسے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"دروازہ تو بند ہے وہاں تک چھوڑ کر آنے دو کہی گر گئی تو مزید زخم گہرا ہوگا۔"

معین نے اس کی بات سے سرے سے نفی کرتے اس کا ہاتھ تھاما۔ اس کے ہاتھ تھامتے ہی علایہ کو اپنے وجود میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ وہ اب اسے اپنے حصار میں لیے دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اور علایہ خالی الذہن کے ساتھ اس کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔ ہر قدم پہ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ موت کے دہانے پہ جا رہی ہو۔ اس کے حلق میں گکٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ گھر کے اندر داخل ہوتی سامنے کھڑی شعلے اگلتی صفورہ بیگم کو دیکھتے اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

"کون ہے یہ۔"

انہوں نے خون آشام نگاہوں سے اسے گھورتے کڑے لہجے میں استفسار کیا۔ علایہ کا رنگ سرخ سے سپید پڑا تھا۔

"دیکھیں اس کے پاؤں میں چوٹ۔"

اس کی اڑی اڑی رنگت دیکھ اس سے پہلے کہ معیز اس کے دفاع میں کچھ بولتا
صفورہ بیگم نے کروفرانہ انداز میں ہاتھ کے اشارے سے ہی اسے ٹوک دیا۔

"میں تم سے مخاطب ہوں لڑکی کون ہے یہ۔"

اب کی بار وہ حلق کے بل چلائی تھی۔ علایہ گڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی۔
میں کوئی وضاحت دینا تو نہیں چاہتی لیکن آپ کے اس گھٹیا دماغ کے فتور کی "
بدولت کہ رہی ہوں کہ آپ کا یہ خناس بھرا دماغ جو سوچ رہا ہے وہ قطعی نہیں
ہے۔"

وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں ان سے بھی اونچی آواز میں چیخنی تھی۔ صفورہ بیگم نے
طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو پھر اپنے اس یار۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی تمام حدیں پھلانگتے اس کی ذات کی دھجیاں ادھیڑتے کسی گناہ کا مرتکب ٹھہرتی وہ لہو چھلکاتی نگاہوں سمیت غرا اٹھی تھی۔ اپنے کردار پہ بات وہ کبھی نہیں برداشت کر سکتی تھی۔ اسے اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ اس کے زخم کریدنے میں کامیاب ثابت ہو رہی تھی مگر وہ بھی علایہ تھی جس نے کبھی ضبط کا دامن چھوٹنے نہیں دیا تھا۔

"بس مزید کچھ مت بولیے گا ورنہ آج آپ یا تو اس دنیا میں رہے گی یا پھر میں۔"

وہ بگڑے تنفس سمیت ہانپتے ہوئے تحکم بھرے لہجے میں بولی۔ سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ آج جس قدر بے بس و بے کس وہ خود کو محسوس ہو رہی تھی کچھ عرصہ پہلے وہ بھی تو اسی مقام پہ تھا۔ نہ اپنے حق کیلئے بول پایا اور وہ بھی تو اپنے حق کیلئے نہیں بول پارہی تھی۔ زبان ساتھ دینے سے انکاری تھی۔ آنکھوں سوکھ کر گویا

صحرا ہو چکی تھی مگر چاہ کر بھی ایک اذیت بھرا آنسو بھی اس کی آنکھ سے نہیں ٹپکا تھا۔

تم جیسی گھٹیا لڑکی کو اپنے گھر میں جگہ دینا میری سب سے بڑی بھول تھی۔ یہ "بات میں کیسے فراموش کر گئی کہ تم تو بھی تو اپنی ماں جیسی ہی نکلوں گی بدکرار۔ صفورہ بیگم اس کے ساتھ کھڑے معیز کو شرربار نگاہوں سے گھورتی سرد مہری سے گویا ہوئی۔ علاوہ جو پہلے ہی پیر میں اٹھتی ٹیسوں کی بدولت نڈھال تھی ان کی بات پہ صدمے کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی معاً ماں والی بات پہ اس کی صبح پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ موت آلودہ مسکراہٹ نے اس کے بھینچے لبوں کو پھیلا دیا تھا۔

میرے کردار کے متعلق کچھ بھی کہیں لیکن میری ماں کے کردار پہ آپ نے "اب مزید کوئی بات کی نہ میں آپ کی عمر آپ کے رتبے کا لحاظ قطعی نہیں کروں" اگی صفورہ بیگم۔

وہ معیز کو خود سے دور جھٹکتی ایک تنفر بھری نگاہ صفورہ بیگم پہ ڈالتی انگلی اٹھاتے
 تنبیہ کرنے والے انداز میں دھاڑی تو انہوں نے بدلے میں تمسخر اڑاتی نگاہوں
 سے اس کی جانب دیکھا۔

مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے تم جیسی گھٹیا غلیظ لڑکی سے بات کرنے کا جسے نہ "
 پہلے کسی کا لحاظ تھا نہ اب ہے نا کبھی ہوگا۔ اسی لیے میری نگاہوں کے سامنے
 "سے دور ہو جاؤ۔

وہ رعونت زدہ لہجے میں کروفرانہ انداز میں اپنی لائٹھی کے سہارے چلتے ہوئے بولی
 ساتھ ہی اپنے سر پہ چادر دست کی تھی۔ علایہ نے ایک تلخ نگاہ ان پہ ڈالی جو
 اپنے مفاد کیلئے کسی بھی حد تک جاسکتی تھی آج یہ چیز مکمل طور پہ اس پہ واضح
 ہو چکی تھی۔ ان کی باتوں سے اس کا نے تحاشہ جی کر رہا تھا۔

"جی بالکل آپ ہی کی تربیت ہے جیسی آپ ویسی میں۔"

وہ ایک بار پھر ان کی تلخ باتوں سے بے نیازی برتتے اپنے اذلی انداز میں سر جھٹکتے لڑکھڑاتے قدموں سمیت گھر کا داخلی دروازہ عبور کرتے اندر کی جانب بڑھی ہی تھی معاً اپنے بازو پہ کسی کا سخت دباؤ محسوس کرتے اس کی بے ساختہ سسکی سی نکلی۔ وہ جھٹکے سے رخ موڑتے انہیں دیکھنے پہ مجبور ہوئی تھی جو آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لیے اسی کی سمت متوجہ تھی۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں اپنا بازو چھوڑنے کی تلقین کی تھی۔

اندر کہاں جا رہی ہو علایہ بی بی۔ میری نگاہوں سے دور ہو جانے کا مطلب کہ اس "گھر سے کبھی دور ہو جاؤ۔ تم جیسی بے حیا لڑکی کو اپنے گھر میں رکھنے میں مجھے قطعاً دلچسپی نہیں ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد جہاں جی چاہے وہاں عیاشیاں کرنا "اپنے اس عاشق کے ساتھ۔

وہ بے رحمی سے اسے باہر کی جانب دھکا دیتے سفاک لہجے میں پھنکاری۔ ان کے لفظوں کی تاثیر سے پہلی بار علایہ کا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا۔ لفظ تمھے یا سسیہ جو

اس کے کانوں میں بے رحمی سے انڈیلا گیا تھا۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا جہاں نرمی کا کوئی تاثر نہیں موجود تھا جبکہ چہرے پہ کرخنگی ہی چھائی ہوئی تھی۔ اسے فضا ایکدم گھٹن زدہ ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ اب اس کے چہرے کے عین سامنے دروازہ بند کر رہی تھی جبکہ وہ خالی خالی نگاہوں سے اپنے منہ پہ بند ہوتی اس دہلیز کو دیکھ رہی تھی جہاں کے چپے چپے سے اس کی ایک تلخ یاد جڑی تھی۔

ایکدم وہ لڑکھڑائی تھی اس سے پہلے کہ وہ اپنے حواس کھوتی ہونق زدہ کھڑے معیز نے بے ساختہ اسے سہارہ دیا تھا۔ وہ جو سکتے کی کیفیت میں اس صورتحال کو سمجھنے کی تگ و دو میں تھی اپنی کمر پہ گرد کسی کی انگلیاں محسوس کرتے تڑپ کر اسے دھکا دیتی پیچھے ہوئی تھی اور تیز قدموں سے باہر کی جانب چل دی کیونکہ اندر تو وہ کبھی نہیں جائے گی یہ سوچ چکی تھی۔ جس گھر سے اس کی عزت کو تار تار کر دیا گیا

تھا اس گھر میں کس منہ سے جاسکتی تھی۔ وہ اپنی ہی بے بسی پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی تھی۔ ہٹ دھرمی سے اس سے اول کوئی نہیں تھا پھر۔

وہ اس تاریک اندھیری رات میں ستاروں سے بھرے آسمان کو دیکھتی گم صم سی لڑکھڑاتے قدموں سمیت چلتی جا رہی تھی۔ تکلیف کی شدت سے آنکھوں کے سامنے بار بار تاریک سا سایہ لہرا رہا تھا پاؤں خون سے لہڑا ہوا تھا لیکن وہ بے پرواہ بنی اپنی ہی دھن میں چلی جا رہی تھی۔ سڑک پہ جو اکا دکا لوگ تھے وہ عجیب مشکوک نگاہوں سے ان دونوں کو گھور رہے تھے جو ایک دوسرے کے آگے پیچھے تھے۔

علائیہ میں کیا کہتا ہوں ہم دونوں کو نکاح کر لینا چاہیے یہاں کے لوگوں کی نگاہیں "کس قدر وحشیانہ ہے اور مزید کہوں تو ویسے بھی تمہارا کوئی ٹھکانہ تو ہے ہی نہیں اس سے بہتر۔"

اس سے پہلے کہ وہ اطراف میں نگاہیں دوڑاتے اس کے نزدیک ہوتے سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا علائیہ نے اسے

سنجھنے کا موقع دیے بغیر اس کے منہ پہ تھپڑ مارا تھا۔ اس اچانک افتاد نے ایک لمحے کیلئے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔ پہلے پہل تو وہ اس کی جرأت پہ حیرت زدہ رہ گیا معاً اشتعال بھری لہر اس کے وجود میں کوندی تھی۔

اس سب کے بعد یہ مت سمجھنا کہ علایہ کمزور پڑ گئی ہے۔ جو جو کچھ میں خود اپنی "ذات پہ بیتا دیکھ چکی ہوں نا یہ اس کے آگے ریت کے ذرے برابر بھی نہیں ہے البتہ علایہ چٹان کی مانند مضبوط ضرور ہو گئی ہے۔ اسی لیے کسی قسم کی کوتاہی "مت سرانجام دینا۔

وہ مشکل اپنے چکراتے سر کو سنبھالتی کینہ تو زنگاہوں سے اسے گھورتی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ اس کا مقصد اسے باور کرانا تھا تاکہ وہ آئندہ ایسی گھٹیا بات کرنے سے پہلے سوچے بھی نا لیکن چیخنے کی وجہ سے غوطہ لگنے کی بدولت وہ مسلسل کھانستے سرخ پڑ گئی۔ اس کے اطمینان پہ معیز کو ایک لمحے کیلئے رشک آیا تھا۔ معاً وہ اس کا لہو رنگ ہوتا چہرہ دیکھتے اچانک سے بوکھلا گیا اور اس کی بگڑتی حالت

دیکھ پانی کی تلاش میں اطراف میں نگاہ دوڑائی تھی معاً اس کی نگاہ ایک منظر پہ ٹھٹھک کر رکی وہ اسے ایک نظر دیکھتا بھاگنے والے انداز میں بائیں جانب چل دیا جبکہ اس کے جاتے ہی علایہ کو اس ماحول سے باقاعدہ وحشت سی ہوئی تھی وہ بھی پوری شدت سے اسے یاد کرتے آنکھیں میچتی اپنے حواس بری طرح کھو کر پورے قد سے زمین بوس ہوئی تھی۔

سامنے سے آتی گاڑی کی ہیڈلائٹس نے اس کے وجود پہ مکمل طور پہ روشنی کی تھی۔ وہ بروقت کسی کو زمین پہ گرا دیکھ بریک لگا گیا تھا ورنہ ضرور اس کی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے ایک مردانہ وجود باہر نکلا تھا اور اپنی مخصوص پروقار چال چلتے مضبوط قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔ باہر نکلتے ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ یہ کوئی نسوانی وجود ہے لیکن اس لڑکی کا چہرہ دوسری جانب ہونے کی بدولت وہ فلحال اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ وہ اپنی پیٹ اوپچی کرتے پاؤں کی انگلیوں کے بل اس کے قریب بیٹھا تھا اور اس کے

سر کے نیچے سے بازو حائل کرتے اس نے آرام سے اس کا چہرہ اپنے دمقابل کیا تھا۔ اتنی رات کو کسی لڑکی کی یہاں موجودگی اسے ایک لمحے کو مشکوک بھی کر گئی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس کے چہرے کا رخ اپنی جانب کرتے ہی اس کا وجود گویا زلزلوں کی ضد میں آگیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے رات کے اس پھر سڑک پہ دنیا مافیہا سے بیگانہ تک رہا تھا۔ جس کا پاؤں بری طرح زخمی تھا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی کا عنصر صاف نمایاں تھا۔

"علا یہ۔"

وہ دھواں دھواں چہرے سمیت اس کا سرخ و سفید گال تھپتھپاتے ہوئے گھٹے گھٹے لہجے میں بولا۔ اس کی تڑپتی ہوئی آواز اس تاریک گھٹن زدہ ماحول کا بھی وجود چیر گئی تھی۔ فضا ایک دم سوگوار سی ہو گئی تھی۔ اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تھا صدیوں سے تھکا ہارا چہرہ۔ جینے کی جیسے کوئی امنگ نہیں بچی تھی۔ وہ تو بالکل مرجھا گئی تھی۔ اس کا دل گویا مٹھی میں جکڑا گیا۔

"دین بھائی آ بھی جائیں واپس۔"

حسن کی بیزار آواز پہ وہ جو کشمکش میں بیٹھا نم نگاہوں سے اس کا چہرہ تھپک رہا تھا حسن کی اکتائی ہوئی آواز پہ اپنے آنسو پونچھ گیا اور ایک بار پھر پریشانی سے اس کا گال تھپتھپانے لگا۔ اس نے ایسی تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے آدھی سنسنان رات میں یوں سرک کے بچ و بچ ہوش و حواس سے بیگانہ ملے گی۔ اس نے شدت گریہ سے سرخ ہوتی آنکھوں کو سختی سے میچا تھا۔

"یہ کیا کر رہا ہے دین میری سمجھ سے باہر ہے۔"

عشب کی سخت آواز پہ حسن اس کے غصے کا گراف بڑھتا دیکھ سرعت سے گاڑی
 پچھلا دروازہ کھولتے باہر نکلا اور مضبوط قدم اٹھاتا اس کی جانب چل دیا۔ وہ لوگ لڑکی
 کو تو دیکھ چکے تھے لیکن دین اتنے وقت سے اس کے ساتھ کیا کر رہا تھا یہ سمجھنے
 سے قاصر تھے۔ وہ بھاگنے والے انداز میں جوں ہی اس کے نزدیک پہنچا اس کے
 سینے سے لگے وجود کو دیکھتے وہ بھونچکا رہ گیا۔ اس نے تحیر زدہ کیفیت میں اس کی
 جانب دیکھا جو مسلسل اس نسوانی وجود کے بالوں کو ہولے سے چھو رہا تھا۔ اس
 لڑکی کا چہرہ اس کے سینے میں دبا ہونے کی بدولت وہ واضح دیکھ نہیں پایا تھا تبھی
 ہولق زدہ تھا۔

"دین بھائی۔"

اس نے دوازنوں بیٹھتے اس کا شانہ ہلایا۔ فاردین جو ساکت و جامد بیٹھا صورتحال سمجھنے کی کوششوں میں تھا چونک کر اس کی سمت دیکھنے پہ مجبور ہوا تھا جبکہ اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ ایک لمحے کو حسن کو بھی خوف محسوس ہوا۔ اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ اس کے شانے سے ہٹایا تھا۔

"دین بھائی سب ٹھیک ہے نا اور اس لڑکی کو کچھ ہوا تو نہیں۔"

اس نے تفکر زدہ لہجے میں استفسار کیا اور ساتھ ہی اس کے سینے سے لگی لڑکی کی جانب اشارہ کیا۔

تم یہ میرا موبائل تمہا مو اپنے ہاتھ میں۔ میں اسے گاڑی میں لے کر چلتا"

"ہوں۔ اسے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔

دین نے افراتفری میں پلین ترتیب دیا تھا۔ حسن نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔ بھلا وہ کیسے اور کیونکر ایک انجان لڑکی کو گھر میں لے کر جانے کی بات کر سکتا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب کسی صورت بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"بھائی یہ کیسے ممکن ہے۔"

اس کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی تو دین نے سپاٹ چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں چھوڑیں اسے۔"

معاً عقب سے آنے والی غصیلی آواز پہ جہاں حسن کا ماتھا ٹھنکا تھا وہی گاڑی میں بیٹھا عشب بھی اپنی مخصوص پروقار چال چلتے قدم بہ قدم ان کے نزدیک آیا تھا۔ چہرے پہ معمول کے مطابق ماسک چڑھایا ہوا تھا۔ حسن نے بھی سرعت سے اپنی چہرے پہ ماسک لگایا تھا۔ اسے ابھی بھی حیرت ہوئی تھی کہ معیز اس لڑکی کو چھوڑنے کا کیوں کہ رہا ہے۔

"کسی یہ عقیفہ تو نہیں۔"

عشب نے سرگوشی کرنے والے انداز میں حسن سے سوال کیا تو وہ نا سمجھی سے کندھے اچکا گیا۔ اس کے برعکس دین اس کے سوال پوچھنے کے انداز پہ ہی بپھر اٹھا تھا۔ بھلا وہ کون ہوتا تھا اس کی زندگی سے جڑے کسی بھی شخص کے متعلق سوال کرنے والا۔

"تم کون ہو اور اتنی رات کو یہاں کیا کر رہے ہو وہ بھی اس لڑکی کے ساتھ۔"

معاً اس جنگل کے وسط سے نکلتی سنسان سڑک میں دین کی سرد آواز گونجی تو معیز بھی ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔

"حسن اسے گاڑی میں ڈالو۔"

دین نے کھڑے ہوتے ہی حسن کو حکم صادر کیا تو حسن نے ایک نگاہ اس پہ ڈالتے
عشب کی جانب دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات بگڑتے جا رہے تھے۔ وہ ان دو
کے درمیان میں پستے حلق تر کرتے رہ گیا۔

حسن تم نے شاید سنا نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے۔

اب کی بار وہ اس معیز کی غلیظ نگاہیں علیہ کے چہرے کا اطراف کرتے محسوس
کرتے حلق کے بل دھاڑا تو وہ اچھل کر رہ گیا معاً عشب کے سر ہلا کر اجازت
دینے پہ وہ سر ہلاتے علیہ کی جانب بڑھا لیکن اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہی

اسے فضا گھٹن زدہ ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اسے ایسا لگا گویا ساتوں آسمان اس کے سر پہ آگرے ہو۔ اس کے گرد لیپے ہاتھ ایک لمحے کو کپکپا کر رہ گئے۔

"علائیہ۔"

اس کی آواز بھی سرگوشی سے کم نہ تھی لیکن اتنی واضح ضرور تھی کہ ان سب کی سماعتوں تک آرام سے پہنچی۔ وہ ان سب کے اپنی جانب متوجہ ہونے پہ اسے اپنی باہوں میں بھرتے گاڑی کی جانب چل دیا اور اس کا پچھلا دروازہ کھولتے لڑتے وجود سمیت اسے گاڑی میں ڈالا تھا۔ وہ اس قدر بری طرح ٹروما میں تھی شاید کہ اس کے اٹھا کر لٹانے پہ بھی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتے ان کے نزدیک آیا۔

"تم اتنی رات گئے کیوں لے کر نکلے ہو اسے۔ کون ہو تم اور اسے کیسے جانتے ہو۔"

دین اکھر مزاجی سے اس کے نزدیک آتے تند لہجے میں بولا۔ نا جانے ان تینوں کی شخصیت میں ایسی کیا بات تھی کہ اس کے وجود میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

وہ وہ دراصل ہم دونوں بھاگ کر شادی کرنے والے تھے۔ محبت کرتے تھے "

"ایک دوسرے سے جی۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں جھوٹ کی آمیزش کرتے ہوئے بولا تو اس سارے قصے میں پہلی بار عشب کی پیشانی پہ بھی سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ حسن نے باقاعدہ مٹھیاں

سختی سے بھیختے دانت پہ دانت جمائے۔ دین سے اس کی جھوٹی بات ضبط نہ ہوئی
 تبھی جارحانہ انداز میں اس کی سمت بڑھتے اس کے کالر کو مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکا
 دیا تھا۔

سچ سچ سننا ہے مجھے۔ ورنہ تو ابھی واقف نہیں ہے مجھ سے۔ تیری شکل گواہی "
 "دے رہی ہے کہ تو جھوٹ بک رہا ہے۔"

وہ تنفر بھرے لہجے میں دھاڑا۔ معیز کی ٹانگیں باقاعدہ کپکپانے لگی۔ یہاں کوئی موجود
 بھی نہیں تھا جو اس کے دفاع کے خاطر آگے بڑھتا۔ سونے پہ سہاگہ یہ سنسان
 گنجان آباد علاقہ وہ تن تنہا یہاں کھڑا تھا وہ بھی ان چوڑے لوگوں کے سامنے۔

"میں جھوٹ نہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اپنے منہ پہ پڑنے والے مکے نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھتے کراہ کر رہ گیا اور خون آشام نگاہوں سے حسن کی جانب دیکھا۔

یہ جھوٹ ہی بول رہا ہے اور بے تحاشہ بول رہا ہے دین بھائی اس کی کسی بھی بات پہ یقین کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں آپ کو ورغلا رہا ہے۔

وہ سختی سے دانت پہ دانت جمائے بھینچے بھینچے لہجے میں بولا تو دین نے ایک اچٹتی مگر گہری نگاہ اس پہ ڈالتے اپنی نگاہوں کا زاویہ ایک بار پھر اس کی جانب بدلا تھا۔ عشب اس سارے معاملے میں خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے زور سے وقتاً فوقتاً ان کے وجود میں کپکپی سی طاری ہو رہی تھی۔

"جواب دے مجھے کیوں اتنی رات گئے اسے لے کر کہاں جا رہا تھا۔"

دین نے سرد مہری سے پوچھا۔ معیز نے اس کے انداز پہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری تھی۔

وہ اس کی دادی نے اسے گھر سے باہر نکال دیا ہے میں تو بس اس کے تعاقب "
"میں آ رہا تھا کہ کہی کوئی نقصان نہ پہنچے مجھے معاف کریں آپ لوگ۔

وہ یہ کہتے ساتھ ہی سہمے سہمے انداز میں اپنی گاڑی کی جانب بھاگا تھا ناجانے کیوں
اسے یہ تینوں لڑکے مشکوک ترین لگے تھے مگر وہ فلحال انہیں کچھ کہہ کر اپنی
شامت نہیں بلوا سکتا تھا۔

اس کی بات پہ دین پورے قد سے زمین پہ آن گرا تھا۔ وہ بری طرح لڑکھڑایا تھا اگر
بروقت عشب اسے عقب سے نہ تھامتا تو وہ ضرور زمین بوس ہو جاتا۔

کیا ہو گیا ہے دین سنبھالو خود کو۔ کون ہے وہ جس کا درد تم اپنے دل پہ محسوس " "کر رہے ہو۔ سب ٹھیک ہے نا۔

عشب تو اس کی حالت پہ ہی تشویش زدہ رہ گیا جو برے سے برے حالات میں مضبوط رہنا جانتا ہے وہ کیسے ٹوٹا بکھرا لگ رہا تھا۔

دین بھائی عشب بھائی یہ وہی لڑکی ہے جس کے متعلق میں آپ دونوں کو بتاتا " "ہوں جو یونی میں ہمہ وقت میرے تعاقب میں رہتی ہے۔

حسن کی آواز پہ دین نے جھٹکے سے رخ موڑتے اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کا حال ایسا تھا کہ کالو تو بدن میں لہو نہیں۔

اس کی حالت نہیں ٹھیک ہمیں گھر چلنا چاہیے اسے فالوقت توجہ اور دیکھ بھال " "کی ضرورت ہے۔

وہ پریشانی سے اپنا سر مسلتے بولا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے قدم گاڑی کی جانب بڑھاتا اپنے قریب سے آنے والی سنجیدہ آواز پہ اس نے اذیت سے عشب کی جانب دیکھا۔

دیکھو دین یہ بالکل درست فیصلہ نہیں ہے۔ جلدبازی میں لیے گئے فیصلے کبھی " ٹھیک نہیں ہوتے۔ نہ تو تم تم دونوں کے مابین رشتے کے متعلق کچھ اطلاع دے رہے ہو بس ایک ہی بات لبوں پہ ہے کہ اسے گھر لے کر جانا ہے۔ یہ مت بھولو

کہ ہمارا پروفیشن ہمیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی بھی انجان شخص کو اٹھا کر "وہاں لے جائے جہاں لے کر جانا سختی سے منع ہے۔"

عشب کی سنجیدہ بھاری لہجے پہ اس کے قدم زمین میں ہی جکڑے تھے۔ وہ یہ بات کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ اس کیلئے بھی سب رشتوں سے اول اس کا کام تھا جس پہ عمل کرنا اس پہ فرض تھا اور وہ اپنے فرض سے کوتاہی کسی صورت نہیں برت سکتا تھا۔

لیکن عشب ہمیں یہ پروفیشن اس چیز کی تو اجازت دیتا ہے نہ کہ ہم انسانیت کی "مدد کر سکیں۔ ہم نے تو آج تک سب کی حفاظت کرنا سیکھا ہے پلیز انکار مت کرنا میں فلحال تمہارے بھروسے ہوں کیونکہ اتنی رات گئے سر سے بھی رابطہ نہیں ہو پائے گا۔"

وہ اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے بے بسی و بے کسی سے بولا۔ آنکھیں آنسو ضبط کرنے کے چکر میں بے تحاشہ سرخ ہو رہی تھی۔ عشب نے تڑپ کر اس کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولے تھے اور پرسوچ نگاہوں سے حسن کی جانب دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ ہوتے ہی عشب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔

لیکن ہم کسی قسم کا رسک بھی کیونکر لیں دین۔ ہمیں تو خبر نہیں ہے نہ کہ کیا "پتہ اس لڑکی کا تعلق کسی مافیہ کے گینگ سے ہو۔"

اس کی بات پہ دین کو اپنے کان سائیں سائیں کرتے محسوس ہوئے۔ اس نے ماتھے پہ بل ڈالے بھسم کر دینے والی نگاہوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کنپٹی کی رگیں بری برج پھولی ہوئی تھیں۔

تم جانتے ہو کہ تم کیا بات کر رہے ہو عشب۔ جب میرا اس سے رشتہ ہے وہ "میرے سے منسلک ہے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی غلط کام میں ملوث ہو۔

وہ بے یقینی کی کیفیت میں بولا۔ ان دونوں کو اس کی حالت پہ افسوس ہوا تھا جو اب مسلسل نفی میں سر ہل رہا تھا مگر اس لڑکی کی بابت جاننا بھی ضروری تھا کہ وہ کون ہے اور دین اس کے خاطر پاگل ہوا چلا جا رہا ہے۔

"لیکن دین ہمیں بھروسہ نہیں ہے کسی بھی انجان پہ۔"

اس کے حتمی انداز پہ دین کے وجود میں بھی غصے کے بھانجھڑ چلنے لگے۔

کیا انجان انجان لگائی ہوئی ہے کون انجان نہیں ہے وہ انجان وہ جان ہے میری " زندگی ہے میری جسے اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کر دیا ہے میں نے اس کھٹن سفر "میں اکیلا چھوڑتے۔ فار دین ملک کی جان سے عزیز بہن علایہ ملک۔ میری لایہ۔

وہ اپنے ہاتھوں سے دکھتے سر کو تھامتے گھٹنوں کے بل زمین پہ گرا تھا۔ کیسا بدنصیب انسان تھا وہ اپنے کسی بھی رشتے کی حفاظت نہیں کر سکا۔

وہ چھوٹے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیا جبکہ وہ دونوں سن ہوتے دماغ کے ساتھ اسے روتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ حسن کا ہاتھ تو باقاعدہ لبوں پہ آن ٹھہرا۔ معاً وہ بھاگنے والے انداز میں گاڑی کی جانب بڑھا۔

اب اگر دل مانے تو پلیز میرے اس رشتے کو بچانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس کی "حالت بہت ابتر ہے۔"

اس کی خالی خالی زخمی سی آواز پہ عیشے بغیر کوئی وقت ضائع کیے گاڑی میں جگہ سنبھالتے انگلیشن میں چابی گھمائی تھی۔ دین نے علاوہ کو اپنی محبت بھری آغوش میں لیتے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما تھا۔ اب وہ کسی دیوانے کی طرح اس کے بالوں کو چھو رہا تھا۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پہ بیٹھے فٹ ہوتے چہرے سمیت اس کی

کمزور کی حالت دیکھ رہے تھے۔ چند ساعتوں میں گاڑی ایک جھٹکے میں دھول اڑاتی اپنی منزل کی جانب گامزن تھی مگر اپنے سینے میں بہت سے مزید راز دفنائے۔

علائیہ کو گھر لاتے ساتھ ہی دین نے پہلی فرصت میں اس کے پاؤں کا زخم صاف کیا تھا جہاں سے اچھا خاصا خون ابھی ابھی رواں تھا۔ پاؤں میں مقید جو گرز بھی سرخ رنگ کے مادے سے لتھرے تھے۔ اس کی حالت دیکھتے دین کو شدید تکلیف نے آن گھیرا تھا کہ وہ اتنے عرصے سے اس سے بے خبر کیوں تھا۔ اسے اس شہر میں پہنچتے ساتھ ہی پہلے اس کی خبر لینا چاہیے تھی مگر مشن پہ ہونے کی بدولت وہ یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ ابھی ابھی وہ اس کے زخم پہ ہولے سے مرہم لگا رہا تھا کہ وہ بیہوشی کی کیفیت میں ہی کراہتے آنکھیں میچ گئی۔ کمرے کے دروازے کے ساتھ منہ پہ ہاتھ رکھے کھڑے حسن نے اس کی تکلیف کو گویا اپنے دل پہ

محسوس کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کب سے لیکن یہ لڑکی اس کے دل کے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جو بھی اس کی اس ابتر حالت کا ذمہ دار ہے اسے نیست و نابود کر دے۔ دونوں کے سینوں میں ایک شدید اشتعال کا طوفان تھا جو ان کے دلوں کو بھڑکا رہا تھا۔ وہ چاہتے تو ابھی گھر جا کر ان سے سوالات کر سکتے تھے لیکن وہ ایسی کسی قسم کی کوتاہی سرزد نہیں کر سکتے تھے جس کا اثر ان کے مشن پہ پڑتا۔ ویسے بھی ان کیلئے ازل سے ان سے جڑے رشتوں سے زیادہ یہ ملک ہی عزیز تھا تبھی سختی سے لبوں کو آپس میں سختی سے پیوست کر گیا۔

"مما بابا۔"

معاً اس کے لبوں سے اذیت زدہ سسکی برآمد ہوئی تو اس کے وجود میں حرکت محسوس کرتے وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب ہو کر بیٹھا تھا معاً موبائل پہ ہونے والی رنگ کی آواز پہ دین نے چونک کر موبائل جیب سے نکالتے دیکھا تو اس

میں عشب کالنگ جگمگا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تحیر کے بادباں کھلے کہ وہ میٹنگ روم میں ہوتے اسے کیوں کال کر رہا ہے یکایک اس نے دماغ میں جھماکہ سا ہوا۔

"کئی مشن سے متعلق کوئی اطلاع نہ ہو۔"

اس کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کیا اور وہ حسن کو اسے دیکھنے کا کہتے تقریباً بھاگنے والے انداز میں میٹنگ روم کی جانب بڑھا تھا۔ اس کے جاتے ہی علایہ کے وجود میں مسلسل ہوتی ہلچل کو محسوس کرتے اس نے اپنے قدم نے ساختہ اس کی جانب بڑھائے تھے جہاں وہ درد سے بے حال ہوتی اپنا سر یہاں وہاں پٹخ رہی تھی۔

"مما بابا۔"

ایک بار پھر اس کے لبوں سے سسکی برآمد ہوئی تھی جیسے وہ نیند میں بھی انہیں ہی دیکھ رہی ہو۔ وہ جوں ہی اس کے قریب آکر بیٹھا علایہ نے ہولے سے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے اپنے دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔ کچھ لمحے تو

وہ غائب دماغی کی کیفیت میں چھت کو گھورتی رہی تھی۔ کیا کیا نہیں یاد آیا اپنی بے قدری اپنی بے عزتی گھر سے نکالا جانا پھر معیز کا وہاں سے جانا مزید اس کے بعد کا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ صہن پہ زور ڈالنے کے باوجود بھی ذہن کے پردوں پہ سب کچھ دھندلا دھندلا ہی تھا معاً چھت سے ہوتے ہوتے اس کی نگاہ اپنے بائیں جانب گئی تھی جہاں سب کچھ نیا نیا سا تھا۔ ایک نامانوس کا احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ دل میں ایک خوف سا جاگا تھا ناجانے وہ کہاں تھی اور کیوں تھی مزید اتنی دیر سے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ کیوں تھی۔ اس نے پورے کمرے میں نگاہ دوڑاتے ایک جھٹکے سے اپنے وجود سمیت اٹھنا چاہا تھا لیکن پیر میں اٹھتی ٹیسوں نے اسے گویا اجازت نہیں تھی۔ چند ساعتوں بعد وہ خود کو سنبھالتے بیڈ کراؤن سے سہارہ لیے اٹھنے کی تگ و دو میں تھی۔ اس دوران حسن۔ وہ خود آگے نہیں بڑھا تھا کیونکہ خاموش تماشائی بنا اس کی کاروائی کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

اس لڑکی سے کوئی بعید نہیں تھا کہ اسے غلط گردانتی۔ ابھی تو اسے اپنے مقابل دیکھ کر اس کا ردِ عمل جاننا باقی تھا۔

وہ بمشکل اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے جوں ہی سیدھی ہو کر بیٹھی سامنے نگاہ پڑتے ہی ساکت رہ گئی۔ وہ ہنوز بے یقینی کی کیفیت میں یک ٹک اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔

"تم۔"

اس کے لبوں سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی تو حسن نے دھیمسا مسکرا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ علایہ نے کینہ تو زنگاہوں سے اس کے لبوں کو پھیلنے دیکھا تھا جب اسے اس کی ضرورت درپیش تھی اس وقت وہ دکھا نہیں اور سب کیسے اس کے سامنے کھڑا دانت نکوس رہا ہے۔

"ہاں کیسی ہو۔"

وہ جواباً ہلکا پھلکا لہجہ اپناتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا۔ علایہ کے تن بدن میں آگ سی جلنے لگی۔ وہ اس قدر پرسکون کیوں تھا اسے یہاں لا کر۔

میرے ساتھ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نہ ہو کہ میرے تمہارا ہی "حال بگاڑ دوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں لائے ہو مجھے۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی ساتھ ہی اپنے قریب ہی رکھا کٹن اٹھاتے اس کی سمت اچھالا تھا جسے وہ بروقت کچ کر گیا ورنہ وہ ضرور اس کے چہرے کو سلامی پیش کرتا۔

وہ تم وہاں بیہوش تھی نا اسی لیے ہم تمہیں یہاں لے آئے تمہاری حالت بہت "خراب تھی۔"

اس نے بات سنبھالی چاہی لیکن وہ ٹھنڈا ہونے کی بجائے مزید بھرک اٹھی تھی۔

تو میں نے تمہیں کہا تھا کہ مجھے ہمدردیاں جتا کر یہاں لے کر آؤ۔ کہاں تھا میں " نے۔

وہ چیخ کر بولی۔ حسن اس غیر متوقع صورتحال میں اچھا خاصہ بوکھلا گیا تھا۔

کس قدر احسان فراموش انسان ہو تم۔ ایک تو تمہاری جان بچائی اور اوپر سے تم " کیسے مخاطب کر رہی ہو تم۔ جب کوئی انسان آپ کیلئے کچھ کرتا ہے نا تو بدلے میں وہ " بھی کسی اچھی چیز کی امید رکھتا ہے۔

وہ اسکی مسلسل ایک ہی ہوتی رٹ پرکھتا منہ بگاڑتے ہوئے گویا ہوا۔ علایہ نے ترچھی نگاہوں سے اس ڈرامے باز کو دیکھا جس کی کسی بھی بات پہ اسے یقین نہیں تھا۔

ہاں بتاؤ کیا چاہیے جواب میں۔ بہت بڑا احسان کیا ہے آپ کی ذات نے مجھ " "پہ۔ کیا آپ کے پیر دھو کر پی لوں۔

وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولتی آخر میں طنزیہ مسکراہٹ سمیت بولی۔ اس سے بات کے دوران ایک لمحے کیلئے وہ اپنے پیر کا زخم فراموش کر چکی تھی۔ سکون تھا تو بس ایک کہ وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔

یہ تو تمہیں آنے والوں وقتوں میں پتہ لگ جائے گا اس کیلئے پریشان مت ہو۔ خیر" "اس قدر رات کو تنہا کر کیا رہی تھی تم۔

جبکہ آخر میں اس کا لہجہ سنجیدہ ہوا وہ بائیں آنکھ دباتے شرارت آمیز لہجے میں بولا تھا۔

"ناچ رہی تھی۔ فضول سوالات کروالو جتنے مرضی۔"

وہ اس کی باتوں سے زچ ہوتے ترخ کر بولی۔ حسن نے مسکراہٹ دبانے کو چہرہ جھکایا تھا ورنہ اس کی باتوں پہ جی چاہ رہا تھا کہ قہقہے لگائے۔

"اچھا ویسے زمین پہ لیٹ کر کیا ناگن ڈانس کر رہی تھی۔"

اس نے پرسوچ نگاہوں سے اس کی سمت دیکھتے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ علایہ عاجز آتے جھنجھلا کر رہ گئی۔

بی سیریس حسن مجھے بتاؤ کہ یہ کیا ہے اور میں یہاں کیا کر رہی ہوں۔ یہاں تم مجھے "کیوں لائے ہو۔"

وہ مشکوک ہوئی تھی اسے بھی لے کر۔ حسن نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

میں اور میرے بھائی گھر آرہے تھے واپس تو واپسی میں رستے میں تم زمین پہ "گری نظر آئی۔ پہلے تو بہت حیرت ہوئی تمہیں دیکھ کر لیکن پھر میں تمہیں جانتا تھا "تمہی تمہارے پاؤں کے زخم کی بدولت یہاں لے آئے۔"

وہ سنجیدہ ہوتے رسانییت سے بولا تو علایہ نے اس کی بات پہ گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا معاً معیز کا خیال آتے ہی وہ ٹھٹھک کر تھمی۔

"اور وہ معیز۔"

اس نے تعجب سے استفسار کیا۔

اس کا نام بھی مت لو اپنی اس زبان سے گھٹیا انسان۔ جھوٹے الزامات لگا رہا تھا" کہ تم دونوں آپس میں محبت کرتے ہو اور شادی کرنے جا رہے ہو لیکن بھلا ہو دین میرا مطلب ہے تمہارے اس پاؤں کے زخم کا کہ ہمیں علم ہو گیا تبھی یہی "لے آئے۔

وہ تنفر سے بولتے دین کا نام لیتے لیتے رکا اور اس کے چہرے کے تاثرات جانچے کہ کہی اس نے سن تو نہیں لیا لیکن وہ تو اس کی بات پہ منہ پہ ہاتھ رکھے صدمے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

چند لمحوں کی توقف کے بعد باہر سے آنے والی مردانہ آوازوں پہ علایہ نے چونک کر حسن کی سمت دیکھا جو اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دے رہا تھا۔ ابھی وہ اسے ہی دیکھنے میں محو تھی معاً کمرے میں ایک خوب رو جوان اپنی پروقار شخصیت سمیت داخل ہوا۔ سیاہ شلوار قمیض پہ سیاہ ہی مردانہ شال ڈالے فوجی کٹ بال گھنی

مونچھوں تلے کٹاؤدار لب ہلکی ہلکی بیئرڈ وہ بے تحاشہ حسین تھا۔ ایک لمحے کیلئے
 علایہ کی نگاہیں بھی اسی پہ جم کر رہ گئی تھی۔
 "السلام و علیکم! اب کیسی طبیعت ہے آپکی۔"

اس نے اپنے مخصوص گھمبیر لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ علایہ جو پوری آنکھیں
 پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی اس کی آواز پہ چونک کر اس کی جانب متوجہ
 ہوئی۔

آپ کو کیوں بتاؤ۔

اس نے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے بھنویں اچکاتے سپاٹ تاثرات سمیت پوچھا تو
 عشب دل ہی دل میں اس کی ہٹ دھرمی پہ دانت پیس کر رہ گیا۔ اس قدر ڈھیٹ
 بدتمیز اور اکھڑ مزاج لڑکی اور دین کی بہن اسے ناممکنات میں سے یہ ایک بات لگ
 رہی تھی۔

عشب نے ترچھی نگاہوں سے حسن کی جانب دیکھا تو وہ اس کی آنکھوں میں رقم تحریر پڑھتے گڑبڑا گیا۔

"علائیہ یہ میرے بڑے بھائی عشب ہیں۔"

حسن نے دانت پیس کر مسکراتے ہوئے اس کا تعارف کروایا جیسے اسے باور کرانا چاہ رہا ہو۔ علائیہ نے لبوں کو گول کرتے آنکھیں چھوٹی کرتے سرتاپا اس کا جائزہ لیا اور سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"تو میں کیا کروں۔"

اس نے پیشانی پہ بل ڈالے تیکھے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ عشب نے ضبط کے مارے مٹھیاں بھینچی تھی جبکہ حسن اس کی بات پہ سٹپٹاتے دانت کچکچا کر رہ گیا۔

مجھے مار دو تم ویسے بھی اس کام سے تو بخوبی واقف ہو۔ خدا کی پناہ قسم سے "ناجانے کس مٹی کی بنی ہوئی ہو۔"

حسن بے بسی و بے کسی سے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتے ہوئے روہانے لہجے میں بولا تو علایہ نے سکون سے بیڈ کراؤن سے پشت ٹکاتے عشب کو دیکھتے براہ راست بھنویں اچکائی تھی۔ اس کے بے باک انداز پہ ماتھے کی رگیں اشتعال کے مارے ابھر کر نمایاں ہوئی۔ ناگواری کی شدید لہر اس کے وجود میں کوندی تھی۔ وہ کس قدر سکون سے اس سے مخاطب تھا اور جواب میں اس کا رویہ کس قدر ہتک آمیز تھا۔

"محترمہ آپ کی کوئی گل سیدھی بھی ہے۔"

عشب نے خون آشام نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ حسن نے پیچاگی سے اس کی جانب دیکھا تھا کیونکہ اس طرح کی لڑکیوں سے جس قدر یشب کو نفرت تھی وہ یہ بات سے بخوبی واقف تھے۔

نہیں ہے آپ کر دیں۔ میں تو ویسے بھی آپ کے انتظار میں تھی کہ کوئی آپ "جیسا آئے اور میری گل سیدھی کرے۔"

وہ مظلومیت سے آنکھیں پٹیٹاتے ہوئے گویا ہوئی اور حسن کو دیکھتے مسخرے پن سے دانت نکوسے۔ حسن اس کی حرکتوں پہ تلملا کر رہ گیا اور باقاعدہ دین کے آنے کی دعا مانگنے لگا ورنہ یہاں جنگ کا محاذ پکا تھا۔

"کبھی موقع ملے گا تو ضرور۔ خود میں اپنا ہی پرانا وکس ڈھونڈتی رہ جائیں گی۔"

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولتا ایک ناگوار نگاہ اس پہ ڈالتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ علایہ نے بھنویں اچکاتے حسن کی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو کہ اسے کیا ہوا۔ وہ اس کی جعلی معصومیت پہ حیرت سے لب واں کیے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"ویسے ناجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ان کی آواز کہی سن چکی ہوں۔"

اس کی پریشان آواز پہ حسن کا رنگ سرعت سے فق ہوا تھا۔ اس نے اپنا خشک ہوتا حلق تر کرتے اس کی سمت دیکھا جو جواب طلب نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی یہ تو زیادہ عرصہ گھر میں ہی رہتے ہیں یا کام کے " سلسلے میں ان کے دورے دوسرے ممالک میں ہوتے ہیں۔ اب باتیں بس کرو " کچھ دیر آرام کرلو۔ صبح ہوتے ہی تمہارا بندوبست کر دیں گے کچھ۔

وہ مسکراتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوا۔ علایہ اس کے انداز پہ بے نیازی سے کندھے اچکاتی اپنے موبائل کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگی معاً یاد آنے پہ وہ کوفت سے سر جھٹک گئی تھی۔ وہ فون کی حالت تو گرنے کی بدولت مزید ابتر ہو گئی تھی تبھی اس نے بیگ میں ڈال دیا تھا اور بیگ تو نجانے اب کہاں ہوگا۔

حسن اس پہ ایک نگاہ ڈالتے مضبوط قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ علایہ نے اس کے کمرے سے نکلتے ہی اس کمرے میں طائرانہ نگاہ دوڑائی تھی جو کسی کے اعلیٰ ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کشادہ ہوادار کمرہ جس میں ہیئر لگا ہونے کی بدولت ذرا سا گرمائش تھی۔ دبیز قالین اور پردے جو کمرے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔

وہ کمرے کی لائٹس بجھاتی سائید لیمپ جلاگئی جس کی مدہم روشنی نے پورے کمرے میں بسیرا کر لیا تھا۔

بیڈ پہ چت لیٹتے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

ایسی دادی کبھی کسی کی نہیں دیکھی جو اپنے ہی خون پہ الزام لگا کر گھر سے دھکے دے کر نکال دے۔ مجھے ہی کیوں ایسے رشتے ملے اس دنیا میں جس نے ہمیشہ کسی نہ کسی طرح مجھے رسوا ہی کیا ہے۔

وہ ایک بار پھر صفورہ بیگم کی باتیں یاد کرتے آنکھوں کو سختی سے میچ گئی تھی۔ وہ جی بھر کر رونا چاہتی تھی اپنے دل میں دبا غبار آنسوؤں کی صورت میں بہانا چاہتی تھی لیکن چاہ کر بھی آنکھیں نم ہی نہیں ہوتی تھی۔ کس قدر لاچار تھی وہ اس معاملے میں۔ وہ پاؤں کے درد کو برداشت کرتی بیڈ سے نیچے پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی سوچوں کا محور ابھی بھی انہی کی ذات تھی۔ بمشکل چپل پیروں میں اڑستی وہ دیوار کا

سہارہ لیتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور قدم قدم چلتی ٹیس کی جانب چل دی تاکہ تازہ ہوا میں خود کو سکون پہنچا سکے۔ سینے میں ایک آگ سی جل رہی تھی۔

اب آپ واپس بھی آئیں گے نا بھائی آپ کی لایہ چاہ کر بھی آپ کو معاف نہیں " کرسکے گی۔ اتنا عرصہ بہت ہوتا ہے میں تو اپنے اس قدر قریبی رشتے ہونے کے باوجود بھی اس بھری دنیا میں تنہا ہوں۔ بس یہی دعا ہے کہ آپ جہاں بھی ہو بس سہی سلامت ہو۔ میں پھر بھی آپ سے بے تحاشہ محبت کرتی ہوں ویسی محبت جس "کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔

وہ تاروں سے بھرے آسمان پہ نگاہیں جمائے دل ہی دل میں اس کے تصور سے مخاطب تھی۔ اسے دیکھے بھی ایک عرصہ بیت گیا تھا نا جانے وہ کیسے ہونگے کہاں ہونگے ٹھیک ہونگے بھی یا نہیں۔

بھائی آج آپ کی بہت یاد آرہی ہے پلیز آپ جہاں بھی ہیں مجھے اپنے پاس " بلا لیں۔

وہ تھکے تھکے اعصابوں سمیت بولتی ریلنگ سے سرٹکا گئی۔ لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تھیں جو عقب میں کھڑے دین کا وجود لہولہاں کر گئی تھی۔ ایک درد سا ہلکورے کھا رہا تھا۔ اس نے اپنی ہمت مجتمع کرتے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھنا چاہا تھا لیکن وہ بظاہر خود کو جتنا مرضی مضبوط ظاہر کرتا تھا تو وہ بھی رشتوں کے معاملے میں ترسا اور بکھرا ہوا شخص۔

علاوہ سردی کی شدت بھرتے دیکھ گہرا سانس فضا کے سپرد کرتی جوں ہی واپس مڑی سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھتے اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اس گھر کی عمارت اس پہ آن گڑی ہو۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک سے احاطہ کیا تھا لیکن اگلے ہی لمحے وہ چمک سرعت سے ماند پڑ گئی تھی۔ وہ اس کے تصور کو ایک نظر جی بھر کر دیکھتی نگاہوں کا رخ پھیر گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا وہم ہوگا جو کچھ لمحے

تو اسے خوشگمانیوں میں گھرے گا لیکن اگلے ہی لمحے آسمان سے زمین پہ پٹخ دے گا۔

وہ اسے نظر انداز کرتی اس کے ایک جانب سے ہوتے اس سے پہلے کمرے کے اندر جاتی اس کا بازو کسی کی آہنی گرفت میں آیا تھا۔ اندر جاتی علایہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے ششدرہ ہوتے اس کی جانب دیکھا اور سرعت سے اس کے قریب ہوتے اس کا چہرہ چھو ا تھا کہ کہی یہ اس کا وہم تو نہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح اس کے چہرے کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔

"بھائی۔"

اس کے لبوں سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی تھی۔ کیسی تڑپ تھی اس کے لہجے میں جو دین کا دل چیر گئی۔

"بھائی کی جان۔"

وہ نم آنکھوں سمیت بولتے اسے اپنے سینے میں بھینچتے ماتھے کو لبوں سے چھو گیا۔ اتنے عرصے بعد کسی اپنے کا محبت بھرا لمس اور جملہ محسوس کرتے وہ آنکھوں کو سختی سے میچ گئی تھی مگر ابھی بھی اس نے دین کے اطراف میں حصار نہیں باندھا تھا شاید وہ ابھی بھی بے یقین تھی۔

"کہاں تھے آپ۔"

اس کی کھوکھلی سی آواز پیشانی کے بلوں کو دیکھتے دین نے بے ساختہ نگاہیں چرائی تھی۔

جواب دیں کہاں تھے آپ۔ آپ کو ذرا ترس نہیں آیا اپنی بہن پہ بھائی چھوڑ کر "گئے تو پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ مر گئی یا زندہ ہے۔"

وہ بے بسی سے گویا ہوئی اس کی بات پہ دین کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل پہ کسی نے بھاری سل رکھ دی ہو۔ وہ تڑپ کر فاصلہ سمیٹتے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر گیا۔

نہیں میری جان میں نے سچ میں بہت تلاش کیا تھا آپکو لیکن میں کچھ پتہ نہیں " "لگوا سکا۔

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ اس کی بات پہ وہ تلخی سے ہنس دی تھی جیسے خود کا ہی مذاق بنا رہی ہو۔

نہیں بھائی آپ نے ڈھونڈا ہی نہیں۔ علایہ کب سے کسی کیلئے اتنی اہم ہو گئی کہ " کوئی اس کی بے مول رتی ہوئی ذات کو تلاش کرتا۔ آپ نے تو شکر کیا ہوگا کہ اچھا ہے بوجھ اتر گیا سر سے۔

وہ تمسخرانہ انداز میں بولتے اپنے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچ گئی تھی۔ وہ شاید کچھ زیادہ ہی بدگمان تھی اس کی ذات سے۔

نہیں بھائی کی جان پلیز لایہ ایسی باتیں مت کرو جو میرے دکھ کا سامان بنیں " "میں پہلے ہی بہت تھک چکا ہوں مزید کی سکت نہیں ہے۔

وہ اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے نم نگاہوں سمیت بولا اور اس کی خشک خالی خالی آنکھوں کو دیکھا تھا جہاں ڈھونڈنے سے بھی اسے نمی نہیں دکھی تھی۔ اس کی آنکھوں کے خالی پن سے اسے بے ساختہ خوف سا محسوس ہوا۔

نہیں آپ دین بھائی نہیں ہے آپ ایک جھوٹے بھائی ہے آپ ایک غیر ذمہ " دار بھائی ہے آپ بہت برے بھائی ہیں۔ کیوں مجھے ایک ایسی عورت کے پاس چھوڑا جس نے ہمہ وقت مجھے جوتے کی نوک پہ رکھا جس نے ذرا سی بات پہ مجھے میری اوقات واضح کی۔ جس کیلئے میں جانتے ہیں کیسی تھی وہ جو گھر کے باہر کتا نہیں رکھا ہوتا جس کے ساتھ جب جی چاہا اچھا برتاؤ کر لیا اور جب جی چاہا ٹھوکروں پہ رکھ لیا۔ سب مجھے ہی کیوں چھوڑ کر جاتے ہیں پہلے بابا پھر ماما اور پھر آپ۔ کبھی سوچا آپ نے میرا کیا وجود تھا آپ سب کے بعد یا میں ایک ناگوار وجود تھی آپ سب کیلئے۔ کم از کم مجھے بتا دیتے میں اپنے ہاتھوں سے ہی اپنی جان لے لیتی حرام موت کو گلے لگا لیتی۔ اوپر جا کر اس ذات سے کہ دیتی کہ میرا دنیا میں کوئی

نہیں تھا مجھے راتوں کو ڈر لگتا ہے میں بہت تنہا ہوں کوئی مجھے سینے سے نہیں لگاتا کوئی میرے ماتھے پہ پیار نہیں کرتا کسی کو میرے صبح جاگنے سے لے کر واپس آنے تک پریشانی نہیں ہوتی، کسی کو پرواہ نہیں ہوتی کہ میں کیا کھا رہی ہوں کیا نہیں اُکھا رہی ہوں۔ میں جی رہی ہوں یا مر رہی ہوں کوئی نہیں پوچھتا تھا بھائی۔

وہ چیختے ہوئے شکست خورد لہجے میں بولتی گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھی تھی۔ وہ آج اتنے عرصے بعد اپنا دکھ درد سب کچھ کھول کر اس کے سامنے آشکار کر گئی تھی لیکن آنکھیں پھر بھی خشک تھی جیسے صحرا۔ دین سکتے کی کیفیت میں کھڑا اس کی باتوں پہ غور و فکر کر رہا تھا۔ ذہن میں صرف اس کی چیختی چلاتی آوازیں ہی گونج رہی تھی۔ وہ بھی اس کے مقابل زمین پہ بیٹھا تو وہ زمین پہ آڑھی ترچھی لکیریں کھینچنے میں مصروف تھی یہاں تک کہ اس کے نزدیک بیٹھنے پہ بھی اس کی سمت متوجہ نہ ہوئی۔

ایم سوری لایہ۔ میں سچ میں بہت برا بھائی ہوں۔ میں اپنے ہی ماضی سے خوفزدہ " ہوں میں سچ میں بہت برا انسان ہوں۔ ایک برا انسان ایک برا بیٹا اور ایک برا بھائی۔ بس مجھے ایک بار معاف کردو یقین کرو آپکی ساری تکلیفوں کو مداوا کردوں گا۔ جس جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے اس سے گن گن کر بدلے لوں گا کہ "میری لایہ کو کیوں رولایا۔

وہ اسے سینے سے لگائے ہوئے ہوئے اس کی سماعتوں میں سرگوشی کرتا پچکار رہا تھا اور وہ سکون سے اس کے سینے سے لگی بیٹھی تھی جیسے اس کے کہی جانے کا خوف ہو۔

لیکن میں تو روتی ہی نہیں بھائی۔ آنسو ہی نہیں آتے آنکھوں میں۔ میں رونا چاہتی " ہوں لیکن کیسے یہ سمجھ نہیں آتی۔ دل زخموں سے لدا پڑا ہے میرا پورا وجود لہو لہان " ہے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تکلیف آنکھوں کے راستے سے باہر نہیں آتی۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بچوں کی سی معصومیت سے بول رہی تھی۔ اس کی یہی باتیں دین کا دل بند کر رہی تھی۔ اسے اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے۔ فضا ایک دم گھٹن زدہ ہو گئی۔

اس نے ہولے سے آگے ہوتے اس کی آنکھوں کو چھوا تھا۔ وہ درد سے بوجھل ہوتی آنکھیں موند گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ۔"

وہ اپنے حواس بحال کرتا دھیمے لہجے میں بولا۔ دروازے کے پار کھڑے عشب اور حسن سن ہوتے ذہن کے ساتھ چہرہ جھکائے کھڑے تھے۔ جبرے بری طرح بھیجنے ہوئے تھے۔ زبانوں پہ گویا فقل لگا ہوا تھا۔

آپ کو پتا ہے میں بہت بدتمیز ہوں سب کی نگاہوں میں سب سے بری لگی۔ کچھ "کو تو بے تحاشہ کھٹکتی ہوں کچھ کو ناگوار بھی گزرتی ہوں۔ ایسے نفرت سے دیکھتے ہیں جیسے مجھے دکھ نہیں ہوتا لیکن میں بے نیازی میں سب کچھ فراموش کر جاتی

ہوں۔ ابھی آج بھی یہی ہوا ابھی آپ سے پہلے بھی یہاں کوئی آئے تھے جو حسن کے ساتھ تھے وہ بھی ایسے ہی دیکھ کر گئے مجھے لیکن میں ہنس کر ٹال گئی تھی۔ میں بدتمیز ہوں منہ پھٹ ہو سب کو دکھتا ہے لیکن میں کس وجہ سے ہوں یہ "کسی کو کیوں نہیں دکھتا یا شاید میں نے کبھی دکھایا ہی نہیں۔"

وہ ہنوز اس کے سینے سے لگی غنودگی کے عالم میں یہ سب کچھ بول رہی تھی۔ لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ دین سختی سے آنکھوں کو میچے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیل رواں تھا۔ خود پہ شدید غصہ آ رہا تھا کہ کیوں وہ بے خبر رہا اگر وقت پہ اسے تلاش کرتا تو آج وہ اس احساسِ کمتری میں تو نہ ہوتی۔

باہر کھڑے عشب پہ گرہوں پانی پڑا تھا۔ وہ اپنی سرخ لہو چھلکاتی آنکھوں کو سختی سے میچ گیا۔ ماتھے کی رگیں ابھرتے اس کے اشتعال کا پتہ دے رہی تھی۔

نہیں گریا آپ غلط سمجھ رہی ہو وہ ایسا بالکل نہیں ہے بس وہ اجنبیوں سے ایسے "

"ہی بات کرتا ہے یا لہجے کی بات کروں تو اس کا لہجہ ایسا ہی اکھڑ مزاج ہے۔

وہ عشب کے معاملے میں کہاں کچھ برداشت کر سکتا تھا تبھی صفائی دینے والے

انداز میں بولا۔

وہ اجنبیوں سے بات نہیں کرتے تو میں کیا کر لیتی ہوں۔ میں بھی کسی سے بلاوجہ "

فری ہونا پسند نہیں کرتی لیکن کوئی یہ بات سمجھتا ہی نہیں اور یہی سب پھر

"بدتمیزی کے زمرے میں آجاتا ہے۔

وہ کندھے اچکا کر بولی۔ موڈ اب قدرے بہتر تھا جیسے اتنے عرصے کا غبار نکل گیا

ہو۔

چلو اندر سردی بڑھ رہی ہے۔ پاؤں کا زخم خراب نہ ہو جائے۔ اور انہوں نے گھر "

"سے باہر کیوں نکالا آپکو۔ وجہ جان سکتا ہوں۔

وہ اسے سہارہ دیتے بیڈ تک لایا اور اس کا ہاتھ تھامتے اسے اعتماد میں لیتے ہوئے بولاتا کہ وہ آسانی سے یہ بات بھی اس تک پہنچا دے۔

بھائی پلیز فلحال ان کی کوئی بات مت کریں مجھے اتنے عرصے بعد کوئی خوشی "نصیب ہوئی ہے میں اسے خراب نہیں کرنا چاہتی اس نام و نہاد دادی کے بارے میں بات کر کے۔"

وہ اپنے لہجے میں بے پناہ نفرت لیے بولی۔ دین اس کے ناگوار لہجے پہ خاموشی سے لب بھینچ گیا۔

"اچھا آپ یہاں کیسے کب اور کیوں۔"

وہ متجسس سی بولی۔ ناراضگی وغیرہ تو جھاگ کی مانند فوراً بیٹھ گئی تھی۔ دین نے اس کی بات پہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

مجھے تو یہاں آئے ابھی ایک دن ہی گزرا ہے۔ زیادہ وقت نہیں بیتا ہم باقی باتیں "کل کریں گے ابھی فلحال یہ دوائی کھاؤ اور سکون سے سو جاؤ۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے محبت بھرے لہجے میں بولا تو اس نے منہ بسورا۔

"ابھی تو مجھے اتنی ساری باتیں کرنی تھی آپ سے۔"

وہ شکایتی انداز میں بولی۔ لہجہ ناراضگی لیے ہوئے تھا۔

"ابھی نیند آرہی ہے آپکو میں جانتا ہوں چلو شاباش جلدی سے لیٹو۔"

دین نے تحکم بھرے لہجے میں کہا تو اس نے اپنی نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کو مشکل کھولا تھا نیند تو اسے سچ میں بے تحاشہ آرہی تھی لیکن اتنے عرصے بعد اس سے باتیں کرنے کا بھوت بھی سر پہ سوار تھا۔ وہ خاموشی سے دین کی گود میں سر رکھتے آنکھیں موند گئی تھی۔ دین نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور محبت سے اس کے بال سہلانے لگا۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے اس کے بال کافی لمبے

تھے اس کی ماں کی طرح لیکن ناجانے ایسا کیا ہوا ہوگا اس کے جانے کے بعد جو اس کے بال کندھوں کو چھو رہے تھے۔ چند لمحوں کے ساعتوں کے بعد اس کی بھاری سانسوں کی آواز کمرے کی خاموش فضا میں محسوس کرتے اس نے آرام سے اس کا سر تکیے پہ رکھا تھا اور مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا جس کے نین نقش ہو بہو اس کی ماں جیسے تھے۔ وہ جھکتے اس کے ماتھے پہ لب رکھتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کا رخ میٹنگ روم کی جانب تھا کیونکہ کچھ لمحوں میں ان کی کرنل عاکف کے ساتھ ایک اہم میٹنگ تھی جس میں شرکت کرنا لازم تھا۔

ابھی اسے میٹنگ روم میں جگہ سنبھالے کچھ دیر ہی گزری تھی معاً سکرین پہ سر عاکف کا چہرہ نمودار ہوا۔ ان کی آمد پہ ان تینوں نے الرٹ ہوتے انہیں سلیوٹ کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ معمول کی نسبت

خاموش تھے یا ان تینوں کو محسوس ہوئے یہ بات وہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ ان کے چہرے پہ ہلکی سی بھی مسکراہٹ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

"کیسے ہیں آپ سب۔"

ان کی سنجیدہ پروقار آواز پہ ان تینوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"ہم تو الحمد للہ سر مگر آپ ٹھیک نہیں محسوس ہو رہے۔"

حسن عادت کے مطابق غیر سنجیدگی سے بولا تو عشب نے ایک تیز نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔ وہ فوراً لبوں پہ انگلی رکھتے خاموشی اختیار کر گیا ورنہ ابھی اچھی خاصی درگت بن جاتی۔

میجر عشب دین اینڈ کیپٹن حسن آپ سب کیلئے میرے پاس اس مشن سے "جڑی ایک کڑی ہے۔ مجھے میرے ریسارسز سے علم ہوا ہے کہ جو کالے دھندے

یہاں سرعام ہو رہے ہیں ویسا ہی حال مظفرآباد کے کچھ مخصوص علاقوں میں بھی ہے۔"

انہوں نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے تفصیل ان کے گوش گزار دی۔ انکی بات پہ ان تینوں نے پرسوج انداز میں ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ عشب کی پیشانی پہ شکنوں کا جال بچھا تھا۔

سر ہمیں اس بارے میں یہ تو علم تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے مظفرآباد میں "ہی ہو رہا ہے۔ ہم تو اسے کوئی معمولی گینگ سمجھتے رہے مگر یہ بہت بڑا مافیہ ہے جو "جگہ جگہ بکھرا ہوا ہے۔

اس نے پریشانی سے انہیں مزید اہم تفصیلات سے آگاہ کیا تھا۔ کرنل عاکف نے ان تینوں کے تاثرات جانچے جہاں سے بے چینی صاف چھلک رہی تھی۔

"اب آپ کا آگے کا کیا ارادہ ہے۔"

انہوں نے سوالیہ انداز میں بولتے بھنویں اچکائی۔

سر اوور نیکسٹ ٹارگٹ پلیس از مظفر آباد انشا اللہ۔ ہم میں سے کوئی اب وہاں جا کر "وہاں کے حالات کی سنگینی کا ملاحظہ کرتے ہمیں بروقت اطلاع کرے گا۔"

عشب نے سرد مہری سے بولتے انہیں سلیوٹ کیا تھا۔ پورے قصے میں پہلی بار ان کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

ایز آلیڈر میجر عشب یہ آپ کی ذمہ داری عائد ہوتے ہے کہ آپ کس انسان کا "چنتے ہیں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ زندگی رہی تو پھر بات ہوگی انشا اللہ۔ اللہ حافظ۔"

وہ یہ کہتے ساتھ ہی کال کاٹ چکے تھے۔ ان کے جاتے ہی کچھ لمحے تو کمرے کی خاموش فضا میں خاموشی چھائی رہی معاً چند ساعتوں بعد کمرے میں عشب کی بھاری گھمبیر آواز آواز گونجی۔

"میجر فار دین آپ مظفر آباد جارہے ہیں جتنا جلدی ہو سکے۔"

بات کے دوران عشب کا لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ حسن نے چونک کر دین کی سمت دیکھا جس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ عشب کی بات کے جواب میں وہ خاموشی سے سر اثبات میں ہلا گیا۔ حسن نے ترحم آمیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جسے آج ہی تو اس کا ایک اہم رشتہ اسکی بہن ملی تھی اور کچھ بھی دیر میں وہ جانے کا ارادہ باندھ رہا تھا۔

"اپنی پرو بلم میجر۔"

میجر عشب نے رسائیت سے سوال کیا۔

"نو میجر مائی بیلووڈ کنٹری از آلویز فرسٹ فار می اینڈ نتھنگ ایلز۔"

وہ اپنی مفلوج ہوتی حسوں کو باور کراتے جتانے والے انداز میں بولا تو عشب نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔ اسے اس کی دیدہ دلیری بہت بھائی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اس قدر آسان نہیں ہے لیکن اگر اپنے مشن کے اس موڑ پہ آتے وہ رشتوں کے معاملے میں کمزور پڑجاتے تو کام بگڑ سکتا تھا۔

وہ پرسکون سانس فضا کے سپرد کرتے آسودگی سے مسکرا دیا۔ شکر تھا کہ اس نے کسی قسم کا اختلاف نہیں برتا تھا۔

چلیں آپ پھر فلحال آرام کریں۔ صبح سورج کی کرنوں کے اجاگر ہوتے ساتھ ہی "نکلنا بھی ہوگا۔"

وہ متانت سے بولتے اس سے پہلے کمرے سے باہر قدم بڑھاتا اپنے عقب سے آنے والے بے تاثر آواز پہ اس کے باہر کی جانب بڑھتے قدم بے ساختہ ٹھٹھکے تھے۔

میجر عشب میں ابھی اور اسی وقت نکلنا چاہتا ہوں مظفر آباد کیلئے۔ میں نہیں چاہتا "اگر صبح ہوتے ہی میں اس کا چہرہ دیکھتے کمزور پڑ جاؤں۔"

وہ دل پہ بھاری سل رکھتے چہرہ جھکائے شکست خورد لہجے میں گویا ہوا۔ عشب نے اس کے شانے تھپتھپاتے اسے سینے میں بھینچا تھا۔

"تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہوگا انشاء اللہ۔"

وہ محبت سے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر بڑے بھائیوں کے مان سے بولا تو وہ بمشکل مسکراتے اثبات میں سر ہلا گیا معاً کچھ یاد آنے پہ چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

"سر سے اس متعلق کوئی بات نہیں کی۔"

اس نے تفکر بھرے لہجے میں کہا۔

میں خود کرلوں گا۔ ذہن کو پرسکون کرو اور اپنے کام پہ توجہ دو۔ پیچھے کے متعلق "مت سوچنا۔"

وہ اسے ہدایات کر رہا تھا اور دین بنا پلک چھپکائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسی دوران حسن نے بھاری رائفل اٹھاتے اس کے سامان میں ہی رکھی تاکہ جاتے وقت کسی مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑے۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب اپنے سامان سمیت گھر کے کشادہ لاؤنج میں موجود تھے۔ دین فلحال علایہ کے کمرے میں گیا تھا جو کہنے کو تو یشب کا کمرہ تھا لیکن اس کی طبیعت خرابی کی بدولت ایمر جنسی میں اسے وہی منتقل کیا گیا تھا۔

اپنے بھائی کو معاف کر دینا ایک بار اور۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے میں اپنے کام" سے غداری نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں جاگتے ہی تم میرے متعلق استفسار کرو گی سب سے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری مضبوط بہن ان حالات سے بھی "لڑ جائے گی۔ زندگی رہی تو بہت سی باتیں کریں گے۔

وہ اس کی صبح پیشانی کو لبوں سے چھوتے مشفقانہ لہجے میں گویا ہوا اور بنا کسی لمحے کی تاخیر کیے ایک الوداعی نگاہ اس پہ ڈالتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

باہر لاؤنج میں پہنچتے ہی اس نے ایک خاموش نگاہ ان دونوں پہ ڈالی تھی۔ حسن اس کا سامان لیتے پورچ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھا۔ عشب نے اس کے کندھے کے گرد بازو حائل کرتے اسے دلاسا دیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد وہ ان دونوں سے ملتے ایک نئی منزل کی جانب رواں ہو گیا جہاں ایک نئی زندگی اس کی منتظر تھی۔

لگے دن کا سورج اپنے سنگ نئی امیدیں لیتے نمودار ہوا تھا۔ سورج کی کرنوں نے روئے زمین پہ پڑتے سکون فراہم کیا تھا اس ٹھٹھرتے ماحول میں۔ لیکن ایک وہ

تھی جسے اس موسم میں بھی اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ آج بھی اپنی طبیعت خرابی کے ہوتے ہوئے بھی مکمل طور پہ لا پرواہی کا مظاہرہ کرتے آج پھر سکول آئی ہوئی تھی۔

"مس جزاء آپ کلاس نہیں لے رہی خیریت ہے نا۔"

میم کی آواز پہ وہ جو اپنا دکھتا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی چونک کر ان کی سمت متوجہ ہوئی مگر انہیں سامنے کھڑا دیکھ وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی جس کی بدولت اس کی گود سے بیگ چھوٹتے زمین پہ آن گرا۔

جی میم بس وہ میں جارہی تھی سر میں وہ بے تحاشہ درد تھی اسی لیے کچھ دیر"
"سکون کیلئے بیٹھی تھی۔

اس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا اور زمین پہ گرا رجسٹر اٹھایا تھا اب وہ اپنا بیگ
اٹھاتے ان کی ایک جانب سے ہوتے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

آپ کلاس میں جائیں میں چائے بھجواتی ہوں۔

وہ شفقت بھرے لہجے میں بولتی اپنے آفس کی سمت بڑھ گئی۔ وہ بھی اثبات میں
سر ہلاتے زینوں کی سمت چل دی۔ وہاں سے اوپر کی جانب جاتے ہوئے بھی
اس کا دھیان اس بند کمرے کی جانب ہی تھا جہاں سے آج پھر ہلکی ہلکی

سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس کا دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ ہولاتے دل سمیت دروازے کے نزدیک ہوئی اور ایک چورنگاہ اطراف میں دوڑائی تھی۔ اردگرد کسی کی موجودگی محسوس نہ کرتے اس نے ابھی اس دروازے کی ناب پہ ہاتھ رکھا ہی تھا معاً اپنے شانے پہ کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتے وہ سہم کر پلٹی تھی مگر اپنے سامنے کھڑی حیران پریشان سی اقراء کو دیکھتے اس نے سکون بھرا سانس ہوا کے سپرد کیا تھا۔

تم نے ڈرا دیا مجھے۔ پیچھے سے ہی کیوں حملہ آور ہوتی ہوں ہمیشہ بزدلوں کی "طرح۔"

وہ دل کے ہاتھ رکھتے اپنے کپکپاتے لہجے پہ قابو پاتے ہوئے بولی تو اقراء نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"بزدل کو چھوڑو کبھی بھی تیز دماغ کے لوگ بھی عقب سے ہی چھڑا گھونپتے ہیں۔"

اس نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتے گہرے مگر معنی خیز لہجے میں کہا تو
جزاء کا حرکت کرتا ہاتھ بے ساختہ تمہما تھا۔ اس نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات
لیے اس کی سمت دیکھا۔

ایسے مت دیکھو تمہیں سمجھا رہی ہوں اور مزید اس کمرے سے کیا عشق ہو گیا ہے "
"جو یہی چپکی رہتی ہو۔"

وہ پیشانی پہ بل ڈالتے دونوں ہاتھ کمر پہ جما کر بولی۔

نہیں بس کلاس میں ہی جارہی تھی تو ویسی ہی بچوں کی آوازیں آئی اور بچوں کا "رونا نا جانے کیوں مجھے وحشت میں مبتلا کر جاتا ہے۔ ایک عجیب سی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ دل میں بہت درد ہوتا ہے۔ میں چاہ کر بھی کسی کے ساتھ برا ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ بچوں کو ایک ہی وقت میں کچھ کہا جائے کیونکہ جب جب میں گزر یہاں سے ہوتا ہے کسی نہ کسی کے رونے کی آواز لازماً آتی ہے۔ ماں باپ اتنے سنگ دل نہیں ہوتے کہ اپنے ہی ہاتھوں سے بچوں پہ ستم ڈھائے وہ تو اولاد کی ڈھال ہوتے ہیں نہ۔ میرا دماغ چاہ کر بھی اس بات کو ماننے سے انکاری ہے۔ خیر میں چلتی کلاس کا وقت ہوا جا رہا ہے۔"

وہ تھکے تھکے اعصابوں سمیت بولتی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ اقراء ٹھوڑی پہ ہاتھ جمائے اس کی بات میں پہناں معنی اخذ کرنے کی کوششوں میں تھی۔

لگے دن کا سورج ان سب کی زندگیوں میں ایک نئی قسم کی روشنیاں بکھیر گیا تھا۔ کھڑکی کے پٹ رات کو جلد بازی کی بدولت شاید بند کرنا بھول گئے تھے تبھی پردوں کی اوٹ سے پڑتی چلملاتی دھوپ نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ اس نے کوفت سے کھڑکی کی جانب دیکھتے آنکھیں گھمائی اور کسلمندی سے کروٹ بدلتے آنکھیں موند گئی۔ معاً جھماکے سے ہی اس کا ذہن بیدار ہوا۔ وہ لمحے کے اندر اندر خود سے کمفرٹر اتارتے اٹھ بیٹھی تھی اور ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں دوڑاتے اس نے تشکر بھرا سانس فضا کے سپرد کیا کہ وہ خواب نہیں تھا وہ سچ میں اپنے بھائی کے پاس اس کے قریب موجود ہے۔ اسے محسوس کر سکتی ہے۔ کل اتنے عرصے بعد اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے تو وہ ایک لمحے کیلئے سن رہ گئی تھی۔ اس کا ذہن ماؤف ہو چکا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج

ہو چکی تھی۔ ایکدم اس کے لبوں کی تراش پہ ایک خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ دل ایک انوکھی خوشی سے دھڑک اٹھا تھا۔ وہ سرعت سے کمفرٹر پرے کرتی پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکا کر بیٹھ گئی۔ معاً پاؤں میں اٹھتی ٹیس کی بدولت وہ کراہ کر رہ گئی۔ اس سب میں تو وہ اس زخم کو فراموش کر چکی تھی۔ وہ اپنے ہی اتاولے پن پہ ہولے سے ہنس دی تھی اور یہ پہلی شفاف محبت سے لبریز مسکراہٹ تھی جو اتنے عرصے بعد اس کے لبوں میں آئی تھی۔ وہ ہولے سے چپل پیروں میں اڑتے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی باہر کی جانب چل دی لیکن باہر خالی لاؤنج بھی اسے بری طرح منہ چڑھا رہا تھا۔

"دین بھائی۔"

اس نے بے ساختہ فار دین کی تلاش میں نگاہیں گھمائی لیکن ناکام واپس لوٹ آئی۔ وہ مزید دو قدم آگے بڑھی۔

"دین بھائی کہاں ہیں آپ۔ آپ نے بولا تھا کہ ہم مزید باتیں صبح کریں گے۔"

وہ بیچاگی سے ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے مدھم لہجے میں گویا ہوئی۔ لہجے میں ایک آس سی تھی۔ معاً کسی کے قدموں کی چاپ پہ اس نے جوں ہی گردن ترچھی کرتے دائیں جانب دیکھا تو حسن فون کان سے لگائے سنجیگی سے کسی سے بات کرنے کے دوران اسی کی جانب آ رہا تھا۔ اس نے بے چینی سے اشاروں میں ہی دین کے متعلق استفسار کیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے۔"

وہ اس کی پریشانی بھانپتے فون جیب میں رکھتے اسی کی جانب چلا آیا اور اس کے پاؤں کو دیکھتے اسے مخاطب کیا۔

تم یہ سب چھوڑو یہ بتاؤ کہ دین بھائی کہاں ہے۔ رات تک تو وہ یہی تھے ابھی "کبھی بھی دکھائی نہیں دے رہے۔"

اس نے سنجیگی سے سوال کیا تو حسن کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا تھا۔ معاً اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ اسے تو سمجھ ہی

نہیں لگ رہی تھی کہ کیسے یہ بات اس کے کانوں میں ڈالے کہ دین یہاں سے جاچکا ہے۔ وہ تو ناجانے کب تک لوٹے گا۔ اسے اب اس کے ردِ عمل سے خوفزدہ تھا۔ وہ دل ہی دل میں عشب کے آنے کی دعائیں مانگنے لگا تاکہ وہ سنجیدہ انداز سے اسے قائل کر سکے۔

"اسلام و علیکم۔"

معاً لاؤنج کی خاموش فضا میں دین کی سنجیدہ آواز گونجی تو ان دونوں نے چونک کر اس کی سمت دیکھا جو اب چائے کے کپ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔ علایہ نے تو اسے ایک نظر دیکھتے ہی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا البتہ حسن نے باقاعدہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کوئی اشارہ کیا۔

آؤ علایہ ناشتہ کریں۔ تم جانتی ہو کہ عشب بھائی بہت زبردست چائے بناتے ہیں۔

وہ اس کا دھیان بٹانے کی خاطر دانت نکوستے ہوئے بولا تو علایہ کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔ وہ اس سے کیا ہوچھ رہی تھی اور وہ جواب بالکل اس بات سے ہٹ کر کر رہا تھا۔

میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں کہ دین بھائی کہاں ہیں۔ مجھے کسی کی بھی بنائی ہوئی چائے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تو خدا را مجھے میرے سوال کا جواب دو بس۔

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو ایک لمحے کیلئے حسن بھی اس کے تیور دیکھتے بوکھلا گیا۔ اس کے برعکس عشب نے ایک کڑی نگاہ اس پہ ڈالی تھی جو بکھرے بکھرے حلیے میں ہی ان کے سامنے موجود تھی۔

محترمہ ذرا اپنی آواز ہلکی رکھیے مجھے عورتیں اونچے لہجے میں بات کرتی بالکل نہیں پسند۔

عشب نے سپاٹ لہجے میں اسے مخاطب کیا تو اس نے جواباً طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

تو آپ سے مخاطب ہو بھی کون رہا ہے۔ فضول میں ہی ٹیپیکل ٹائپ کے مردوں "اکی طرح اپنا رعب جھاڑنے آجاتے ہیں۔

وہ بدتمیزی کی تمام حدیں پھلانگتی رعونت سے بولی۔ ابھی اپنی کل ہی بے عزتی وہ چاہ کر بھی فراموش نہیں کرپارہی تھی تبھی اس لمحے جو بھی جی میں آیا وہ بول گئی تھی۔ عشب نے گہرا سانس بھرتے اپنے اعصاب پر سکون کرنا چاہے۔

اچھا اب آپ دونوں لڑنا مت شروع کر دیں پلیز۔ آؤ علایہ پہلے ناشتہ کرلو پھر ہم "دین بھائی کے متعلق بات کرتے ہیں۔

وہ متانت سے بولا تو علایہ نے خاموشی سے چہرہ جھکالیا لیکن دین کے متعلق کی گئی ہر بات کو مظہر انداز کرنا اسے بری طرح چبھاتا تھا۔ وہ تو صبح اٹھتے ساتھ ہی اسے دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کے علاوہ سب دکھ گئے تھے۔

ناشتے کے دوران اس کی نگاہیں وقتاً فوقتاً ان دونوں کی جانب اٹھتی جو سامنے ہی کرسیوں پہ بیٹھے خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ حسن تو اس کے دیکھنے پہ ہلکا سا مسکرا دینا البتہ وہ کھڑوس کڑوا انسان اسے موبائل میں مصروف انتہائی کو ذہر لگ رہا تھا۔ وہ ایک ناگوار نگاہ اس پہ ڈالتے دوبارہ حسن کی جانب متوجہ ہوئی معاً اس کے کپڑوں کو دیکھتے اس کے چہرے پہ الجھن نمایاں ہوئی تھی۔ اس نے مشکوک نگاہوں سمیت اس کی جانب دیکھا جو اپنے معمول کے حلیے کے خلاف جاتے قمیض شلوار پہنے ہوئے تھے۔ وہ بعد میں اس متعلق بات کرنے کا سوچتے چائے پینے میں مشغول ہو گئی۔

میری بات تو سنو تم نے یہ ایسا لباس پہننا کب سے شروع کر دیا ہے۔ کیا چکر " ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھ کمر میں جماتے چائے کے کپڑے میں رکھنے میں مصروف حسن کو مخاطب کیا۔ اس کی بات پہ حسن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

تم بھی نہ ناجانے کیا کیا سوچتی ہو ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اتنی آگے کی "سوچ رکھنے والی لڑکی ابھی تک اسی مقام پہ ہے قسم سے مجھے نہ تم کسی جاسوس کی "جانشین لگتی ہو۔"

وہ اس کی بات کو ہوا میں اڑا گیا البتہ اس کی شک بھری نگاہیں ابھی بھی حسن کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"تمہاری حرکات ویسے بہت مشکوک ہے۔"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی خود کو یہ کہنے سے روک نہیں پائی تھی۔ اس کی بات پہ حسن کے ساتھ ساتھ عقب میں صوفے میں بیٹھے عشب نے بھی ٹھٹھک کر اس کے چہرے کو دیکھا جہاں سے نے نیازی صاف چھلک رہی تھی۔ ان دونوں نے بے ساختہ اطمینان بھرا سانس خارج کیا۔

"اچھا چلو اب بتاؤ کہ کہاں ہے دین بھائی۔"

وہ اس کے بازو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

تم ایسا کرو عشب بھائی سے پوچھو پلینز میں اس وقت تک کچن کا کام مکمل کراؤ۔"
"پھر مجھے اپنے کام پہ بھی جانا ہے۔"

وہ اپنے لہجے میں بیچاگی سموئے بولا۔ علایہ نے اس کی ہٹ دھرمی پہ دانت کچکچائے تھے۔

مجھ سے بکو اس مت کرو صاف صاف بتاؤ کہاں ہے وہ۔ ان سے متعلق ہر بات "
کو ٹالی جا رہے ہو۔ اور جس سے پوچھنے کا تم مجھے آرڈر لگا رہے ہو نا انہیں تو میں چاہ
"اکر بھی مخاطب نہ کروں۔"

وہ نخوست سے سر جھٹکتے غیض کے عالم میں چلائی تھی۔ حسن نے تفکر سے اس
کی جانب دیکھا معاً اس کی نگاہ عقب میں بیٹھے عشب پہ پڑی جو اسے وہاں سے
جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ اس کی بات پہ عمل کرتے ایک بار پھر اسے نظر انداز
کرتے کچن کی جانب بڑھ گیا۔

"حسن پلیز یہ مت کرو۔"

وہ خالی خالی نگاہوں سے اس کی پشت دیکھتے چلائی تھی لیکن وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ عشب نے حسن کو اندر جاتا دیکھ سرعت سے نگاہیں جھکائی وہ جانتا تھا کہ اب توپوں کا رخ اس کی جانب ہی ہونے والا ہے اور ہوا بھی کچھ یوں ہی لگے دو منٹوں میں وہ اس کے سر پہ پوری شان سے کھڑی تھی لیکن اس نے سر اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔

"میری بات سنیں۔"

اس نے سختی سے دانت پہ دانت جھاتے اسے مخاطب کیا مگر وہ خاموشی سے وہی بیٹھا رہا اور ایک چپ پہ غور و فکر کر رہا تھا۔

"میری آواز نہیں سنائی دے رہی کیا میں کچھ کہہ رہی ہوں آپ سے"

وہ اس کے سوکالڈ ایٹیٹیوڈ پہ تف بھجتی اشتعال کے مارے مٹھیاں بھینچتے
غرائی۔ عشب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"مجھ سے مخاطب ہیں آپ کیا محترمہ۔"

اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے استسفار کیا۔ علایہ کو تو سکتے ہی طاری
ہوگیا اس کی بات پہ۔

"نہیں خود سے باتیں کر رہی ہوں پاگل جو ہوں ہے نا۔"

وہ قرآلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے طنز کرنا نہ بھولی۔ عشب نے اس کی
بات پہ فقط آئبرو اچکانے پہ اکتفا کیا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ویسے۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈالتے سنجیگی سے بولتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میری بات سنیں میں آپ سے گپیں ہانکنے نہیں آئی ہوں۔ مجھے بس اتنی سی "اطلاع دے دیں کہ میرے بھائی کہاں ہیں۔ پلیز۔"

وہ منت کرنے والے انداز میں بولتی اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ گئی۔ عشب کو اس کی حالت دیکھتے مزید سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔

"پہلے میری بات اطمینان سے سنئے گا پھر کوئی ردِ عمل ظاہر کیجیے گا۔"

وہ بالاخر گہرا سانس بھرتے رسانییت سے گویا ہوا تو علایہ کو ناجانے کیوں اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"کیا مطلب ایسی بھی کیا بات ہے۔"

اس نے بچوں کی مانند سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے سرسراتے لہجے میں کہا۔ عشب نے بے ساختہ اپنا ماتھا مسلاتھا اور اسے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ خاموشی سے اس کی بات پہ عمل کرتے وہاں براجمان ہو گئی۔ اس کی بات مانتے وہ

عشب کو کوئی بچی ہی لگی تھی۔ اس نے بغور اس کے آنکھوں میں تیرے خوف کو دیکھا تھا لیکن اگلے ہی لمحے اس سے نگاہیں پھیر لی تھی۔

"وہ دراصل دین یہاں نہیں ہے۔"

اس نے گلہ کھنکھارتے آخرکار بات کی تہمید باندھی۔ اس کی غیر متوقع بات پہ علایہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سپید پڑا تھا۔ وہ ایک ہی رات میں اسے چھوڑتے کہاں جاسکتے تھے۔ وہ سانس روکے یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

اسے اپنی جاب کے کسی ریسرچ ورک کی بدولت شہر سے باہر مظفر آباد جانا پڑا ہے "کچھ دنوں کیلئے یا شاید ہفتے یا مہینے کچھ کہ نہیں سکتے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے دھیمے لہجے میں ساری بات اس کے گوش گزار دی۔ علایہ نے ایک خاموش نگاہ اس پہ ڈالی۔

جھوٹے ہیں سب۔ نفرت کرتے ہیں سب مجھ سے تبھی کوئی مجھے اپنے پاس رکھنے "
"کو رضامند نہیں ہوتا۔

وہ احساسِ کمتری کے زیرِ اثر بڑبڑائی تھی۔ عشب کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا وہ
اس کی بات کا غلط رخ دے رہی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے آپ میری بات سمجھیں۔ وہ سچ میں کسی کام کی بدولت گیا "
"ہے۔

اس نے دین کی بھرپور طرفداری کی تھی لیکن اس کی بات پہ وہ بری طرح پھٹ
پڑی۔

کیوں دے رہے ہیں جھوٹے دلا سے۔ مت دیں میں نہیں آتی ان باتوں میں اس "
دل میں کچھ اثر نہیں کرتا۔ مجھے ان کے سامنے کل اپنے دل کا حال رکھنا ہی نہیں
چاہیے تھا انہوں نے خوب میری بے بسی کا فائدہ اٹھایا ہوگا کہ یہ تو ان کے بغیر رہ
نہیں سکتی مگر میں رہ سکتی ہوں جب اس تلخ زندگی کے اتنے برس گزار آئی ہوں تو

پھر آگے کی زندگی تو میرے خیال سے میرے پاس تھوڑی سی سی بچی ہے کیونکہ
 "اب یہ وجود مزید زخم نہیں برداشت کر سکتا۔ ختم ہو گئی ہوں اندر سے میں۔"

وہ اپنے سر کے بالوں کو مٹھی میں بھینچتے چلائی تھی۔ وہ رونا چاہتی تھی جی بھر کر
 لیکن آنسو تھے کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"اللہ کی دی ہوئی زندگی سے یوں ناشکری سے رخ نہیں پھیرتے۔"

اس نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے اسے سمجھانا چاہا لیکن اس دوران اس کی نگاہیں
 جھکی ہوئی تھی۔

اللہ پھر زندگی جینے کی کوئی وجہ تو دیتا پھر میں مسکرا کر جیتی۔ ایسا لگتا ہے اس
 ناکارہ وجود کے ساتھ اکیلی ہی رہ جاؤں گی اس ظالم دنیا میں میرے جنازے کو
 "کندھا دینے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ زخموں سے چور لہجے میں بولی۔ اس کے انداز میں ٹوٹے کانچ کی کڑیاں تھیں۔

"آپ کے پاس آنسو ہیں۔"

وہ اپنی خالی شفاف ہتھیلی پہ نگاہیں ٹکائے بوجھل لہجے میں بولی۔ عشب نے نا سمجھی سے اس کی سمت دیکھا۔ اس کی بے تکی بات اس کی سمجھ سے باہر تھی لیکن فلحال وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

وہ کس کے پاس نہیں ہوتے۔ اللہ پاک نے ہر ایک کو اپنی اس نعمت سے نوازا۔
"ہے تاکہ ہم جب تھک جائے تو اس کے سامنے رو کر اپنا دل ہلکا کر لیں۔"

اس نے سنجیدگی سے جواب دیتے بغور اس کا چہرہ دیکھا جو زردی مائل ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت کس تکلیف سے گزر رہی تھی شاید اس کا اندازہ عشب کو نہیں تھا۔

نہیں مجھے نہیں نہ نوازا۔ یہ دیکھیں یہ آنکھیں بالکل خاموش ہے۔ کسی بھی قسم کا
کوئی بھی جذبہ آپ کو اس میں نہیں دکھے گا۔ خالی خالی ہیں نہ بالکل میری

طرح۔ میں رونا چاہتی ہوں جی بھر کر رونا چاہتی ہوں چلا چلا کر اپنے دل کا غبار نکالنا

چاہتی ہوں سجدے میں گر کر بھی کوشش کی تھی کہ اس ذات کے سامنے جھک کر روؤں گی تو دل ہلکا ہوگا لیکن ناجانے یہ آنکھیں کس لیے خاموش ہیں۔

بظاہر تو یہ خشک ہے لیکن اندر درد کا ایک سمندر بھرا پڑا ہے جو باہر چھلکنے کو بے تاب تھے۔

خیر یہ بہت گہری باتیں ہیں اور ان گہری باتوں کو سمجھنے کی خاطر ویسی ہی گہری "چوٹیں کھانی پڑتی ہے۔"

وہ اپنے ہاتھ مسلتے اذیت بھری مسکراہٹ سمیت بولی جبکہ عشب ساکت کھڑا اس کے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ کو تک رہا تھا جن میں زندگی کی رمق تک باقی نہیں تھی۔

"میرا ویسے اب یہاں کوئی کام نہیں ہے مجھے یہاں سے چلنا چاہیے۔"

وہ اپنے چہرے پہ جھولتی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آواز جوں ہی عشب کی سماعتوں سے ٹکرائی اس نے الجھن آمیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا

"کیا مطلب آپ کہاں جا رہی ہیں۔"

وہ حقیقتاً اس سرپھری لڑکی کی باتوں سے عاجز آچکا تھا جو کبھی کبھی تو بہت گہری اور عقلمندانہ باتیں کرتی تھی اور کبھی بے تکی باتیں کرتے دماغ گھمانے کا بھی ہنر جانتی تھی۔

میں کہی بھی چلی جاؤں گی اللہ کی زمین بہت بڑی ہے کہی بھی پناہ مل جائے گی"

"لیکن میرا نہیں خیال کہ میرا یہاں رہنا مناسب ہے۔"

وہ مدھم لہجے میں بولتی اس سے پہلے کمرے کی جانب بڑھتی اس کی آواز پہ ٹھٹھک کر کی تھی جو خون آشام نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

آپ کہی نہیں جارہی ہیں۔ یہ آپ کا کنسرن نہیں ہے کہ کون کیا سوچتا ہے یا " مناسب نہیں ہے۔ اپنے بھائی کے دوست ہونے کے ناطے آپ ہم پہ بھروسہ "اگر سکتی ہیں۔ ہم عزتوں کی حفاظت کرنا بخوبی جانتے ہیں۔

اس کا پروقار انداز ایک لمحے کو علایہ کو بھی سن کر گریا معاً وہ ہلکا سا ہنستے سر جھٹک گئی تھی۔

"اور کس رشتے کے تحت آپ مجھے یہاں روک رہے ہیں۔"

وہ تلخی سے بولی۔ عشب نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

ضروری نہیں کسی کی مدد کیلئے کوئی رشتہ لازم ہو۔ مگر اگر آپ پھر بھی جاننا چاہتی " ہیں تو میں اس رشتے کو انسانیت کا رشتہ کہوں گا۔ دوستی کا رشتہ سوری ٹو سے بٹ "میں لڑکیوں کو دوست نہیں بناتا۔

اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی

علایہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ بولتے ہوئے اس کی آنکھیں مسکرائی تھیں جو بائیں جانب دیوار پہ مبذول تھی۔ اسے حقیقتاً ماننا پڑا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی مسکراہٹ بے تحاشہ حسین تھی۔

زیادہ بھاؤ کھانے کی ضرورت نہیں ہے میں بھی کسی ایرے غیرے لڑکے کو "دوست نہیں بناتی۔"

وہ اپنے ازلی بے نیاز انداز میں منہ پھلا کر بولی تو عشب نے بھنویں اچکاتے اس کی جانب دیکھا جیسے اس کی بات پہ رتی برابر بھی یقین نہ ہو۔

"اچھا تو پھر حسن سے کس بات کی دوستی ہے۔"

وہ دونوں بازو پشت پہ باندھتے مشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

ہاں وہ واحد ہے جو میرے لیے بہت خاص ہے کیونکہ اپنی باتوں سے جانے "انجانے میں ہی سہی اس نے مجھے ہنسنا سکھایا ہے۔"

اس کے لہجے میں حسن کے متعلق بات کرتے ہوئے ایک الوہی سی چمک تھی۔ ساری بات میں پہلی بار عشب کھل کر مسکرایا تھا۔

"اہم اہم ویسے کیا یہاں میری تعریفیں چل رہی ہیں۔"

معاً عقب سے آنے والی شریر آواز پہ ان دونوں نے اس فسون خیز ماحول سے باہر نکلتے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا جو اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شرارت سے مسکارہا تھا۔

"پہلے کچھ ایسا کر کے دکھائیں جو تعریف کے قابل ہو محترم۔"

عشب سنجیدگی سے گویا ہوا۔ حسن کے مسکراتے لب فوراً سے پہلے سمٹے تھے۔

پریشان کیوں ہوتے ہیں دیکھیے گا ایک دن ایسا کچھ کروں گا کہ آپ کو خود کو میرا "بھائی کہتے ہوئے بھی فخر محسوس ہوگا۔"

وہ چمکتی آنکھوں سمیت مضبوط لہجے میں بولا تو عشب نے فقط اثبات میں سر ہلانے پہ اکتفا کیا جبکہ علایہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

خیر آپ ابھی اسی وقت مجھے ملیے اور آپ اب آرام کریں میرے خیال سے پاؤں "کا زخم ابھی کافی گہرا ہے۔"

وہ مخصوص الفاظ کا چناؤ کرتے حسن کو میٹنگ روم میں آنے کا کہتے اور علایہ کو ہدایت کرتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی علایہ نے بھی کمرے میں جانے میں ہی عافیت جانی۔ حسن اس کی پشت کو دیکھتے اسی کی تلقید میں زینوں کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا صورت حال ہے۔ کچھ بولا اس لڑکے نے"

عشب نے اسے کرسی کھینچ کر بیٹھتے دیکھ سنجیدگی سے استفسار کیا۔

کچھ خاص نہیں بھائی بس اس متعلق تو بات پکی ہے کہ مظفر آباد سب سے مین "جگہ ہے جہاں سے یہ کام شروع ہو رہا ہے اور کل رات کو ہی اس سب کے پیچھے" جس کا ہاتھ ہے اس کا نام جاننے میں ہی کامیاب ہوا ہوں۔

اس نے دونوں ہاتھوں کو باہم ملائے اس کی جانب دیکھا تو عشب نے چپ ڈیوائس میں فٹ کرتے اسے آن کیا۔ حسن خاموشی سے اس کی کاروائی کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

"کیا نام ہے اس کا۔"

اس نے سرسری سا پوچھا۔

"پاشا۔"

اس کی آواز پہ عشب کا حرکت کرتا ہاتھ ایک لمحے کو رکا تھا آنکھوں میں نا سمجھی تھی جو حسن کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی۔

"کیا ہوا اس نام پہ اتنی حیرت کیوں۔"

حسن نے تجسس کے مارے پوچھا۔

"ناجانے کیوں یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے تفکر بھرے لہجے میں گویا ہوا اور ساتھ ہی ریکارڈنگ آن کی تھی۔

"تمہیں یاد ہے نا آج تم نے مجھ سے ملنے آنا تھا۔"

کسے لڑکے کی آواز اس ڈیوائس سے ابھری۔ کمرے میں ایک لمحے کیلئے سناٹا چھا گیا۔ کمرہ ساؤنڈ پروف ہونے کی بدولت یہاں کی آوازیں باہر جانے سے قاصر تھیں۔

لیکن اس کیلئے ایک شرط تھی کہ مال بغیر کسی تگ و دو کے مظفر آباد پہنچ جائے۔ اب باس سے اس قدر بے عزتی کرانے کے بعد مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں تم سے ملنے آسکوں گا۔

وہ شاید کچھ زیادہ ہی اکتایا ہوا تھا تبھی جھنجھلائے لہجے میں بولا۔

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ ویسے ایک بات تو مجھے بخوبی سمجھ آگئی ہے کہ کسی کے "ساتھ کام کرنا گھائے کا سودا ہے۔ اپنا کام کرو تو پرسکون رہو۔"

عفیفہ کی پھاڑ کھانے والی آواز پہ دوسری جانب سے قہقہہ گونجا تھا۔ وہ دونوں فلوقت ان کی بات سمجھنے سے قاصر تھے۔

ہاں اب تم کہو گی کہ تم میرے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی تو میری ایک بات کان "کھول کر سن لو پاشا گولیوں سے بھون کر رکھ دے گا تمہاری لڑکی ہونے کا بھی لحاظ "نہیں کرے گا۔"

وہ شیطانی مسکراہٹ سمیت بولا تو عفیفہ کے رنگ ایک لمحے کو اڑے تھے۔

"ایسا کیوں بول رہے ہو تم یہ سب کچھ تو ڈیساڈ نہیں ہوا تھا پہلے۔"

اس نے حلق تر کرتے سرسراتے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

کیونکہ پاشا کی دنیا میں آتے تو اپنی مرضی سے ہیں سب لیکن جاتے میری مرضی " ہے۔"

اسی دوران کسی تیسرے شخص کی آواز گونجی تھی ساتھ ہی بلند بانگ قہقہہ۔
"یہ آواز یہ کہی وہ پاشا تو نہیں۔"

عشب نے سرعت سے چپ نکالتے اسے اس ریکارڈر سے کنیکٹ کیا تھا تاکہ اس آواز کو اس میں محفوظ کر سکیں۔

ہو سکتا ہے کہ کانفرنس ملائی گئی ہو اس لڑکے نے جو عقیفہ کے ساتھ اس " گھناؤنے کام میں ملوث ہے۔ خیر اب دین بھائی ہی ہمیں اطلاع دے سکتے ہیں " اس متعلق مزید۔

وہ بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا
"کون۔"

عفیفہ نے حلق تر کرتے لڑکے کو مخاطب کیا۔ پہلے کبھی بھی براہ راست پاشا سے بات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا تبھی وہ بھاری آواز سنتے بوکھلا گئی تھی۔

میں وہی ہوں جس سے تمہیں سب سے پہلے بات کرنی چاہیے تھی میں نے سنا" ہے کہ تم بہت حسین ہو ان لڑکیوں کی طرح جنہیں تم یہاں بھیجتی ہو۔ اور "خوبصورت لوگ پاشا کی نگاہوں سے محروم رہیں ایسا تو ممکن نہیں ہے نا۔

اس کی خباثت سے بھرپور آواز پہ پہلے تو وہ ایک دم گھبرائی معاً اپنی تعریف پہ وہ جی جان سے مسکرائی تھی۔

- ہم مفت میں نہیں جو مال وہاں بھیجا جاتا ہے پاشا صاحب اسی پہ گزارا کیجیے " ملتے۔

وہ ایک ادا سے بال جھٹکتے ہوئے گویا ہوئی۔ عشب نے اپنے لب بھینچے تھے اس کی بکواس تھی۔ مانتا تھا کہ وہ بڑے گھرانے کی بیٹی ہے مگر کیا انسان امیر ہوتے

پیسوں کے نشے میں دھت ہوتے اندھا ہو جاتا ہے کہ اس لڑکی کو اپنی عزت تک کی پرواہ نہیں تھی۔

کبھی ہمیں اپنی خدمت کا موقع تو دیجیے۔ وہ سب کچھ بھی لٹادوں گا جو پاشا نے "کسی خاص کیلیے محفوظ کر رکھا ہے۔"

وہ شیطانیت بھرے لہجے میں بولا۔ عقیفہ کو کیا چاہیے تھا وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ پاشا نے دل ہی دل میں اپنی تخریب کاری کو سراہا تھا۔

"یہ لڑکی کس مٹی سے بنی ہے۔"

حسن ان کی اس قدر والہانہ باتوں پہ ضبط ٹوٹتے ہی دھیمی آواز میں دھاڑا تھا۔

بس یہ سمجھ لو کہ یہ وہی لڑکیاں ہے جن کی بدولت بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا "ہے۔ ہر لڑکی کو ایک ہی پلرے میں تولا جاتا ہے۔ سماج کی نگاہ میں ہر لڑکی ایک بکاؤ مال سمجھ لی جاتی ہے۔ لوگ بھیڑیے کی مانند کسی کی لڑکی کے شکار کو تیار

ہوتے ہیں ہمہ وقت۔ اس عفیفہ کا بھی ضمیر مرچکا ہے۔ اتنی سی عمر میں ہر حد پار کر جانے والی لڑکی کچھ بھی کر سکتی ہے ہمیں جلد از جلد اس کے خلاف ایکشن لینا ہوگا ورنہ معاملہ خراب ہونے کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ مجھے جلد از جلد دین سے "رابطہ کرنا ہوگا۔"

پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے بھائی لیکن آپ نے سر عاکف سے اُس متعلق بات کی۔"

حسن کا اشارہ جس جانب تھا وہ عشب بخوبی سمجھ گیا تھا۔

نہیں فلحال سر کسی مشن کی بدولت آؤٹ آف سٹی ہے۔ بات کرنے کا موقع"

نہیں ملا مگر بہت جلد کرلوں گا کیونکہ یہ بات کوئی چھوٹی نہیں ہے جو ان تک نہ

"پہنچائی جائے۔"

وہ تھکے تھکے اعصابوں سمیت بولا تو حسن نے اس کا کندھا تھپتھپاتے اسے تسلی دی تھی۔

میرے خیال سے اس لڑکے کو آفیسرز کی نگرانی میں دے کر ہمیں مکمل طور پہ "اپنے کیس پہ توجہ دینی چاہیے اس طرح اس لڑکے کی بھی اچھی نشوونما ہو جائے گی۔ وہ اچھے برے میں فرق سیکھ جائے گا۔ اس کی عمر اتنی زیادہ نہیں ہے کہ ہم اس پہ مزید کس قسم کا ٹارچر کریں شاید اب وہ تاب بھی نہ لپائیں۔ اصل مجرم تو ابھی بھی خاموشی سے کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ ہمارا اصل مقصد ان کا پردہ فاش کرنا ہے۔ ان کم عمر بچوں کو تو وہی لوگ ان کالے دھندوں میں ملوث کرتے ہیں" نا۔

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولا۔ لہجے میں نفرت صاف چھلک رہی تھی۔

"میں اب نکلتا ہوں عشب بھائی۔"

معاً حسن اپنی کلائی میں بندھی گھڑی میں مخصوص الارم بجتا دیکھ افراتفری سے بولا تو عشب نے اس کی بات سمجھتے سر ہلایا۔ وہ دونوں آگے پیچھے ہی ایک دوسرے کی تقلید میں باہر کی جانب بڑھے تھے۔ ان دونوں نے ایک نظر علیہ کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

"ویسے بھائی وہ محترمہ آپ کے کمرے کو شاید اپنا کمرہ سمجھ بیٹھی ہیں۔"

وہ شرارت بھرے انداز میں بولتے قہقہہ لگا اٹھا۔ عشب نے مسکراہٹ ضبط کرتے بیچاگی سے اس کی جانب دیکھا اور سر جھٹکتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ باہر نکلتے ہی ان کے چہروں پہ ہنسی کا شائبہ تک نہیں تھا۔

دین نے مظفر آباد کی سرزمین پہ قدم رکھتے ہی ایک پرسکون سانس فضا کے سپرد کی تھی۔ جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ کر آیا تھا اس کے لیے دل ابھی بھی جکڑا جا رہا تھا لیکن پھر بھی اس کیلئے سب سے اوپری درجے پہ اس کا ملک ہی تھا۔ یہاں پہ عشب

کی واقفیت ہونے کی بدولت اس کے ایک دوست کا فلیٹ تو اسے مل گیا تھا لیکن وہ ذرا سنسنان علاقے میں ہونے کی بدولت اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔

ابھی ابھی اسے یہاں پہنچے تین گھنٹے بیت چکے تھے اور وہ یہاں کے قریبی سکول کا ڈاٹا چھاننے میں محو تھا کیونکہ ریسارسز کے مطابق یہاں کے بچوں کو اپنی زندگی کا نشانہ بناتے یہ لوگ آگے بچ کر اچھا خاصہ معاوضہ کما رہے تھے۔ یہ مافیہ ہر جانب بری طرح اپنے کالے دھندوں سمیت پھیلا ہوا تھا۔ ابھی ابھی وہ کمرے کی کھڑکی کے عین پاس صوفے پہ بیٹھا لیپ ٹاپ گود میں رکھے سنجیدگی سے لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلا رہا تھا۔ وقتاً فوقتاً چائے کا کپ لبوں سے لگاتے وہ گھونٹ بھرتا اور پھر سے اپنے کام میں محو ہو جاتا۔ معاً موبائل کی چنگھاڑتی آواز پہ اس نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹاتے موبائل اٹھاتے کان سے لگایا۔

"کیسے ہو دین بخیر و عافیت سے پہنچ گئے۔"

عشب کی محبت بھری آواز پہ اس کے لبوں کی تراش پہ خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

"ہاں الحمد للہ تم بتاؤ وہاں سب ٹھیک رہا علیہ۔"

اس نے بے چینی سے استفسار کیا۔

اب آگے کی جانب بڑھے ہو تو پیچھے کیلئے پریشان ہونا چھوڑ دو۔ سب کچھ بہتر "ہوگا۔ اگر اسی طرح اس متعلق سوچتے رہے تو تمہارے لیے ہی مشکلات ہونگی۔

اس کے کرخت لہجے میں دین کو فوراً سے بیشتر اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تو وہ خاموشی اختیار کر گیا تھا۔

"خیر کیا سوچا ہے آگے کے متعلق کہاں سے شروع لو گے۔"

عشب نے رسائیت سے سوال کیا۔

ہاں میں نے سکول سے شروع کرنے کا سوچا ہے۔ وہ جگہیں بچوں کیلئے ہی ہے " تو میرا خیال ہے اس جگہ کو زیادہ ٹارگٹ کیا جاتا ہوگا۔ ابھی بھی یہاں کے نچلے طبقے کے سکول کے متعلق کی چھان بین کر رہا تھا۔ جیسے ہی اس پہ کام شروع کرتا ہوں "تو تمہیں اطلاع دوں گا۔

اس نے کہتے ہی دو تین مزید کام کی باتیں کرتے سنجیدگی سے فون بند کرتے ٹیبل پہ رکھا۔ اب کی بار اس کی انگلیاں مزید تیزی سے لیپ ٹاپ پہ چلنے میں مصروف تھیں۔

"بات سنیں۔"

جزا جو ابھی کلاس لینے کی خاطر چھٹی کلاس میں آئی تھی۔ وہاں ہوتی بے چینی سے ایکدم اٹھتی کلاس سے باہر نکل آئی تاکہ ٹھنڈی ہوا میں سانس لیتے اندر جلتی آگ کو بجھا سکیں۔ معاً اس کی نگاہ دور کھڑے کسی سے فون میں مصروف چوکیدار پہ پڑی۔ اس کی آنکھیں مخصوص انداز میں چمک اٹھی تھی۔ وہ ٹھیک سے ڈوپٹہ سر پہ جماتے تیزی سے اس کی جانب قدم بڑھانے لگی۔ اس کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے دھیمے سے اسے مخاطب کیا اور پریشانی سے انگلیاں مسلنے لگی۔

"جی مس آپ نے بلایا۔"

اس نے فون کان سے ہٹاتے رخ پھیرتے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے سے بے چینی صاف چھلک رہی تھی۔ اسے حیرت ہوئی تھی۔

"وہ میں نے پوچھنا تھا کہ آج آپ چائے نہیں دیں گے کیا۔"

اس نے یہ بولتے ساتھ ہی اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری۔ چوکیدار نے ٹھٹھک کر اس کی سمت دیکھا۔

جی میڈیم وہ جو چائے بناتا ہے نا وہ دراصل آج چھٹی پہ ہے اسی لیے نہیں مل "

"سکے گی ویسے کیا آپ کا گزارا نہیں ہو رہا اس کے بغیر۔

وہ بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیتے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

جی وہ دراصل اس کو پینے کی عادت ہو گئی ہے نا تو آج ملی نہیں تو عجیب سی "

گھبراہٹ ہو رہی ہے مجھے۔ اسی لیے پوچھ لیا۔ حالانکہ چائے مجھے اتنی پسند بھی نہیں

"تھی۔

وہ جھنجھلاہٹ سمیت بولی۔ آنکھیں الگ سرخ پڑ رہی تھی۔ وہ مسلسل اپنی انگلیوں کو

مسلم رہی تھی جیسے کوئی تکلیف ہو اسے۔

"چائے کی کیا بات ہے جی وہ میں ابھی بنادیتا ہوں آپکو۔ پریشان مت ہو آپ۔"

وہ مسکرا کر بولتے سٹاف روم کی جانب بڑھ گیا۔ جزاء نے سکون بھرا سانس خارج

کیا۔

"ارے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔"

جزاء نے ریلنگ سے جھانکتی اقراء کو اچانک سے مخاطب کیا تو اس کی چیخ بے ساختہ
تھی۔ جزاء نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا جو اب لٹھے کی مانند سفید چہرے
سمیت گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔

"میں وہ وہ کچھ نہیں۔ بس نیچے دیکھ رہی تھی۔"

بوکھلاہٹ میں جو اس کے منہ میں آیا وہ بول گئی۔ جزاء نے مشکوک نگاہوں سے
اس کی جانب دیکھا۔

تیری حرکات بہت مشکوک ہے ویسے گھبرا تو ایسے رہی ہے جیسے کوئی چوری پکڑی"
"۔ گئی ہو

وہ شک بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے بظاہر مسکراتے ہوئے بولی تو وہ بھی جواباً
قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی مگر اس کے قہقہے میں بھی وہ بات نہیں تھی۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے پاگل بس تو نے اچانک پیچھے سے پکارا نہ تبھی ڈر " گئی تھی۔

وہ اس کی بات کو ٹالتی ہوئی بولی۔ جزاء نے بغیر بات کو مزید طول دیے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں چوکیدار ٹرے میں چائے کا کپ لیے اندر داخل ہوا تو جزاء کے چہرے پہ خوشی کی رمق دوڑ گئی۔

میڈیم جی کبھی بھی چائے پینے کا دل ہونا تو بس مجھے پکار لینا یا ایسا کریں کہ " کبھی میں آپ کی پہنچ سے دور ہوں تو اس نمبر پہ فون کر لینا۔ میں فوراً چائے کے ساتھ حاضر ہو جاؤں گا۔

وہ مسکرا کر بولتے ایک چٹ اسے تھما گیا۔ جزاء نے بمشکل مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور بے نیازی سے وہ چٹ تھامتے اپنے بیگ میں ڈال لی۔

"ویسے صحیح کہتے ہیں چائے ایک نشہ ہے اور اس کا اندازہ مجھے آج بخوبی ہو رہا ہے۔"

اقراء معنی خیز انداز میں ہنس کر بولتی وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گئی۔ جزاء نے
النجھن آمیز نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھا۔

اس کے برعکس باہر کھڑے وجود کے لبوں پہ شاطرانہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔

ناجانے کیا خاص بات ہے اس چائے میں کہ پچھلے مہینے سے اس کی اس قدر
"بری لت لگ گئی ہے۔ امی کے ہاتھ کی چائے میں بھی ایسی بات نہیں۔

وہ ہنس کر بولتی سکون سے وہ خالی کپ ٹیبل پہ رکھ کر وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ملک ہاؤس میں معمول کے برعکس سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہر جانب خاموشی کا راج
ہے۔ خان بابا خاموشی سے اپنا کام کرنے میں محو تھے۔ ڈسٹ کلوتھ تھامے وہ
کرسیوں کی ڈسٹنگ کر رہے تھے۔ مزید گھر میں کسی کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ
پورے خالی گھر میں ایک طائرانہ نگاہ دوڑاتے اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ

جاتے۔ انہیں باقاعدہ وحشت ہونے لگی تھی اس خاموشی سے۔ معاً ان کی نگاہ زینے اترتی صفورہ بیگم پہ پڑی۔ وہ اپنا کام چھوڑتے سرعت سے ان کی جانب بڑھے تھے جو اب لاؤنج میں موجود صوفے پہ جگہ سنبھال رہی تھی۔

"وہ دادی حضور آپ سے ایک بات پوچھوں۔"

انہوں نے ہچکچاتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔ صفورہ بیگم نے ایک اچھلتی نگاہ ان پہ ڈالی جو سر جھکائے کھڑے تھے۔ انہوں نے سر ہلاتے اجازت دی۔

وہ جی علیہ بی بی کے متعلق آپ نے کوئی معلومات نہیں دی سب ٹھیک ہے "نا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ کہاں ہے جب سے میں لوٹا ہوں وہ دکھی ہی نہیں۔

انہوں نے ان کی کڑی نگاہیں خود پہ محسوس کرتے گڑبڑاتے ہوئے بات مکمل کی۔ صفورہ بیگم نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

آپ کو اس لڑکی کیلئے ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے آپ کو پریشانی "
"کیوں ہو رہی ہے اس کے جانے سے۔

وہ جانچتی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتے ہوزیے بولی۔ ان کی اس قدر عجیب بات
پہ خان بابا کو برا تو بہت لگا لیکن وہ خاموشی اختیار کر گئے۔

نہیں وہ بس میری بیٹیوں کی مانند ہے۔ مزید بیٹیاں تو گھر کی رونق ہوتی ہیں تبھی "
"ان کے جانے سے گھر سونا سونا لگ رہا ہے۔

وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

وہ دراصل وہ اپنی جامعہ کے ساتھ کسی ٹرپ پہ گئی ہے اسی لیے اب تک نہیں "
"لوٹی۔

انہوں نے بمشکل مسکراتے بات کو سنبھالا تو خان بابا نے اچھنبے سے ان کی جانب دیکھا کیونکہ انہوں نے کبھی اسے ایسا کوئی بھی ایونٹ یا ٹرپ جوائن کرنے کی اجازت نہیں دی تھی تو اب۔

"مگر دادی حضور اتنا لمبا ٹرپ آپ نے اجازت کیسے دے دی علایہ بی بی کو۔"

ان کی سرسراہٹ ہوئی آواز نکلی۔ وہ خود کو یہ کہنے سے روک نہیں پائے تھے۔

"وہ بہت ضد کر رہی تھی تو میں نے سوچا کیوں نا بھیج دوں بچی تو ہے۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنا نمبر چھاپنا چاہا تو خان بابا کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ رہینگ گئی۔ انہوں نے تشکر سے آسمان کی جانب دیکھا مطلب ان کی دعائیں رنگ لے آئی تھی۔ اس ذات نے صفورہ بیگم کا دل علایہ کیلیے نرم کر دیا تھا۔ اس کے برعکس صفورہ بیگم دل ہی دل میں ان کے بے وقوف بننے پہ رعونت سے ہنس دی تھی۔

معاً قدموں کی چاپ نے ان دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے رضا اپنے مخصوص انداز میں چلتا انہی کی جانب آ رہا تھا۔ ان دونوں کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں وہ بغیر کسی اجازت کے اندر کیسے گھس آیا تھا۔

"تم کس سے پوچھ کر اندر کی جانب چلے آرہے ہو۔"

صفورہ بیگم کی چنگھارتی آواز لاؤنج میں گونجی۔ خان بابا اس قدر جلد ردِ عمل پہ بوکھلا گئے البتہ وہ سکون سے مسکرا دیا تھا۔

"میں خود کی اجازت سے اندر آ رہا ہوں۔"

اس کی بھاری آواز لاؤنج میں گونجی تو ان دونوں نے بیک وقت نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا جس کے آج طور اطوار ہی بدلے ہوئے تھے ساتھ ساتھ آواز بھی بدلی تھی۔

"تم کون ہو۔"

ان کی سرسراقتی ہوئی آواز نکلی تو رضا نے طنزیہ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔
 میں ویسے کاش میں کہ سکتا آپکی موت لیکن شاید مجھے انسانیت کا خیال ہے آپ"
 کے مجھ سے عمر میں بڑے ہونے کا اور رتبے کا خیال ہے تبھی میں یہ نہیں
 کہوں گا میں مختصر کہوں تو آپ کا کرایے دار ہوں جسے آپ نے اپنی انیکسی پہ جگہ
 "دی تھی اپنی پوتی سے لڑ جھگڑ کر۔

وہ ایک شان سے بولا۔ صفورہ بیگم کو تو پتنگے ہی لگ گئے۔ وہ اس سے اس طرح
 کس لیے مخاطب ہو رہا تھا۔

"بکواس مت کرو اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے ہم مذاق کے موڈ میں نہیں ہے۔"
 وہ دھیمی آواز میں دھاڑی تھی۔ ان کی آواز پہ رضا نے جھوٹ موٹ کی ڈرنے کی
 ناکام اداکاری کی معاً خود ہی اپنی حرکت پہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

میں بھی یہاں مذاق کرنے نہیں آیا بہت مزے کی بات کرنے آیا ہوں بلکل "سنجیدہ۔ اب یہاں جو بھی بات ہوگی وہ سنجیدہ ہوگی اور ڈنکے کی چوٹ پہ ہوگی۔ آپ جیسی عورت جو سب کی آنکھوں پہ پٹی باندھ کر عیاشیاں کرتی پھر رہی ہے میں اسی "کا تو پردہ فاش کرنے آیا ہوں صفورہ بیگم۔

وہ بھی مزاحیہ انداز میں بولتے آخر میں دے دے لہجے میں غرایا تھا۔ خان بابا کو کافی ناگوار گزرا تھا اس کا یہ انداز۔

"اے لڑکے تمہیں تمیز نہیں ہے بڑوں سے کیسے بات کی جاتی ہے۔" وہ تند نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولے تو رضانے بے ساختہ ان کا گال تھپتھپایا تھا۔

چچ آپ خاموش رہیں خان بابا بہت بھولے ہیں آپ۔ آپ کو تو کوئی فیڈر پکڑا کر "ایک جانب بٹھادے تو آپ وہ بھی کر لیں گے۔

وہ طنز کرنے سے باز نہ آیا۔ خان بابا اس کی بات پہ تلملا کر رہ گئے۔ وہ سراسر ان کی بے عزتی کر رہا تھا۔

"چلیں صفورہ بیگم اب ہم آپ کا امتحان شروع کرتے ہیں۔"

وہ پوری شان سے صوفے پہ براجمان ہوتا ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے بیٹھ گیا۔ صفورہ بیگم کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی اس کے اس قدر فری انداز میں مگر اس کی بات نے ٹھٹھکا بھی دیا تھا۔

"کیسا امتحان۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہوئی۔

آپ کی کوتاہیوں کا امتحان آپ کی بے حسی کا امتحان۔ ان کارناموں کا امتحان جو۔"

"کچھ آپ سرانجام دے چکی ہیں بی بی۔"

وہ بھی جواباً تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ان سے اونچی آواز میں چلایا تھا۔

"کہاں ہے علایہ۔"

اس کی جتنی آواز پہ صفورہ بیگم کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑا تھا۔ وہ ہونقوں کی مانند اس کی جانب دیکھ رہی تھی جو حق سے اس سے یہ سوال کر رہا تھا۔

مجھے کیا پتا کہ اب تک وہ کیوں نہیں لوٹی میں نے تو اسے اجازت دے دی تھی۔"

"بس۔ آگے کیا پتا اپنے کسی یار کے ساتھ بھاگ گئی ہو

"اپنی اس قدر واہیات بکو اس بند کریں۔"

دروازے سے آنے والی دھاڑتی آواز پہ ماحول پہ چھایا سکوت ٹوٹا تھا۔ خان بابا صدمے کی سی کیفیت میں صفورہ بیگم کی جانب دیکھ رہے تھے جو ابھی بھی ویسی ہی تھی۔ وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے تھے ان کی جانب سے۔ جبکہ صفورہ بیگم کی نگاہیں دروازے پہ ایستادہ وجود پہ جمی تھی جس کے ساتھ علایہ کھڑی خوشنوار نگاہوں سے ان ہی کی جانب دیکھ رہی تھی جو اس کے کردار پہ کیچڑ اچھالنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عشب کے ساتھ قدم ملائی دروازے سے اندر داخل ہوئی تو

رضا نے بے ساختہ اپنا چہرہ چھپانا چاہا تھا لیکن علایہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تو وہ کھسیا سا گیا۔

"تمہاری تو میں تم مجھ سے آج بچ جاؤ بس۔"

وہ اس کے کان کے قریب جھکتے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو اس نے بیچاگی سے عشب کی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں لیکن وہ بھی تفکر سے اپنا سر مسل رہا تھا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ حسن وہاں موجود ہوگا رضا کے حلیے میں۔ وہ تو علایہ کے کہنے پہ اس کے ساتھ آیا تھا لیکن یہاں تو گویا کایہ ہی پلٹ گئی تھی۔

"جی اب بولیں کیا بول رہی تھیں آپ۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے سپاٹ چہرے سمیت ان سے بولی۔ صفورہ بیگم نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا جو دو دو لڑکوں کے وسط میں کس قدر سکون سے کھڑی تھی۔

"علایہ بٹیا کیسی ہو آپ کہاں تھی اتنے دنوں سے"

خان بابا اتنے دنوں بعد اسے اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ محبت بھرے انداز میں بولے تو علایہ نے مسکرا کر تسلی دینے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

یہ تو آپ ان سے پوچھتے کہ انہوں نے آپ کی غیر موجودگی میں میرے ساتھ کیا" "برتاؤ کیا۔

وہ تلخی سے بولی تھی۔

بی بی میری کیا حیثیت جو میں ان کے ساتھ کسی قسم کی تلخ کلامی کرتا بس ایک" دو بار آپ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ٹرپ پہ جانے والا بہانہ بنادیا۔ مجھے لگا شاید کہ ان کا دل آپ کی جانب سے نرم پڑ گیا ہے مگر یہاں کے تو آثار ہی کچھ اور ہے۔"

وہ دکھ اور شرمندگی کی ملی جلی کیفیت سمیت بولے تو علایہ نے اذیت سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

زیادہ کچھ تو نہیں بس اتنا کہوں گی کہ اب زندگی کے اس موڑ پہ کچھ کہنے کو نہیں " بچا۔ آپ نے میرے راستوں کو کانٹا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سب کچھ تو چھین لیا تھا اتنے سالوں پہلے آپ نے لیکن آپ نے مجھ سے مجھ کو بھی چھین لیا ہے۔ ماما بابا بھائی اور اب میں بھی سب آپ کی ان دھوکے بازیوں کے آگے ختم ہو گئے ہیں۔ دادی ایسی تو نہیں ہوتی۔ وہ تو بہت محبت کرنے والی ہوتی ہے مگر آپ۔ خیر میں جانتی تھی کہ آپ سب کو میرے خلاف یوں ہی بھڑکائے گی تبھی "خود کی صفائی دینے کی خاطر یہاں آئی تھی۔ اچھا خان بابا اب میں چلتی ہوں۔

وہ دھیمے پردرد لہجے میں بولتی خان بابا کی سمت متوجہ ہوئی جو سکتے کی کیفیت میں نڈھال سے کھڑے تھے۔ اس بچی کا بچپن ان کے سامنے گزرا تھا وہ اس کو دی گئی ہر ایک اذیت کے گواہ تھے لیکن بس وہ خاموش تھے تو اسی بدولت کہ وہ اس گھر

میں نوکر کی حیثیت سے رہتے تھے اور ان کی اتنی اوقات نہیں تھی کہ اس کے حق کیلئے کچھ بول سکتے۔ تبھی خاموشی سے اپنی نم ہوتی نگاہوں کو چھپانے کی خاطر چہرہ جھکا گئے۔

وہ بھی ایک خاموش مگر تلخ نگاہ صفورہ بیگم پہ ڈالتے مڑی معاً رضا صاحب کی جانب جو نگاہ اٹھی اس میں کیا کچھ نہیں تھا۔ حسن کو تو باقاعدہ جھرجھری سی آئی تھی۔ وہ جوں ہی باہر نکلی عشب جو خاموشی سے کھڑا اس تمام کاروائی کا ملاحظہ کر رہا تھا وہ بھی اس کی تلقید میں چل دیا۔ البتہ حسن صفورہ بیگم کی شرربار نگاہوں سے خوفزدہ ہوتے بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلا تھا جن کا دباؤ ان کی لائٹھی پہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ان سے کوئی بعید نہیں تھا کہ اس کی خاطر تواضع ہی کر دیتی۔

وہ ملک ہاؤس سے باہر نکلتے ہی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس بھرنے لگا اسی دوران اپنی کمر پہ پڑنے والی زوردار کک سے وہ لرکھڑاتے بمشکل گرتے

گرتے بچا۔ عشب جو دین سے فون پہ محو گفتگو تھا منہ کھولے اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔

تم گھٹیا بیہودہ انسان تمہیں تو میں نہیں چھوڑوں گی۔ آج تو مجھے بتا ہی دو تم کہ تم "ا" کون ہو ورنہ میں وہ کروں گی جو تم نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔

وہ اس کے چہرے سے داڑھی کھینچتی غمض کے عالم میں چلائی۔ حسن اچانک داڑھی کھچ جانے پہ تکلیف کی شدت سے کراہ کر رہ گیا۔

"میں حسن ہوں۔ تم بھول گئی کیا۔"

وہ اپنی ٹھوڑی سہلاتے اپنے لہجے میں بیچاگی سموئے بولا تو علایہ کو اس کی فضول گوئی پہ مزید تب چڑھی تھی۔

تم حسن ہو یا کسی کے کھسم مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے بس اتنا بتاؤ کہ تم اس " اس قدر اچھے بھلے ہونے کے باوجود اس گھر میں کیا کر رہے تھے وہ بھی اپنا حلیہ "بدل کر۔ اور دیکھو جھوٹ نہیں۔

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتی آخر میں تنبیہی لہجے میں بولی۔ حسن نے عشب کو دیکھتے اپنا حلق ترک کیا جو قرآلود نگاہوں سے اسے ہی تک رہا تھا اور وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ وہ کیوں اسے ایسے گھور رہا تھا۔

"وہ سچ بولوں گا تو تمہیں ہضم نہیں ہوگا۔"

وہ بھی وارن کرنے والے انداز میں بولا۔ اس دوران وہ اپنا حلیہ اچھا خاصہ بدل چکا تھا۔ اسے اپنے ازلی انداز میں واپس آتا دیکھ علایہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ علایہ نے طیش کے عالم میں ارد گرد نگاہ دوڑاتے ایک لکڑی کا ڈنڈا ہاتھ میں تھاما اور اشارے سے سے بہت کچھ باور کرایا تھا۔ عشب نے چہرہ جھکائے مشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"ارے بتاتا ہوں ناتیز گام کیوں بھری جوانی میں بیوہ کرنا چاہتی ہو مجھے۔"

- وہ منت کرنے والے انداز میں بولا

"بیوہ نہیں رنڈوا۔"

اس نے بے ساختہ اس کی تصحیح کی تو وہ خجل سا ہو گیا۔

"ہاں تو وہ میں کہ رہا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔"

وہ اپنا سر کجھاتے دل ہی دل میں روہانے لہجے میں بولا۔

ایک منٹ محترمہ پہلے مجھے آپ یہ بات بتائیں کہ آپ یہاں کیا کرنے آئی تھی۔
کیونکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے تو یہ بات ٹھانی تھی ناکہ کبھی بھی اس
\$ گھر میں قدم نہیں رکھیں گی تو پھر یہاں آنے کا مطلب۔

عشب جو شروع سے لے کر آخر تک سوچتے اس کی ساری پلیننگ سمجھ چکا تھا ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا اور سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی تو علیہ نے مشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

وہ گنگناتے ہوئے کچن سے چائے کا کپ لیتے لاؤنج کی جانب بڑھ رہی تھی معاً کچھ سوچتے اس نے اپنے قدم بے ساختہ حسن کے کمرے کی جانب بڑھائے تاکہ یونی جانے کے متعلق بات چیت کر سکیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کمرے کے اندر داخل ہوتی اس کی نگاہ تھوڑے سے کھلے دروازے سے نظر آتے منظر کو دیکھتے ساکت رہ گئی۔ وہ صدمے کی کیفیت میں اپنا ہاتھ منہ پہ جما گئی۔

"یہ حسن کا حلیہ اس رضا جیسا کیوں ہے۔"

وہ پریشانی سے بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔ اس نے ایک بار پھر اپنی تمام حسیں اندر چل رہے منظر کی جانب متوجہ کرائی جو اب نقلی دانت لگاتے اس میں کچھ لگا رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ انہیں دانتوں کو دیکھ کر اسے اس سے کراہیت محسوس ہوئی

تھی۔ داڑھی لگالینے کے بعد اس نے آئینے پہ خود پہ تنقیدی نگاہ دوڑائی اور کچھ یاد آنے پہ وارڈروب میں سے رومال نکالتے اپنے شانے پہ ڈالا تھا۔ علایہ کا دل تو بہت کیا کہ اندر جا کر اس کا سر پھاڑ دے لیکن اس کی اس حرکت کا مطلب کیا تھا وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

میں نکل رہا ہوں۔ آج تو ایسا کوئی سراغ لے کر ہی نکلوں گا ہم اپنے مشن کے "بہت قریب ہیں سر۔"

اس نے کان میں لگے ایئر پیس سے کسی کو اطلاع دی اور کھڑکی کا پٹ کھولتے باہر کی جانب کود گیا جبکہ علایہ حق دق وہی کھڑی رہ گئی۔ وہ کن لوگوں کے گھر گھس آئی تھی اسے ایک لمحے کیلیے پریشانی ہوئی تھی مگر دین کے دوست ہونے کے ناطے وہ خاموشی اختیار کر گئی کہ دین تو کوئی غلط کام نہیں کر سکتا۔

لیکن اگر بھائی بھی اس غلط کام میں ملوث ہوئے تو بھلا وہ اس گھر میں چوری "ا کرنے کی تاک لگائے بیٹھا ہو۔"

وہ دانتوں میں انگلیاں دیتے یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی معاً دماغ میں جھماکہ ہوتے ہی اس نے اپنے قدم عشب کے کمرے کی جانب بڑھائے۔ اس کے دروازے کی نزدیک پہنچتے ہی اس نے ایک دو بار دستک دی لیکن اندر سے جواب ندارد۔ وہ جانتی تھی کہ حسن یہ حلیہ بنا کر کہاں کیا ہوگا تبھی وہ جلد از جلد اس کے تعاقب میں جانا چاہتی تھی۔

اس نے جوں ہی کمرے کا دروازہ کھولا وہ چرڑ کی آواز سے کھلتا چلا گیا لیکن اندر کسی کو موجود ناپا کر وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ اندر خالی کمرہ اسے منہ چڑا رہا تھا۔ کمرے کی صفائی کو وہ داد دیتی نگاہوں سے دیکھتی دروازہ بند کرتے باہر آگئی۔ وہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں لاؤنج میں پہنچی تو صوفے پہ بیٹھے عشب کو دیکھ کر اس کی آنکھیں تحیر کے مارے باہر کو ہی ابل پڑی۔

"سنیں۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا جو لیپ ٹاپ پہ کوئی کام کرنے میں محو تھا۔ عشب نے ذرا سی نگاہیں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا اور بھنویں اچکائی۔ علایہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"وہ آپ ابھی تو یہاں نہیں تھے۔"

اس نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے استفسار کیا۔

"ہاں میں ابھی بھی فریش ہو کر اپنے کمرے سے آیا ہوں۔ کوئی کام تھا کیا۔"

اس نے سرسری سا جواب دیا۔ علایہ کا شک ان پہ مزید گہرا ہو گیا۔ وہ کیسے بھلا کمرے سے آیا اس کے کمرے سے تو وہ آرہی تھی لیکن بغیر کسی تصدیق کے کچھ کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔

جی مجھے کام تھا ایک۔ حسن بھی گھر نہیں ہے ورنہ اسے کہ دیتی اگر آپ زیادہ"
مصروف نہیں ہیں تو میرے ساتھ چل سکتے ہیں مجھے اپنے کمرے سے کچھ ضروری
سامان لینا ہے۔

اس نے انگلیاں چٹختاتے اپنی بات مکمل کی اور ضروری سامان پہ خاص طور پہ زور
دیا تھا۔ اس کی بات پہ عشب نے سرخ چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا جو
معصومیت سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ عشب نے دل ہی دل میں لائحہ
پڑھی تھی۔

"کیسا ضروری سامان۔"

اس نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

اب میں آپ کو بتاتی ہوئی اچھی لگوں گی کیا۔ "لڑکیوں سے ایسے سوال نہیں پوچھے
جاتے خانزادہ صاحب۔"

وہ شانِ بے نیازی سے بولی۔ اس کے خود کو خاندانہ کسے جانے پہ عشب نے تعجب سے اس کی سمت دیکھا جواب مسکراہٹ دبائے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں اپنے موبائل پہ محسوس کرتے اس نے جوں ہی موبائل کی جانب دیکھا تو سکرین پہ خاندانہ لکھا ہوا آ رہا تھا۔ وہ کٹیلی نگاہوں سے اسے دیکھتے ایک جھٹکے میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

چلیں آپ نے سکون سے بیٹھنے دینا تو ہے نہیں جس وقت تک خود کا کام مکمل " نہ ہو جائے۔

وہ طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تو علایہ اس کی بات کا بغیر کوئی اثر لیے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اس دوران عشب مکمل طور پہ فراموش کرچکا تھا کہ حسن ملک ہاؤس ہی گیا ہے۔

ساری بات بتاتے اب وہ خاموشی سے آنکھیں پٹیٹاتے ان دونوں کی جانب دیکھ رہی تھی۔

ایک لمحے کیلئے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اس قدر جاسوس تم کیسے ہو سکتی " "ہو لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ جس کا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اپنی گردن پہ کسی کا دباؤ محسوس کرتے اس کی جانب دیکھا تو عشب قرآلود نگاہوں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

حسن سر جھٹکتا منہ بسورتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"ویسے ایک بات تو کہنی پڑے گی کہ بہت چیلنجنگ لڑکی ہیں آپ۔"

عشب جو اس کی حرکت پہ ابھی تک تحیر زدہ تھا۔ پر شوق نگاہوں سے اس کا گلابی پڑنا چہرہ دیکھتے سنجیدگی سے بولا۔ علایہ کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگتی تھی۔

خانزادہ صاحب خیال کیجیے گا یہ چیلنج آپکو مہنگا بھی پڑ سکتا ہے۔ پھر یہ مت کہیے گا " "کہ واردات ہو گئی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔

وہ شریر لہجے میں بولتے کھلکھلا کر ہنستی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ عشب نے مدھم سا مسکراتے آسمان کی جانب دیکھا تھا۔

"ہائے اللہ مجھے تم نے ایک بار پھر باتوں میں پھنسا کر بات بدل ڈالی۔"

وہ حسن کو دیکھتی صدمے کی کیفیت میں بولی۔

علایہ اب مجھے آپکی آواز نہ آئے جب صحیح وقت آئے گا تو آپ کو ہر چیز کے"

"بارے میں علم ہو جائے گا اوکے۔"

عشب کی سخت آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ منہ بناتے ناراضگی سے وندسکرین سے باہر دیکھنے لگی۔ حسن نے بیچاگی سے عشب کی جانب دیکھا جو ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالتے اپنی توجہ ڈرائیونگ کی جانب مبذول کرا گیا تھا۔

وہ بارہا بار حسن کو آگاہ کر چکا تھا کہ اب علایہ بھی ان کے ساتھ اس گھر میں موجود ہے تو ایسی کوئی کوتاہی نہ کرے کہ گھر میں ہی اپنا حلیہ تبدیل کرے لیکن حسن

نے اس کی ایک نہیں سنی تھی اس کے خیال میں علایہ اس وقت کمرے میں بند ہوتی تھی لیکن آج کام بگڑتے بگڑتے بچا تھا۔

وہ بھی آج فارغ اوقات میں بیٹھتے کرنل عاکف سے علایہ کی متعلق بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس کی بے جا ضد کی بدولت اسے علایہ کے ساتھ خان ہاؤس آنا پڑا تھا۔

"کیا صورتحال ہے وہاں کی۔"

دین نے ایئر پیس کان میں لگاتے عشب کو مخاطب کیا تو کافی پھینٹتا حسن بھی ان کی جانب ہی متوجہ ہوا تھا۔

عفیہ اس پاشا سے ملنے کی بدولت جانے والی ہے۔ اس کے ٹھکانہ مظفر آباد میں "ہی ہے۔ اس کی آواز کل میں نے سنی بہت جانی پہچانی محسوس ہوئی اب بس اس

شخص کا علم ہو جائے جس کے ساتھ عقیفہ ملی ہوئی ہے۔ مزید ان لوگوں نے اگلے مہینے کی پہلی تاریخ دی ہوئی ہے جس دن ان سب چیزوں کو مافیہ نے باہر کے "ممالک میں بھیجنا ہے اور ہمیں اس سے پہلے ہی اس مشن کو پار لگانا ہے۔

عشب کی بھاری آواز پہ ان دونوں نے بیک وقت یس سر کہا تھا۔

"یس سر یس سر بعد میں کرنا پہلے کافی بنا لو۔"

علا یہ جو کچن کے دروازے پہ کھڑی اس کی کاروائی کا ملاحظہ کر رہی تھی اس کی آواز پہ دونوں ہاتھ کمر پہ جماتے اس کی نزدیک آئی اور اس کے کمر پہ ایک ہاتھ مارتی تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔ اس کی آواز ایئر پیس کے ذریعے ان دونوں تک بھی گئی تھی۔ دین نے تو حسرت سے اس کی آواز کو سنا تھا البتہ عشب کوفت سے گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"دین یہ تمہاری بہن کس مٹی سے بنی ہے۔"

عشب دانت پیستے ہوئے بولا تو دین کا خوشگوار قہقہہ فضا میں گونجا تھا۔

"وہ بچپن سے ہی ایسی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔"

وہ مدھم سا بولا۔ عشب نے اس کے لہجے میں چھپی اداسی کو بخوبی محسوس کیا تھا۔

"وہ چلی گئی ہے بھائی۔"

حسن کی بیچاگی بھری آواز پہ وہ دونوں ہنس دیے تھے۔

میں اس وقت گاڑی میں ہی ہوں اور سکول کی جانب جا رہا ہوں۔ ایک سکول کے

متعلق معلومات ملی ہیں کہ وہاں پہ دو بار پولیس کی ریڈ بھی ہو چکی ہے۔ مکمل طور

"پہ آگاہی نہیں مل سکی لیکن ذرا نچلے طبقے کا سکول ہے۔"

اس نے تفصیل بیان کی تو عشب کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں۔

اتنی رات کو جانے کا مقصد۔ وہاں ہمیں کسی بھی چیز کے متعلق آگاہی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کیا پتہ دشمن ہماری طاق میں ہو۔ رائیفلز رکھی ہے نا "ساتھ۔ اپنی حفاظت کا پورا سامان کا انتظام رکھو۔"

عشب نے تنبیہ کرنا ضروری سمجھا۔

ہاں دیوار پھلانگ کر اندر جانے کا ارادہ ہے تم پریشان مت ہو۔ باقی ہر چیز کا "بندوبست کر لیا ہے۔"

وہ بھی جواباً رسانیت سے گویا ہوا۔

سکول کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے ان دونوں سے رابطہ منتقطع کیا اور ایک طائرانہ نگاہ اس بوسیدہ عمارت پہ ڈالی تھی۔ جس کے اطراف میں درختوں کا بسیرا تھا۔ وہ اپنے چہرے پہ ماسک چڑھاتے شانے پہ رائیفل لٹکاتے گاڑی سے اترا اور ایک چورنگاہ چاروں طرف گھماتے دبے پاؤں سکول کی پچھلی دیوار کی جانب چل دیا۔ جھاڑیوں اور درختوں کو ہولے سے خود سے دور کرتے وہ سانس روکے آگے کی

جانب بڑھ رہا تھا چڑر کی آواز پہ وہ سرعت سے درخت کی اوٹ میں ہوا اور دائیں
جانب دیکھا اور رائیفل سے نشانہ باندھا تھا جہاں سے آواز آرہی تھی مگر وہاں موجود
بلی کو دیکھتے وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔ اس نے دیوار مپتے دونوں ہاتھ دیوار پہ
جھماتے اوپر کی جانب چھلانک لگائی تھی۔

"امی آپ آرام کریں میں یہ سمیٹ لیتی ہوں۔"

جزاء ان کے ہاتھوں سے چائے کے برتن لیتے ہوئے بولی تو نادیہ بیگم نے تفکر
سے اس کی جانب دیکھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں اب۔ پریشانی والی بات نہیں ہے۔ صبح سے تھکی ہوئی ہے۔
"تو سو جا میرا بچہ۔"

وہ اس کے گال پہ ہاتھ پھیرتی محبت بھرے لہجے میں بولی تو وہ بھی انکی اس قدر
محبت پہ آبدیدہ سی ہو گئی۔

آپ کیلئے میں کبھی نہیں تھکی ہوتی۔ چلیں آپ کمرے میں طبیعت خراب ہے۔
"آپکی سب پتہ ہے مجھے۔"

اس نے کچن میں جاتے جاتے انہیں کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو وہ بھی اس کی ہٹ دھرمی پہ تاسف میں سر ہلاتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ان کے کمرے میں جاتے ہی جزاء نے چائے کپ میں انڈیلے سرعت سے منہ کو لگائی تھی لیکن دل تھا کہ تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ اسنے اپنے ماتھے سے چھلکتا پسینہ صاف کیا۔ آج سکول میں بھی وہ نہیں آیا تھا اس وقت سے اس کا دل بہت زیادہ بے چین تھا۔ پورے وجود میں جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھی۔ اس نے لگے دس منٹ میں برتن سمیٹتے نادیدہ بیگم کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے تو وہ اطمینان سے سو چکی تھی۔ وہ دروازہ بند کرتے باہر کی جانب چلی آئی اور منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھپا کے مارتے خود کو سکون دینے کی کوشش کرنے لگی لیکن یہ سب بے سود تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے دروازے کی جانب قدم بڑھائے اور کھولتے باہر کا جائزہ لیا۔ جہاں ہر جانب ہو کا عالم تھا۔ کچی آبادی ہونے کی بدولت یہاں کسی زمی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

رات کا سما ہر سو چھایا ہوا تھا بادلوں نے اپنا بسیرا چاند کے گرد جمایا ہوا تھا ایسے میں موسم میں ہلکی ہلکی خنکی موجود تھی جہاں آدھر سے زیادہ دنیا سونے کا کام سر انجام دے رہی تھی ایسے میں وہ اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھی کسی گہری سوچ کے زیر اثر تھی کہ اچانک جیسے کچھ یاد آنے پر جھٹکے سے اٹھ کر الماری کر جانب بڑھی اور وہاں کچھ ڈھونڈنے لگی مگر مطلوبہ چیز نہ ملنے پر اپنے بال مٹھیوں میں جکڑتے وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی جیسے اگر وہ چیز اسے نہ ملی تو وہ یونہی تکلیف سے مر جائے گی۔

"ہہ ہاں اس نے کہا تھا مجھے اسے کال کرنی ہوگی مم میرا فون۔"

اچانک ہی طلب بڑھنے پر جزاء و حشرزدہ ہوتی یہاں وہاں فون کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگی جو کچھ لمحوں کی توقف کے بعد اسے مل گیا۔ اور اس نے فوراً اپنے مطلوبہ نمبر پر کال ملائی۔ اس وقت جزاء کو اس ایک چیز کی طلب اس قدر تھی

کے رات کے آدھے پہر بھی اس نے کال لگانے سے پہلے ایک لمحے کو نہیں سوچا تھا۔ پورے جسم میں کچھ چبھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

دوسری جانب مسلسل کال جارہی تھی مگر فون نہیں اٹھایا جا رہا تھا جس پر اس نے بے بسی سے روتے ہوئے موبائل کو دیکھ کر دوبارہ کوشش کی مگر اب بھی جواب ندارد۔

یا اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے پلیز سب ٹھیک کر دے۔ میں مر جاؤں گی یا اللہ۔

وہ تکلیف سے روتے روتے بولی اور اشتعال کے عالم میں فون کو سائیڈ پر پٹختے کمرے سے باہر نکلی جہاں سنائے کا راج تھا معاً بنا کچھ سوچے ہی اپنے لرزتے بدن کو چادر سے ڈھکتے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ ایک دھڑکا تھا کہ کوئی دیکھ

نہ لے لیکن وہ خود بھی بے بس ہو چکی تھی کہ یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا۔ دماغ کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔ یہ بھی شکر تھا کہ نادیہ بیگم سو رہی تھی ورنہ ناجانے وہ کیا سوچتی۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتی باقاعدہ ہولے ہولے کپکپا رہی تھی۔

گھر پر ایک نگاہ ڈالتے اس نے قدم باہر کی جانب اٹھائے اس نے بس کچھ دوری پر ہی اس نے سکول جا کر اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرنی تھی کیونکہ وہ وہی رہتا تھا۔ اسے یاد تھا جب اقراء نے اسے اس متعلق بتایا تھا کہ چوکیدار کا گھر سکول میں ہی ہے۔ وہ ہمت کرتی گلی کراس کرتی بائیں جانب مڑی اور اپنا چہرہ چادر سے ڈھکتے آگے کی جانب بڑھنے لگی کہ اچانک پیچھے قدموں کی چاپ سنتے گر پڑا کر سیدھا جانے کی بجائے دوسری جانب سے روڈ کی جانب دوڑ لگا دی۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ماحول کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔

ابھی بھی وہ چلتے چلتے وہ کافی دور نکل آئی تھی کہ اب گھبراہٹ اور قدموں کی لڑکھڑاہٹ میں بھی مزید اضافہ ہوا تھا معاً اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتی وہ لڑکھڑا کر بری طرح زمین بوس ہوئی تھی۔ ارد گرد پتھر ہونے کی بدولت وہ تکلیف کی شدت سے آنکھوں کو میچ گئی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ خود کو سنبھالتے کافی تگ و دو کے بعد دوبارہ اٹھ کر روڈ کراس کرتے سامنے کی جانب جانے لگی تھی کہ اس سے پہلے وہ سڑک پار کرتے ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکراتی اس گاڑی نے بروقت ہی ایک قدم کے فاصلے پر بریک لگایا تھا۔ اس اچانک صورتحال پہ وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔ شکر تھا کہ وہ اپنی جگہ پہ ہی فریز ہو گئی تھی۔

گاڑی میں بیٹھا شخص اس سرپھری لڑکی کی حرکت پر منجمد ہوتا سٹیئرنگ پہ ہاتھ مارتا ضبط کرتا ہوا باہر نکلا جو آنکھوں پر ہاتھ رکھے گاڑی سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

"محترمہ کیا کر رہی ہیں زیادہ شوق ہو رہا ہے مرنے کا آپ کو۔"

دین نے غصے سے اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا جو رات کے اس پہریوں اس کی گاڑی کے سامنے کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔ لب بری طرح کپکپا رہے تھے اور اس کی بے تحاشہ سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھتے وہ تعجب کا شکار ہوا تھا۔ اب ایسا بھی کچھ نہیں کہا تھا اس نے اسے۔

اسے یوں لرزتے دیکھ وہ کچھ نرم ہوتا سامنے کی جانب آیا۔

بچ گئی ہیں آپ اب ہوش میں آجائیں اور رات کے اس پہریوں تنہا کہاں گھوم " "رہی ہیں۔

اس نے ضبط سے کہتے مٹھیاں بھینچی۔ جبکہ اس انجان آواز کے مسلسل سوالوں کو وہ بمشکل ڈرتے ہوئے آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے سامنے کی جانب دیکھنے لگی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

اس نے اسے یونہی متھر کی مورت بنے دیکھ کر نرم لجا اپنایا۔

دیکھیں آپ جو کوئی بھی ہیں اگر آپ کو میری کچھ مدد چاہئے تو بتائیں پر اس طرح"

آدھی رات کو یوں اس جگہ آپ کی موجودگی اچھی بات نہیں ہے گھر کہاں ہے

"آپکا۔"

اس کے نرم لہجے کی بدولت اس نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے کچھ کہنا چاہا پر الفاظ کے ساتھ نہ دینے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسے اپنی حالت کبھی اتنی ابتر محسوس نہیں ہوئی تھی پر ان چند لوگوں نے اس سیدھی سی لڑکی کی زندگی تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی کہ اب اگر وہ چیز اس کے لئے لازم ہو چکی تھی اگر اسے وہ بروقت نہ ملتی تو اس کا حال یہی ہوتا ابھی بھی اپنے سارے جسم پر چھن محسوس کرتے جب برداشت ختم ہو گئی تو زندگی میں پہلی بار اس نے اس جانب قدم بڑھایا تھا۔

آ۔ آپ مجھے وہ چائے لادیں پپلیز ورنہ می۔ میں مرر جاؤنگی وہ اب نہیں د۔ دیتی"

"پہلے زبردستی دیتی تھی پر اب مجھے لادیں و۔ ورنہ میں مرر جاؤنگی۔"

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے روتے ہوئے جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی پر اس شخص کا سارا دھیان اس کی باتوں کی جانب تھا اب وہ اسے کچھ مشکوک معلوم ہو رہی تھی۔

کیا کہہ رہی ہیں پاگل ہو گئی ہیں کیا گھر کہاں ہے آپکا اور یہ کس قسم کی چائے کی" طلب ہے آپکو جو آدھی رات کو منہ اٹھائے باہر نکل آئی ہے۔

اس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا اس کی دھاڑ پر وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ آنسو آنکھوں سے تواتر بہہ رہے تھے۔

و۔ وہاں سکول ہے پر مجھے وہ لینے جانا ہے آپ لادیں میں پھر چلی جاؤنگی" "گھر۔ میرے پورے جسم پہ چھن ہو رہی ہے میں بہت تکلیف میں ہوں۔

اس نے ہچکی بھرتے پھر سے وہی بات دہرائی جس پر اس نے دھیان نہ دیتے ہوئے اپنے فون پر آنے والی کال کی جانب دیکھا۔ اس طرح رات میں وہ اس اکیلی لڑکی کو چھوڑ کر بھی نہیں جاسکتا تھا مگر یہ کال بھی بہت اہم تھی جس پر

اس نے کچھ نہ سوچتے ہاں میں سر ہلاتے اسے زبردستی گاڑی میں بٹھایا گاڑی کا
ڈور لاک کرتے باہر کال سننے کے لیے رک گیا جبکہ وہ اپنے آپ کو اس انجان
شخص کی گاڑی میں پا کر مزید پھپھک کر رودی کاش وہ کبھی اس سے نہ ملی ہوتی
تو آج یہ سب اس کے ساتھ نہیں ہوتا جس وجہ سے وہ اس قدر بے بس ہو چکی
تھی۔

دین نے سر مسلتے اس کی اشارے کی جانب نگاہیں اٹھائی تو اس کا ماتھا ٹھنکا
تھا۔ وہ لڑکی تو اسی سکول کی جانب اشارہ کر رہی تھی جہاں سے وہ ابھی لوٹا
تھا۔ مطلب یہ لڑکی بھی اسی کیس سے جڑی ہوئی تھی۔ کہی یہ کوئی دشمن۔

نہیں نہیں اگر دشمن ہوتی تو اس کی حالت اس قدر ابتر نہ ہوتی لیکن پھر بھی "مکمل جانچ پرتال کرنا لازم ہو گیا ہے اب۔ اب یہ لڑکی اسے اس سکول کے متعلق معلومات دے گی۔"

اس نے دل ہی دل میں تہیہ کرتے قدم گاڑی کی جانب بڑھائے تاکہ اسے اس کے گھر چھوڑ سکیں۔ وہ سوچ چکا تھا کہ صبح اٹھتے ہی وہ اس لڑکی سے دوبارہ ملاقات کرے گا۔

"یہ آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں۔"

وہ مسلسل رونے کی بدولت بھاری ہوتی آواز سمیت گویا ہوئی۔ وہ کافی دیر سے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی مگر جوں ہی گاڑی نے ایک جھٹکا کھایا وہ بھی

چونک کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی تھی۔ اس نے جوں ہی ونڈ سکرین نے باہر جھانکا تو یہ کوئی پکی آبادی تھی۔ اسے بے ساختہ خوف نے آن گھیرا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اپنے دائیں جانب بیٹھے ڈرائیونگ میں مبذول شخص کو دیکھا اور کپکپاتے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ جواباً وہ سختی سے لب آپس میں پیوست کر گیا۔

میں آپ سے پوچھ رہی ہوں پلیز مجھے یہی اتار دیں۔ میں نہیں تو شور مچا دوں گی۔
"پلیز اتاریں مجھے کون ہیں آپ۔"

وہ روتے روتے چلائی تھی۔ یہ شخص کچھ بول کیوں نہیں آ رہا تھا بس چہرے کے عضلات تنی جا رہے تھے۔ اس کے چلانے پہ دین نے ایک جھٹکے سے گاڑی بیچ راستے میں روکی تھی اور خونخوار تیوروں سمیت اس کی جانب دیکھا۔

یہ بات اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی محترمہ جب آدھی رات کو کسی ایک "چیز کی بدولت گھوم رہی تھی۔ جانتی ہیں یہ کس قدر رسکی کام ہے۔ یا دماغ خراب ہو گیا تھا آپ کا۔"

وہ بھی جواباً اس سے اونچی آواز میں چلایا تھا۔ جزاء سہم کر گاڑی کے دروازے سے جالگی اور تھر تھر کانپتے روتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

"پلیز مجھے میرے گھر چھوڑ دیں میں اب کبھی بھی باہر نہیں نکلوں گی۔"

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے بے بسی سے گویا ہوئی تو دین کے تنے تنے عضلات ڈھیلے پڑے تھے۔ اس نے ایک ناگوار نگاہ اس کے جھکے سر پہ ڈالی تھی۔ کوئی ضرورت نہیں ہے اب تمہیں گھر جانے کی۔ تم اب میرے ساتھ ہی جاؤ گی۔

"بس بات ختم۔ آئندہ ایسی حرکت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچو گی۔"

وہ انگلیشن میں چابی گھماتے ہوئے بولا۔ جزاء کا رنگ اس کی بات پہ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ اس نے زور و شور سے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

نہیں میں آپ کے ساتھ کہی نہیں جاؤں گی۔ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں۔"
ہوں۔ میری امی گھر میں اکیلی ہے پلیر جانے دیں مجھے مجھ سے بہت بڑی غلطی
"ہو گئی ہے۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولتی ہچکیوں سمیت رودی۔ دین نے ایک گہری نگاہ اس پہ
ڈالی تھی لیکن وہ اتنی جلدی کسی پہ یقین بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ اگر بعد میں وہ
کسی دشمن کی ساتھی نکلتی تو یہ اس کیلئے منفی پوائنٹ تھا جو وہ اپنے کام میں
کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ تم کوئی غلط لڑکی نہیں ہو۔"

وہ اپنے لہجے میں سختی سموئے بولا تو اس نے سرعت سے اپنی ہتھیلی سے اپنے
سرخ پڑتے گال رگڑ ڈالے۔

"آپ کی قسم میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔"

وہ دھندلی نگاہوں سے دین کو دیکھتی معصومیت سے گویا ہوئی تو دین اپنی قسم پہ بدک کر اس سے فاصلہ قائم کر گیا اور کینہ تو زنگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے کیوں مارنا چاہتی ہو اپنی جھوٹی قسموں میں پاگل لڑکی۔"

وہ دے دے دے لہجے میں غرایا تھا۔ جزاء نے سہمی ہرنی جیسی نگاہوں سے اس پر پتھر
دل انسان کو دیکھا جو ناجانے کہاں سے اس کے پلے پڑ گیا تھا اور اب اس کی جان
نہیں بخش رہا تھا مزید اس کی کسی بھی بات کا بھروسہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔

میں جھوٹ بولوں گی تو اپنے مریں گے نا۔ اپنے مرنے کی ٹینشن پڑ گئی ہے اور جو" میں آدھے گھنٹے سے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر منت سماجت کر رہی ہوں اس کا "کوئی اثر نہیں ہے آپ پہ بے حس انسان۔

وہ اب کی بار تمام لحاظ بالائے طاق رکھتی روتے روتے چلائی تھی۔ اس کے تیور دیکھ دین کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ اس نے طیش کے عالم میں اس کا بازو اپنی آہنی گرفت میں لیتے ایک جھٹکے میں اسے اپنی سمت کھینچا تھا۔ وہ کسی لچکلی ڈال کی مانند اس کے سینے سے جاٹکرائی تھی۔ جزاء کا حال تو ایسا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں جبکہ دین یک ٹک اس کی بھوری آنکھوں میں اپنی شر بارنگا ہیں ڈالے کھڑا تھا۔ اس کے بازو پہ گرفت سخت سے سخت ترین ہوتی جا رہی تھی۔ معاً اس کی آنکھوں میں پہناں تکلیف دیکھتے ناجانے اسے کیا ہوا اس کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑی تھی۔ اس نے تعجب سے اس لڑکی کی سمت دیکھا جو اب گاڑی کا دروازہ

کھولنے کی تگ و دو میں تھی۔ وہ اپنے سر کے بالوں کو مسٹھی میں جکڑتے اپنا سر سیڑنگ پہ رکھتے گہرا سانس بھرتے اپنے اعصابوں پہ قابو پانے لگا۔

"گھر بتاؤ کس جانب ہے تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں۔"

اب کی بار جب وہ بولا تو اس کی آواز خاصی دھیمی تھی۔ جزاء نے بے یقینی کی کیفیت میں جھٹکے سے رخ اس کی جانب کیا۔ آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا تھا مگر باہر کے انجان راستوں کو دیکھتے اگلے ہی لمحے وہ چمک ماند پڑ گئی۔

"اب کیا ہوا۔"

اس کی بجھتی آنکھوں میں دیکھتے وہ تفکر بھرے لہجے میں بولا۔ ایک تو یہ لڑکی ناجانے کون تھی جو کسی آسیب کی طرح اس کی چمٹ ہی گئی تھی مگر اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ جو بھی ہے یہ لڑکی اس کیس سے لازماً جڑی ہوئی ہے تبھی اپنے برتاؤ میں نرمی لایا تھا۔

وہ یہاں سے مجھے راستے کا نہیں علم آپ پلیز وہی لے چلیں یہاں میں آپ کو "ملی تھی۔"

وہ شرمندگی کی کیفیت سمیت بولی تو دین نے ایک قرآلود نگاہ اس پہ ڈالتے گاڑی کا گئیر بدلتے رخ کچی آبادی کی جانب کیا تھا۔ اب اس کی گاڑی اس جانب گامزن تھی۔ اس دوران جزاء اس چیز کو بالکل فراموش کر چکی تھی جس نے اتنی رات کو اسے باہر نکلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد اس کی گاڑی اس آبادی کی حدود میں داخل ہوئی تو جزاء کے راستہ بتانے پہ اس کے گھر کے قریب ہی گاڑی روک گیا۔ وہ سرعت سے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی تھی۔

"رکو ادھر ہی میرے ساتھ زیادہ ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اسے بھاگنے کو پر تولتا دیکھ ناگواری سے بولا تو جزاء کو شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔ اب جزاء آگے آگے جبکہ وہ اس سے تین قدم کے فاصلے پہ پیچھے پیچھے چل رہا تھا گھر کے دروازے پہ پہنچتے ہی اس نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں کا دروازہ کھولا تو

سامنے نگاہ پڑتے ہی وہ ساکت رہ گئی۔ چونک تو دین بھی گیا تھا سامنے کھڑی عورت کو دیکھ کر جو بے یقینی کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"امی آپ۔"

جزاء کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ نادیہ بیگم نے روتے روتے اس کی سمت دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی اپنے منہ پہ پڑنے والے تھپڑ سے جہاں کی تہاں رہ گئی۔ اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے حیرت سے ان کی جانب دیکھا جو اب آنکھوں میں نفرت لیے اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"امی۔"

اس کی صدمے سے بھری آواز گھر کی خاموش فضا میں گونجی۔

"نکلی ناتم بھی اپنے باپ جیسی۔"

الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ۔ جزاء کا وجود ایک لمحے میں لہو لہان ہوا تھا۔ اس نے سن ہوتے دماغ سمیت اس کی جانب دیکھا۔ دین نے حالات خراب ہوتے دیکھ اس لڑکی کے دفاع میں کچھ بولنا چاہا تھا لیکن اس کی ماں کی نفرت بھری نگاہیں خود پہ محسوس کرتے وہ سختی سے لب بھینچ گیا۔

تمہیں پالا پوسا اس انسان کے سائے سے دور لے آئی کہ ایسا کچھ نہ ہو میری بیٹی"

"پہ برا اثر نہ پڑے لیکن ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا خون تو اپنا رنگ دکھاتا ہے نا۔

وہ اس سے پہلے کہ جزاء کے منہ پہ تھپڑوں کی بارش کرتی دین نے بچ راستے میں ہی انہیں تھاماتھا۔

کیا ہو گیا ہے آپ کو کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے سے پہلے کم از کم سوچیں تو"

سہی۔ آپ ہی کی بیٹی ہے یقین رکھیں اس پہ۔ رہی بات میری تو میرے کردار پہ

"بات کرنے سے پہلے سو بار سوچیے گا۔ ابھی تک آپ کی عمر کا لحاظ کر رہا ہوں۔

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولا۔ اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ جزاء نے ایک خالی نگاہ اس پہ ڈالی تھی جو ناجانے کون تھا کہاں سے آیا تھا اور اس کے حق کی خاطر بول رہا تھا۔

تو بولیں پھر یہ کہ اتنی رات کو اکیلی گھر سے باہر کیا کر رہی تھی لڑکی ذات ہے " ہزار باتیں ہوگی۔ ہم غریب لوگ یہاں ہماری فریاد سننے کیلئے کوئی نہیں ہوگا لیکن "نہیں یہ لڑکی میری نہیں سنتی۔

وہ ڈوپٹہ منہ پہ رکھتے ہچکیوں سمیت رودی تھی۔ جزاء نے تڑپ کر ان کی سمت دیکھا اور بھاگنے والے انداز میں ان کے قریب آئی تھی۔

امی مجھے ماردیں آپ۔ آج آپ مجھے ماردیں۔ مجھے میرے ہی باپ کا طعنہ دے کر۔
آپ نے ختم کر دیا ہے امی۔ کیا کر دیا تھا ایسا میرے باپ نے جو آپ نے آج میری
ہستی کو ہی مٹا دیا امی۔

وہ ان کے ہاتھ تھامتے اپنے گلے پہ رکھتی دباؤ ڈالتے ہوئے بولی۔ نادیدہ بیگم نے
بے تاثر نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا اس کے برعکس دین اس اچانک صورتحال
پہ اچھا خاصہ بوکھلا گیا تھا۔

کیا ہو گیا آپ دونوں کو وہ آپ کی دوائیاں لینے کی خاطر اتنی رات کو باہر نکلی
تھی۔ آپ کی طبیعت اسے خراب لگی تو وہ اپنا خیال کیے بغیر اس قدر رات کے
اندھیرے میں اپنی عزت کی پرواہ کیے بغیر یہ قدم اٹھانے پہ مجبور ہوئی تھی۔

دین نے جھنجھلاتے ہوئے زندگی میں پہلی بار جھوٹ کا سہارا لیا تھا۔ جزاء نے اچھنبے سے اس کی سمت دیکھا جو پلکیں جھپکتے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ جزاء نے اس وقت خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا تھا۔ وہ انسان اس کی مدد کیوں کر رہا تھا وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

"میری دوائیاں۔"

ان کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی تھی۔ انہوں نے فق ہوتے چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا جو بے تاثر نگاہیں کسی نادیدہ نقطے پہ جمائے کھڑی تھی۔ وہ پشیمان ہوتے

جھٹکے سے اسے اپنے سینے میں بھینچ گئی تھی لیکن اس دوران اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو چکا تھا۔

مجھے یہ بیچ راستے پہ روتے ہوئے ملی تو میں بس انہیں چھوڑنے آیا تھا۔ اب میں "نکلتا ہوں۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولتے اس سے پہلے باہر نکلتا ان کی آواز پہ اس کے قدم بے ساختہ تھمے تھے۔

مجھے معاف کر دینا بچے۔ میں بہت تھکی ہاری ماں ہوں۔ اب ایسا کچھ بھی "برداشت نہیں کر سکتی تھی تبھی غصے میں جو منہ میں آیا بول دیا۔"

وہ شرمندگی سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی تو دین نے بے ساختہ ان کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو تھاما تھا۔

آپ میرے لیے میری ماں کے برابر ہیں۔ پلیز ایسے کر کے مجھے شرمندہ مت "ا کریں۔

وہ ان کے جھڑیوں زدہ ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگاتا مودب لہجے میں بولا اور ایک نظر ان دونوں پہ ڈالتے بمشکل مسکراتا باہر کی جانب چل دیا مگر ناجانے کیوں دل انہی کی جانب کھینچا چلا جا رہا تھا۔ اس نے ناجانے کیوں دل کی مانتے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھتی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ دین کی

آنکھوں میں بچپن کا ایک عکس لہرایا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کے جاتے ہی جزاء خشک ہوتی آنکھوں سمیت کرسی پہ ڈھے سی گئی تھی۔ آج زندگی میں پہلی بار اس کی ماں نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا مگر اس کی بھی تو غلطی تھی اس سب میں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ بہت غلط تھا جو اس کی زندگی میں ہو رہا تھا جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"جزاء میری بچی۔"

وہ اسے خالی الذہن کرسی پہ بیٹھا دیکھ اسی کے نزدیک چلی آئی۔ جزاء نے سرعت سے اپنی آنکھیں صاف کی تھی اور اذیت سے مسکراتے ان کی سمت دیکھا۔

امی آپ آرام کریں اور پلیز مجھے معاف کر دیجیے گا۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی"
"ہو گئی۔"

وہ ان کے گلے سے لگتے تھکے تھکے اعصابوں سمیت بولی تو نادیہ بیگم نے اس کے سر کو چوما تھا۔ جزاء اسے لیتے کمرے کی جانب چل دی۔ انہیں بیڈ پہ لٹاتے وہ بھی ان کے برابر میں لیٹتے کروٹ بدل گئی۔ نادیہ بیگم ایک بار پھر ماضی کے پنوں میں کھو گئی تھی جبکہ جزاء کی آنکھوں سے نیند آج کوسوں دور تھی۔ اس کا باپ کون تھا اس کی ماں نے کبھی بھی اس متعلق اسے آگاہی نہیں دی تھی لیکن آج اس کو اس کے باپ سے تشبیہ دی جانے پہ وہ ساکت رہ گئی تھی۔ اس کے باپ نے ایسا بھی کیا کیا تھا جو اس کی ماں اس قدر نالاں تھی۔ وہ سختی سے آنکھوں کو میچتے اپنے تواتر بہتے آنسوؤں پہ قابو پانے لگی۔

"علا یہ کہاں ہے۔"

حسن نے چائے کی ٹرے میز پر رکھتے اس ریکارڈر ڈیوائس میں مصروف عشب کو مخاطب کیا تو اس نے نگاہیں واں کرتے اس کی سمت دیکھا۔

"ہاں وہ شاید سو رہی ہے۔ ابھی تک باہر تو نہیں آئی۔"

وہ جواب دیتے دوبارہ سے اپنے کام میں مبذول ہو گیا۔ حسن نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا جو کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا ہوا بھائی سب خیریت ہے نا۔"

اس نے قریب ہی جگہ سنبھالتے استفسار کیا۔

ہاں بس اس دن سے دماغ میں اس شخص کی آواز ہی سٹک ہے سمجھ ہی نہیں " آدھی کہ کہاں سننے پہ اتفاق ہوا ہے۔ تم نے وہ دماغ سی ڈیزچیک کی ہیں یا "نہیں۔

وہ بالاخر اپنے ذہن سے وہ باتیں جھٹکتے اس کی سمت متوجہ ہوا تو حسن نے اثبات میں سر ہلایا۔ عشب نے تشکر بھرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

معاً اس ریکارڈ کی گرین لائٹ آن ہوتے ہی ان دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ حسن نے بغیر کوئی وقت ضائع کیے اس چھوٹی سی سم کے میموری کارڈ کے سائز کی چپ کو اس ریکارڈ میں فٹ کیا تھا۔

اس بار لڑکیوں کا ٹارگٹ کسی بھی صورت پورا کرنا ہے ورنہ باس ناراضگی کا اظہار "اگرتے ہمارے چیتڑے چیتڑے اڑا دے گا۔

اسی لڑکے کی آواز پہ ان دونوں کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

مجھے تو وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں سکتے۔ جو شخص بنا دیکھے ہی مجھ پہ فدا ہے سوچو۔
"جب دیکھیں گا اس وقت تو قیامت برپا ہوگی۔"

اس کی بے باک آواز پہ عشب کا جی چاہا اس بے حیا لڑکی کا منہ نوچ ڈالے جو خود
ہی اپنی ذات کو جہنم میں دھکیل رہی تھی۔

فلحال اپنا منہ بند کرو تمہیں تو بس پیسوں کا مطلب ہے چاہے اس کیلئے اپنی
عزت ہی کیوں نا داؤ پہ لگانی پڑے لیکن مجھے اس وقت اپنی جان بے حد پیاری
ہے۔"

اس کی اشتعال سے بھرپور آواز کے جواب میں عقیفہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

تو اور اس زندگی کو ایک بار ہی جینا ہے۔ ماں باپ تو اپنی عیاشیوں میں گم ہے مجھ" جیسے وجود کو دنیا میں لا کر تو انہوں نے میری ہی ذات پہ کوئی احسان کیا ہے نا جیسے۔ میرا بھی کچھ حق بنتا ہے کہ اپنی زندگی اپنے حساب سے جیو۔ اس کام کا "معاوضہ جتنا ملے میرے لیے وہ کم ہے۔

وہ شوخ لہجہ اپناتے ہوئے بولی۔

میں کیا سوچ رہا ہوں اس بار تو ہاسٹل میں کنسٹرکشن کی بدولت کافی کم لڑکیوں کا "بندوبست ہوا ہے تو کیوں نایونی میں فائرنگ کرتے کچھ لڑکیوں کا پتہ صاف کیا "جائے۔

اس نے ایک لمحے میں پلین ترتیب کیا تھا۔ عشب کے ماتھے کی رگیں اشتعال میں مارے نمایاں ہوئی تھیں۔ وہ تفکر سے اپنا سر مسل کر رہ گیا۔

جو کرنا ہے جلدی کرنا میں بس یونی کیلیے نکل رہی ہوں۔ تم جوں ہی فائرنگ کرو" گے میں کچھ لڑکیوں کو بچانے کی خاطر اس کمرے میں سپرے کردوں گی جہاں سے انہیں بچا کر باہر لے جانا ہوگا اس کے بعد اس سپرے کا اثر اس قدر جلدی ہوگا کہ کچھ تو بیہوش ہو جائے گی اور اسی وقت ہمارا ٹارگٹ پورا ہو جائے گا۔

اس نے تیزی سے کہتے کال کاٹی تھی۔ اس ریکارڈر کی سرخ بتی جلتے ہی کنکیشن کٹا۔ اب وہ دونوں سر ہاتھوں میں گرائے کسی گہری سوچ میں محو تھے۔ عشب نے کچھ سوچ کر کرنل عاکف کو کال ملائی تھی جو دو تین بیل کے فوراً بعد اٹھالی گئی تھی۔

"!السلام و علیکم سر"

اس کی بھاری گھمبیر آواز پہ جواباً انہوں نے خوشدلی سے جواب دیا۔

"کیسے ہو میجر عشب۔"

ان کی سنجیدہ آواز پہ عشب نے ابھی ہوئی بات کو شروع سے آخر تک ان کے گوش گزار دیا تھا۔

"سر ویسے آپ اتنے عرصے سے کہاں غائب تھے۔"

اس کی تجسس بھری آواز پہ کرنل عاکف نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

میں ایک مشن کے لیے ناردن ایریاز کی جانب گیا تھا جانے سے پہلے بتانا ٹھیک " نہیں تھا بس اسی لیے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ اب کچھ دیر میں پھر نکلنا ہے "ایک کام کی بدولت۔ میں ہر جانب افراتفری چھائی ہوئی ہے۔

ان کی تفکر بھری آواز پہ اس نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"سر آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی ایک۔"

اس نے علایہ کے متعلق بتانے کا سوچا تھا تبھی بات کی تہمید باندھی۔

سوری ینگ مین ابھی ٹائم بہت شارٹ ہے۔ یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں۔
گی۔ ابھی اپنے مشن پہ خاص توجہ دیں۔ میری بہت سی امیدیں آپ سے وابستہ
ہے آپ ہر مشن کی طرح اس کو بھی فتح کر کے ہی لوٹو گے۔

ان کے پر یقین لہجے پہ عشب کا سیروں خون بڑھا تھا۔ اس کی آنکھیں مخصوص انداز
میں چمک اٹھی۔

"انشاء اللہ سر ہم سب آپ کی امیدوں پہ پورا اتریں گے۔"

وہ پر عزم لہجے میں بولا۔ اس کے بعد اگلے ہی لمحے دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی تھی۔ وہ موبائل میز پر رکھتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

علائیہ تو آج یونی جانے والی تھی ہمیں اسے کسی بھی طرح روکنا ہوگا ورنہ ہمارے "کام میں الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔"

عشرب کی پرسوچ آواز پہ حسن نے اس کی جانب دیکھا۔

ایسا کرتا ہوں میں کسی طرح سے اسے روکنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ اپنا کام "اکر لیں۔"

وہ لیپ ٹاپ کی جانب اشارہ کرتے خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا علیہ کے کمرے کی جانب چل دیا۔ اس کے کمرے کے باہر پہنچتے ہی اس نے جوں ہی دروازہ کھٹکھٹایا لیکن دوسری جانب سے جواب ندارد۔ اس نے دروازے کی ناب کو ہولے سے گھمایا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کے کمرے کا دروازہ ہمہ وقت بند ہی پایا جاتا تھا۔ اس نے دروازے کی ناب گھماتے جوں ہی دروازہ کھولتے اندر قدم رکھا خالی کمرہ اسے منہ چڑھا رہا تھا۔ بیڈ پہ اس کی تمام چیزیں بکھری ہوئی تھی۔ حسن کو حقیقتاً پریشانی نے آن گھیرا۔ اس نے بے ساختہ سڈی ٹیبل پہ اس کے بیگ کی تلاش میں نگاہیں گھمائی تو وہ بھی وہاں سے غائب تھا۔ اس کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑک اٹھا تھا۔ وہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں لاؤنج کی جانب بڑھا جہاں وہ سی ڈی کو لیپ ٹاپ میں ڈالے ائیر پیس سے کچھ سننے میں مصروف تھا۔

"عشب بھائی۔"

اس کی ہانپتی ہوئی آواز پہ عشب نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا لیکن اس کے اڑی اڑی رنگت دیکھ اس کو غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ صوفے پہ رکھتے سرعت سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔"

وہ بے چینی سے گویا ہوا۔

بھائی علایہ اپنے کمرے میں نہیں ہے اور نا ہی اس کا بیگ۔ میرے خیال میں " وہ یونی جا چکی ہے بغیر کسی کو بتائے۔

وہ بے بسی و بے کسی سے بولا۔ ایک لمحے کیلیے تو عشب کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ معاً اس کے وجود میں غصے کے بھانپڑ جلنے لگے۔ وہ دانت پہ دانت جھماتے مٹھیاں سختی سے بھینچ گیا۔ اس لڑکی کی انہی حرکتوں کی بدولت وہ اس سے عاجز آچکا تھا۔

انہیں کہا بھی تھا کہ وہ کسی کے بغیر اس گھر سے باہر قدم نہیں نکالے گی۔ یونی " میں آپ کے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا میں نے لیکن مجال ہے جو یہ لڑکی کسی کی "سن لے۔ حسن یونی چلنے کی تیاری کرو۔

وہ تحکم بھرے لہجے میں بولتے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ کچھ ساعتوں کے بعد ان کی سیاہ مرسدیز گھر کی حدود کو پار کر گئی تھی۔ وہ جہاز کی تیزی سے گاڑی کو آگے بڑھا رہے تھے۔ ایک علایہ کی لاپرواہی دوسری جانب عقیفہ کا پلین دونوں کا دماغ علایہ پہ اٹکا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔

وہ ان کی بات رد کرتے لاپرواہی سے یونی آ تو گئی تھی لیکن اب یہاں آکر اس قدر بوریٹ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ عقیفہ اسے کب سے دکھائی نہیں دی تھی۔ کل رات کو اس کے بابت سوچنے کے بعد اس کا دماغ ایک بار پھر عقیفہ کی جانب چلا

گیا تھا۔ وہ حسن اور عشب کو بتانا چاہتی تھی مگر اس میں ناجانے کیوں اس قدر گھناؤنی حقیقت بتانے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ ابھی نوٹس بورڈ پڑھتے ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ ہوسٹل میں ہو رہے کام کی بدولت کچھ دنوں کیلئے وہاں کی رہائش کو بند کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ خبر سنتے خوش تو بہت ہوئی تھی کہ اب عقیفہ چاہ کر بھی کسی لڑکی کی زندگی کے ساتھ نہیں کھیل سکتی تھی۔

"علائیہ چلو سر آگئے ہیں کلاس میں لیکچر کا ٹائم ہو گیا ہے۔"

اس کی ایک کلاس فیلو نے اسے یوں ہی پلر سے پشت ٹکائے کھڑا دیکھ ٹھوکا مارتے ہوئے کہا تو وہ خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی تھی اور خاموشی سے کلاس کی سمت چل دی۔ ذہن اب عشب اور حسن پہ الجھ چکا تھا اب تک تو انہیں علم ہو چکا ہوگا کہ وہ یونی آگئی ہے۔ وہ بے تحاشہ غصہ ہونگے اس سے اسے اس بات کا بھی

اندازہ تھا لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ انہیں اپنی ہی باتوں میں الجھاتے سمجھا دے گی مگر اب جو اس کے ساتھ ہو چکا تھا یہ بات اس کی سوچ سے ہی باہر تھی۔

"ہائے علایہ۔"

معیز کی خوشگوار آواز پہ وہ ایک ناگوار نگاہ اس پہ ڈالتے اسے نظر انداز کرتے کلاس میں داخل ہو گئی۔ معیز نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کا بے نیاز انداز دیکھا۔ اندر داخل ہوتے ہی سر کاظم کو دیکھتے اس کے لبوں پہ شہریر مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ کاظم کی نگاہ جوں ہی اس پہ پڑی اس نے جواب میں بائیں آنکھ دبائی تھی۔ وہ اس لڑکی کی حرکتوں پہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتے بورڈ کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"حسن کیوں نہیں آیا اب تک۔"

ابھی وہ موبائل میں مصروف انہی سوچوں میں غلطاں تھی معاً باہر سے آنے والی غیر معمولی شور شرابے والی آواز پہ ایکدم پورے ماحول میں بھگڈ مچی تھی۔ اس نے حیرت سے سب لڑکیوں کو چیختے چلاتے دیکھا تھا۔

فائرنگ کی آواز اونچی ہوتی دیکھ اسے تجسس سے آن گھیرا۔ سب کرسیوں کے نیچے گھستے چھپ رہے تھے لیکن وہ اپنے تجسس کے ہاتھوں کو مجبور ہوتے دبے پاؤں کھڑکی سے کودتے کلاس سے باہر کی جانب کود گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ گراؤنڈ کی طرف جاتی کسی نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی سمت کھینچا تھا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ خبیث انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی۔"

وہ اس کا ہاتھ زور سے جھٹکتے طیش کے عالم میں غرائی۔ معیز نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا جس کی غنڈہ گردی ابھی بھی زور و شور سے جاری تھی۔

منہ بند کرو باہر کے حالات نہیں ٹھیک۔ کنی دو تین آدمیوں نے ڈین کے آفس "میں حملہ کر دیا ہے۔ تمہیں اس وقت اپنی جان پیاری ہے یا نہیں۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا جیسے دانتوں کے نیچے علایہ ہو لیکن وہ علایہ ہی کیا جو اس کی بات سمجھ جائے۔ وہ مسلسل اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی تگ و دو میں

تھی۔ اس سے پہلے کہ معیز اسے لیتے کسی خوفیہ جگہ پہ جاتا اپنے ہاتھ پہ کسی کی مضبوط گرفت محسوس کرتے معیز نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جہاں حسن کھڑا خوشخوار تیوروں سے اسے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا۔ علایہ کے لبوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

"اے کون ہو تم ہاتھ چھوڑو میرا۔ چلو تم علایہ۔"

وہ اس کی گرفت مضبوط ہوتی دیکھ ترخ کر بولا لیکن حسن نے ایک جھٹکے میں اس کی کلائی مڑوڑ کر اس کی پشت سے لگاتے علایہ کی کلائی تھامی تھی۔ اس لڑکے سے اسے بے تحاشہ نفرت محسوس ہوئی تھی۔ معیز تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی اس کی مضبوط گرفت سے چھڑواتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔ حسن کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔ کہی چوٹ تو نہیں آئی۔"

اس کے جاتے ہی وہ بے چینی سے علائہ کی سمت متوجہ ہوا جو مسکراتے ہوئے
اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں البتہ مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

وہ بدستور ہوتی فائرنگ کو نظر انداز کرتی سرگوشی کرنے والے انداز میں بولی تو حسن
اسے لیتے دوسری جانب بڑھ گیا جہاں سے باہر نکلنا آسان تھا۔

یار تم کیوں نہیں کسی کی سنتی ہو۔ جب ایک بات بار بار سمجھائی گئی ہے تو کیوں "

"بات پہ عمل نہیں کرتی۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ اس کے لہجے میں ایک تڑپ تھی جسے علایہ نے تو نہیں البتہ عقب میں کھڑے عشب نے بری طرح محسوس کی تھی۔ اس کا دل حسن کی صورت دیکھ بے ساختہ ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہ اپنے قدم بے ساختہ پیچھے کی جانب لے گیا تھا۔ چہرہ جو کچھ لمحے پہلے بے چین تھا وہ ایک بار پھر سپاٹ ہو چکا تھا۔

"کیپٹن حسن گو انسان ڈین آفس کوٹک۔"

اس کی تحکم بھری آواز ائیر پیس پہ ابھرتے ہی حسن نے بے ساختہ اس کی کلائی چھوڑی تھی۔ اسی دوران کاظم کو اپنے قریب آتا دیکھ حسن نے بے ساختہ سکون بھرا سانس خارج کیا۔

"چلیں علایہ۔"

وہ افراتفری میں بولا۔ علایہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"مردھر بھئی۔"

وہ بھنیوں اچکاتے بے نیازی سے گویا ہوئی۔

"وہ ابھی جہاں بھی لے کر جارہے ہیں جاؤ علایہ خود ہی سب پتہ لگ جائے گا۔"

حسن نے منت کرنے والے انداز میں اس سے کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی اثبات

میں سر ہلا گئی۔ کاظم نے ایک جھٹکے میں اس کی کلائی اپنی آہنی گرفت میں لی اور

اس کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ حسن نے ان دونوں کو دیکھتے اپنے قدم تیزی سے

ڈین افس کی جانب بڑھائے تھے۔ عشب کے کہنے پہ وہ اس سپرے کے تبادل

میں جعلی سپرے کر دیے تھے تاکہ وہ پوری طرح اپنے پلین میں کامیاب نہ

ہو سکیں۔ ابھی ابھی آدھا کام تو ان کا ہو چکا تھا۔

کاظم جوں ہی اسے لیے باہر کی جانب بڑھا اب کسی حد تک اندر سے فائرنگ کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔ اس نے دور کھڑے گارڈ کو پلکیں جھپکاتے اشارہ کیا جس کی بدولت آج عقیفہ یونی نہیں آسکی تھی اور حسن کو ائیر پیس کے ذریعے آگاہ کرتے وہ گاڑی کی ٹیک سے پشت ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔ اس کے برعکس علایہ کا حال ایسا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس نے سن ہوتے دماغ کے ساتھ کاظم کی جانب دیکھا جس کی آواز تو عشب کی تھی لیکن چہرہ ایک الگ ہی روپ لیے ہوئے تھا۔ گاڑی میں غیر معمولی خاموشی محسوس کرتے عشب نے جوں ہی بائیں جانب دیکھا تو وہ حیرت سے پوری آنکھیں کھولے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کاظم نے ایک قرآلودنگاہ اس پہ ڈالتے ایک جھٹکے میں اپنے چہرے سے ماسک اتارا تھا۔ علایہ نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

ہم لوگ یہاں بیٹھے پاگل بول رہے ہوتے ہیں یا آپ نے بات نہ ماننے کی قسم"
"کھائی ہے علایہ بی بی۔

وہ جو کب سے خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے بیٹھا تھا اس کی شکل دیکھ
ایک بار پھر اشتعال امنڈ آیا تبھی خود پہ ضبط نہیں کر پایا۔ اس کی سخت آواز پہ وہ
ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

"آپ کاظم۔"

اس کی بات کے جواب میں علایہ کے لبوں سے بس یہی لفظ ادا ہوئے
تمھے۔ عشب دانت پیس کر رہ گیا اس کی سوئی اپنے نام پہ اڑی دیکھ۔

ہاں سن لیں کاظم ہی ہوں میں عشب کاظم خانزادہ۔ ہو گیا سکون۔ پڑ گئی۔
ٹھنڈک۔ کہا تھا نہ میں نے کہ جب بھی یونی جائیں گی حسن کے ساتھ ہی جائیں گی
"تو اکیلے جانے کی کیا تک تھی۔"

وہ سرد مہری سے بولا تو علایہ جسے اس کے کاظم ہونے والی بات ہی ہضم نہیں
ہو رہی تھی اسے دوسری بات پلٹنا دیکھ جھنجھلا کر رہ گئی۔ وہ اسے اس کی بات کا
جواب تو دے نہیں رہا تھا اپنی ہی باتیں کمری جا رہا تھا۔

"بھائی ہم ایسا کرتے ہیں گھر چلتے ہیں اس بابت گھر جا کر ہی بات کرتے ہیں۔"

حسن جو ابھی ابھی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا تھا اس کا سخت لہجہ محسوس کرتے متانت سے بولا تو عشب نے سر جھٹکتے گاڑی ایک جھٹکے میں گھر کی جانب بڑھائی تھی۔ حسن نے بے ساختہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے اشارے میں ہی خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد ان کی گاڑی جوں ہی پورچ میں رکی۔ وہ ان دونوں کی تلقید میں اندر کی جانب بڑھی تھی۔ اس نے بیچاگی سے حسن کی جانب دیکھا تھا کیونکہ عشب کے تیور بہت خطرناک محسوس ہو رہے تھے۔

بھگتو اب خود ہی۔ میں پہلے بھی یہ بات تمہیں باور کرا چکا ہوں کہ بھائی غصے کے " بہت تیز ہیں۔ اپنے کام میں کوتاہی انہیں کسی صورت برداشت نہیں ہے لیکن "تم نے ہمیشہ ان کی بات کو رد ہی کیا ہے۔

وہ اپنا سر کھجاتے عام سے لہجے میں بولا تو علایہ نے منہ بنایا تھا۔ اندر لاؤنج میں پہنچتے ہی ان دونوں نے عشب کو لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے پایا تھا۔

"کس سے پوچھ کر یونی گئی تھی اکیلی۔"

اس نے پتھریلے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ علایہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"وہ میں ایک ضروری لیکچر تھا اسی لیے۔"

اس نے اپنی جانب سے بات بنانی چاہی۔ عشب نے تمسخرانہ انداز میں اسکی جانب دیکھا۔

کونسا ضروری لیکچر تھا محترمہ صبح کا پاگل کر چھوڑا ہے۔ ہمارا پروفیشن ہی اس طرح "کا ہے کہ ہمیں ہمہ وقت دھڑکا لگا رہتا ہے لیکن آپ نے تو نہ سننے کی قسم کھائی "ہوئی ہے۔"

اس کے انداز پہ علایہ نے کھسیاتے چہرہ جھکایا تھا معاً اسکی پروفیشن والی بات پہ اس نے شک بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

کونسا پروفیشن بھئی۔ یہ چہرے پہ چہرہ لگا کر گھومنا۔ دوسروں کو بے وقوف بنانا۔ ان "کے جذبات کے ساتھ کھیلنا۔

وہ ناگواری سے بولی۔ حسن نے اس کے تڑخ کر بولنے پہ اپنا سر پیٹا تھا۔ عشب کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

میں نے اپنی خوبیاں نہیں پوچھی آپ سے مجھے جواب چاہیے کہ یونی کس لیے گئی "تمہی وہ بھی بغیر کسی کو اطلاع دیے۔

وہ اسے تیکھے چتوڑوں سے گھورتا ہوا اپنی بات پہ زور دے کر بولا۔

"وہ میں عفیفہ کا چچھا کرنے گئی تھی آج۔"

اس نے اپنی تمام ہمت مجتمع کرتے اس دن والی ساری بات اس کے گوش گزار دی۔

"کس خوشی میں محترمہ۔"

وہ دھیمے لہجے میں غرایا۔ اس لڑکی کو شاید اپنی جان پیاری نہیں تھی۔ علاوہ نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا کیونکہ اب جو وہ اسے بتانے والی تھی وہ ضرور اس کو جان سے مار ڈالتا۔

وہ میں نے کل آپ دونوں کی باتیں سن لی تھی۔ پلیز سوری ہاں۔ ایسے کوئی ارادہ تو نہیں تھا میرا۔ ہاں شک تو ہوا تھا آپ پہ لیکن میں نظر انداز کر گئی تھی لیکن کل وہ باتیں سن کر میرا شک یقین میں بدل گیا تھا کہ آپ لوگ میرے بابا کی طرح کی "فوج میں کام کرتے ہیں اور یہاں آپ کسی مشن کی بدولت آئیں ہیں۔"

اس نے چہرہ جھکائے دھیمے لہجے میں بولتے گویا اپنی غلطی کا اعتراف کیا تھا۔ عشب اور حسن نے بھرپور سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جو دین سے بھی دس ہاتھ آگے تھی۔

آپ جانتی ہیں کہ ہمیں یہ الاؤ نہیں کہ خود کے متعلق کسی کو بھی بھنک بھی "پڑنے دیں یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے یہاں تک کہ ہمارے کسے فیملی ممبر کو بھی اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ ہم لوگوں کیلئے سب سے پہلے ہمارا جان سے عزیز ملک ہے۔ خیر اب آپ جان گئی ہے تو یہ بات آپ تک ہی رہنی چاہیے ہم اس معاملے میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے ہیں۔ اتنا تو اپنے بابا سے آپ نے سیکھا ہی ہوگا۔ اور محترمہ اسے جذبات سے کھلوار کرنا نہیں اسے پروفیشن کہتے ہیں۔ ہم کوئی عام انسان نہیں ہیں بلکہ ہم فوج میں ہونے کے ساتھ "ساتھ خوفیہ ایجنسی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

اس نے تھک ہار کر بالاخر اس کی سماعتوں پہ بم پھوڑا تھا۔ وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے ان دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو اب قدرے پرسکون تھا۔ اس نے بغور ان دونوں کے حلیے کا جائزہ لیا تھا۔ فوجی کٹ بالوں کو دیکھتے اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک میں اضافہ ہوا تھا۔

"کاش میں بھی فوج میں ہوتی۔"

اس کی حسرت آمیز آواز پہ وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئے جو ابھی بھی اپنے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔

ویسے کیا میری ہائیٹ اور میرا فگر ایسا ہے کہ میں فوج میں آرام سے جوائن "اگر سکوں۔"

وہ چمکتی نگاہوں سمیت عشب کو دیکھتے ہوئے بولی۔ حسن نے عشب کے تاثرات دیکھتے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔

محترمہ آپ خود کو سنبھال لیں پلیز۔ مزید آپ کی کسی مہربانی کی ضرورت نہیں۔"

"ہے۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتے عاجزانہ لہجے میں بولا۔ علایہ کے لبوں سے مسکراہٹ فوراً سے پہلے سمٹی تھی۔ وہ سراسر اس کا مذاق اڑا رہا تھا کھڑوس انسان۔

وہ تقریباً پندرہ منٹ کی ریش ڈرائیونگ کے بعد اس سکول کے باہر کھڑا جزاء کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ تھی کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں پہ سیاہ رنگ کی گاگلز لگاتے گاڑی سے باہر نکل آیا اور ناجانے کیا سوچتے سکول کی جانب چل دیا۔ سکول کی بوسیدہ عمارت کو دیکھتے اسے حیرت ہوئی تھی کہ بچے ایسی جگہ پہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ سونے پہ سہاگہ وہ لڑکی بھی اس جگہ پہ تعلیم حاصل

کر رہی ہے۔ ناجانے کیا سوچتے ہوئے وہ سکول کی جانب چل دیا تاکہ اندر جا کر معلومات حاصل کر سکے۔

"ہاں جی بھائی صاحب کدھر۔"

سکول کے گیٹ پہ کھڑا گارڈ اسے پوری شان سے اندر جاتا دیکھ سختی سے بولا۔ دین نے آنکھوں سے گاگلز اتارتے اس کی سمت سنجیدگی سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے نکلتی شعلوں کو دیکھتے وہ گارڈ بھی ایک لمحے کیلیے بوکھلا گیا۔ اس نے کھسیاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

صاحب جی میں پوچھ رہا تھا کہ اس بوسیدہ سے سکول میں آپ جیسے شاندار ""
"شخص کا کیا کام۔"

وہ اس کی شرربار نگاہیں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے فوراً سے پہلے بات بناتے ہوئے بولا تو دین نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اندر میری ایک کزن پڑھاتی ہیں انہیں لینے جانا ہے اور پرنسپل سے بھی کچھ "ضروری بات کرنی ہے۔"

اس کے بولنے کے انداز سے قائل ہوتے اس گارڈ نے فوراً سے بیشتر اسے اندر جانے کی اجازت دی تھی۔ وہ ایک گہری نگاہ اس گارڈ پہ ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اندر پہنچتے ہی اس نے ایک طائرانہ نگاہ پورے سکول پہ دوڑائی تھی۔ ایک ناگواری سی اس کے تن بدن میں دوڑ گئی۔ شکر تھا کہ کل اس لڑکی نے اس سکول کے بابت ذکر کر دیا تھا ورنہ اسے ڈھونڈنا بے تحاشہ مشکل ہو جاتا۔ اسے ان کے گھر جانا بالکل مناسب نہیں لگا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کی ماں مزید کچھ غلط اخذ کریں تبھی خود کو باز رکھ گیا تھا۔ اپنی وہ دونوں ہاتھ جیب میں اڑستے انہی سوچوں میں غلطاں تھا معاً نسوانی آواز پہ وہ اپنے حواس بحال کرتے چونک کر دائیں جانب متوجہ ہوا جہاں ایک لڑکی تجسس بھری نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھ رہی

تھی۔ اس نے فقط بھنویں اچکانے پہ اکتفا کیا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ کیا ہوا وہ لڑکی اس کے یوں متوجہ ہو جانے پہ ایک لمحے کیلئے سٹپٹا کر رہ گئی۔

"وہ آپ کو کس سے ملنا ہے۔"

اقراء نے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ دین کو سمجھ نہ آئی کہ عین اسی لمحے اسے کیا جواب دے۔

"وہ مجھے پرنسپل سے ملنا ہے۔"

لگے ہی لمحے جو اس میں دماغ میں آیا اس نے بول دیا۔ اقراء نے کسی بچے کے گارڈین ہونے کا سوچتے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور اسے اپنی تلقید میں آنے کا اشارہ کیا۔ راہداری عبور کرتے ہی اس نے ایک چھوٹے سے کمرے کی جانب اشارہ کیا جس کے باہر پرنسپل کے نام کی تختی بھی لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکتے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ ایک گرمی پر تپش نگاہ سرتاپا اس پہ ڈالتے مسکراتے ہوئے وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی دین کو

پریشانی ہونے لگی کیونکہ اسے تو پرنسپل کا نام لے کر چکما دے دیا تھا لیکن اب اندر جا کر ان سے کیا بات کرے گا نا ہی اسے اس لڑکی کا نام ٹھیک سے یاد تھا۔ ہاں کل اس کی ماں نے سرگوشی میں اس کا نام لیا تھا لیکن فلحال اس کے دماغ میں بالکل نہیں آ رہا تھا۔ وہ گہرا سانس بھرتے اپنے حواس پرسکون کرتے دروازہ ناک کمر گیا۔ اندر سے آنے والی کم ان کی آواز نے اس نے دروازے کی ناب گھماتے جوں ہی اندر قدم رکھے وہ سامنے ہی کرسی پہ بیٹھی کسی سے باتوں میں محو تھی۔ وہ ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اپنے آپ پہ تف بھیجنے کو جی چاہ رہا تھا اس کو۔

"جی مسٹر۔"

پرنسپل کی آواز پہ وہ جو پورے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا چونک کر ان کی جانب دیکھنے پہ مجبور ہوا۔

"وہ مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔"

اس کے بات کرنے کے انداز سونے پہ سہاگہ اس کی شاندار شخصیت سے مرعوب ہوتے انہوں نے افراتفری میں سامنے بیٹھی لڑکی کو اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

چلیں مس جزاء اب آپ جاسکتی ہیں لیکن خیال کیجیے گا کہ اب آئندہ کسی کی "کمپلین نہ آئے۔"

وہ گہری سنجیدگی سے گویا ہوئی شاید وہ اس پہ اپنا اچھا امپریشن چاہ رہی تھی۔ جزاء ان کی بات پہ اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی مگر مڑتے ہی جوں ہی اس کی نگاہ دروازے پہ ایستادہ شخص پہ پڑی اس کا رنگ سرعت سے فوق ہوا تھا۔ مقابل کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا وہ بھی آنکھوں میں شناسائی کی رمق لیے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"مس جزاء۔"

میڈیم نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے پکارا جو اس شخص کو دیکھتے زمین پہ ہی جم گئی تھی۔ جزاء ان کی بات پہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی تھی۔

"جی آپ بتائیے کس سے ملنا ہے آپ کو۔"

میڈیم نے جزاء کو فلحال نظر انداز کرتے براہ راست اسے مخاطب کیا تو دین نے ایک گہری نگاہ جزاء پہ ڈالی تھی جو خالی الذہن سے زمین کو گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

وہ دراصل میں جزاء کو لینے آیا ہوں۔ یہ میری کمزن لگتی ہیں رشتے میں۔ ان کی "والدہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اسی بدولت۔"

وہ شائستگی سے گویا ہوا۔ اس کے بولتے ہی جزاء کو ایسا محسوس ہوا جیسے ساتوں آسمان اس کے سر پہ آن گرے ہو۔ اس نے ایک جھٹکے سے رخ موڑتے اس کی جانب دیکھا۔ اس کے برعکس میڈیم حیرت سے جزاء کی جانب دیکھ رہی تھی جس کا رہن سہن لباس کسی طرح بھی کسی امیر گھرانے کی جانب اشارہ نہیں کر رہا تھا انہیں اس بات کی بھی حیرت تھی کہ اگر وہ کھاتے پیتے گھرانے سے ہے تو پھر وہ

اس سکول میں کیوں پڑھا رہی تھی اقراء نے تو انہیں جزاء کے متعلق کچھ اور ہی بتایا تھا۔

"کیا ہوا امی کو۔"

وہ بے چینی سے اس کی جانب لپکی اور اس کا بازو اپنی گرفت میں لیتے رندھے لہجے میں بولی۔ دین نے دل ہی دل میں اپنی ہمت کو داد دی تھی کیونکہ وہ اب باقاعدہ طور پہ بری طرح رونا شروع ہو چکی تھی۔ اس نے پریشانی سے میڈیم کی جانب دیکھا جو خود حیرت سے جزاء کی جانب دیکھ رہی تھی کہ کیسے وہ بے تکلفی سے اس کا بازو تھامے کھڑی ہے۔ اس کی ابتر حالت دیکھتے انہوں نے گھر جانے کی اجازت دینا ہی بہتر سمجھا تھا معاً کمرے کی دروازے پہ کھٹکے کی آواز پہ انہوں نے اندر آنے کی اجازت دی تو چونکیدار ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا۔

"یہ لیں جی جزاء میڈیم آپ کی گرما گرم چائے۔"

اس کی آواز پہ دین نے ماتھے پہ شکنیں سجائے اس کی جانب دیکھا۔ جزاء نے بھی ایک پل کو ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا اور دوسرے ہی پل دین کی جانب دیکھا جو حیرت سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔ جزاء کو سمجھ نہیں آئی کہ اس اچانک صورتحال میں کیا کریں۔

"میں کل پی لوں گی۔ آپ پلیز مجھے امی کے پاس لے چلیں۔"

وہ دو منٹ کچھ سوچنے کے بعد اسے انکار کرتی دین سے منت کرنے والے انداز میں بولی۔ دین نے پرسوچ نگاہوں سے اس چوکیدار کا اترتا چہرہ دیکھا تھا۔

میڈیم جی خاص آپ کیلئے بنائی تھی۔ آپ خود ہی تو کہتی ہیں کہ آپ کا دن نہیں "اگرزتا چائے کے بغیر۔"

اس کی بسورتی آواز پہ جہاں جزاء کا رنگ اڑا تھا وہی دین کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اس نے جھٹکے سے جزاء کی جانب دیکھا جو خود اس اچانک صورتحال پہ کپکپا رہی تھی۔ اس کی

کل والی حالت یاد کرتے دین نے کچھ غلط ہونے کا احساس پہ بے ساختہ اپنا ماتھا مسلاتھا اور ایک قہر برساتی نگاہ اس چوکیدار پہ ڈالی تھی۔

"چلیں مس جزاء۔"

وہ دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔ جزاء نے اس کے سخت لہجے پہ بے ساختہ جھرجھری لی تھی۔ اس نے آنکھوں میں پانی لیے اس کی جانب دیکھا جواب لمبے لمبے دگ بھرتا باہر کی جانب جا رہا تھا اس کے برعکس چہرہ سیاٹ تھا۔ وہ بھی شرمندگی سے چہرہ جھکائے اسی کی تلقید میں باہر کی جانب چل دی کیونکہ ابھی اسے نادیہ بیگم سے ملنا زیادہ ضروری تھا۔ اوپر والے پورشن میں کھڑی اقراء نے صدمے کی کیفیت میں ان دونوں کو ایک ساتھ قدم سے قدم ملاتے باہر کی جانب جاتے دیکھا تھا۔ اس کی تجسس بھری نگاہیں انہی کی پشت پہ جمی تھی جبکہ وجود میں غصے کے بھانپھڑ جل رہے تھے۔ اس نے اشتعال کے عالم میں مٹھیاں بھینچی تھی۔

وہ لڑکا کون تھا اور جزاء اس کے ساتھ کیوں گئی تھی ایک یہی بات اسے آگ لگانے کو کافی تھی۔

باہر نکلتے ساتھ ہی دین نے نگاہیں دوسری جانب کیے ہی اس کے لیے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولا تو وہ حلق تر کرتے خاموشی سے بیٹھ گئی۔ آنسو تو اتر آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ دین نے اپنی جگہ سنبھالتے ہی گاڑی کا گئیر بدلا تھا اور گاڑی جہاز کی سی تیزی سے دھول اڑاتی وہاں سے نکلی تھی۔

جزاء نے انگلیاں چٹختے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات خطرناک حد تک سپاٹ تھے۔ اسے پریشانی ہونے لگی اگر اس نے نادیہ بیگم کو اس متعلق کچھ بتا دیا تو ان کی طبیعت مزید خراب ہوگی لیکن وہ ابھی اسے روکنے کی بھی کوتاہی سرزد نہیں کر سکتی تھی۔

معاً اس کی نگاہ ونڈ سکرین سے باہر دوڑتے انجان مناظر پہ پڑی اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہ اسے کہاں لے جا رہا تھا۔

"بات سنیں۔"

اس کی سرسراقتی ہوئی آواز نکلی تھی۔ دین نے سختی سے لب آپس میں پیوست کیے۔

"کچھ نہیں سننا میں نے۔ اپنا منہ بند رکھیں بس۔"

اس نے جارحانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تو وہ گاڑی سے لگی سہمتے تھر تھر کانپنے لگی۔ دین کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیوں اس قدر غصہ دکھا رہا ہے مگر جب جب وہ اس کی معصوم صورت دیکھ رہا تھا اشتعال نئے سرے سے امنڈ کر باہر آ رہا تھا۔ جزاء نے مشکل اپنی سسکی روکی تھی۔ ایک تو وہ ناجانے کہاں جارہی تھی اوپر سے وہ اسے کچھ بولنے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔

کچھ لمحوں کی توقف کے بعد اس کی گاڑی ایک شاندار طرز کے فلیٹ کے سامنے رکی تھی۔ جزاء کی آنکھوں میں خوف لہرایا تھا۔ اس نے ترچھی نگاہوں سے دین کی جانب دیکھا جو شاید کسی کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اس کے گاڑی سے نکلتے ہی جزاء کے ذہن

میں کچھ کوندا تھا۔ اس نے سرعت سے گاڑی کا دروازہ کھولتے وہاں سے بھاگنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی دین برق رفتاری سے عقب سے ہی اس کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لیتے اس کی کوشش کو ناکام بنا چکا تھا۔

پلیز مجھے جانے دیں کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں " ہوں۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولی۔ دین نے جبرے بھینچتے اس کی جانب دیکھا جو شاید اسے ہی کل کا غلط گردان رہی تھی تبھی بار بار اسے اپنے اچھا ہونا باور کرا رہی تھی۔

محترمہ میں بھی ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں نا ہی تم جیسی لڑکیوں میں کوئی دلچسپی " ہے اسی لیے بہتر ہے کہ مجھے سختی کرنے پہ مجبور مت کرو اور چپ چاپ اندر چلو۔ کچھ سوالات کرونگا اگر سچ سچ جواب دے دیا تو اگلے گھنٹے میں تم اپنے گھر ہوگی " لیکن اگر ذرا سی بھی ہوشیاری دکھائی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا سمجھی۔

وہ اس کی ایک ہی بات سے اکتاتے اس کے وجود کو جھٹکا دیتے دھیمے لہجے میں غرایا۔ جزاء کے حلق سے چیخ بے ساختہ تھی جو دین نے اس کے لبوں پہ ہاتھ جماتے اس کی چیخ کو حلق میں ہی دبا دیا تھا۔

اور اسے کھینچتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ جزاء سرخ چہرے سمیت اس کے ساتھ ہی کھینچتی چلی جا رہی تھی۔

"ادھر بیٹھو۔"

اس نے سرد مہری سے اسے مخاطب کیا تو جزاء نے خاموشی سے وہی پاس رکھے صوفے پہ جگہ سنبھالی تھی۔ دین نے سامنے ہی بنے اعلیٰ پائے کے اوپن کچن میں جاتے ڈسپنسر سے پانی گلاس میں انڈیلتے دوبارہ اس کی طرف آیا اور اس کی جانب گلاس بڑھایا تھا۔ جزاء نے سرخ ہوتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور بے رخی سے چہرہ پھیر لیا۔

محترمہ میں یہاں تمہارے نخرے اٹھانے کی بدولت نہیں لایا۔ پینا ہے تو پیو نہیں"

"تو میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ۔"

وہ اس کے ایٹیٹیوڈ دکھانے پہ جی بھر کر تلملایا تھا تبھی کلاس سینئر ٹیبل پہ پٹختے غصے میں بولا۔ جزاء اس کے لہجے پہ بدک کر صوفے سے جا لگی۔

دین نے گہرا سانس بھرتے اپنے اعصابوں پہ قابو پایا تھا ناجانے کیوں اس لڑکی کو دیکھتے اس کا غصہ نئے سرے سے عود آتا تھا۔

"چلو شروع کرو اب۔"

اس نے تحکم بھرے لہجے میں صوفے سے پشت ٹکاتے کہا۔ جزاء نے ہونقوں کی طرح اس کی سمت دیکھا۔

"کیا شروع کرو۔"

اس نے حلق تر کرتے استسفار کیا۔ دین نے اکتا کر اس کی جانب دیکھا جو کس قدر بھولی لگ رہی تھی۔

"ڈانس۔"

اس نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے یک لفظی جواب دیا۔ جزاء کی رنگت ایک لمحے میں اڑی تھی۔ دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا تھا۔

پلیز مجھے گھر جانے دیں پلیز۔ آپ یہاں کیوں لے آئیں ہیں مجھے امی پریشان"

"ہو جائیں گی۔"

وہ روتے روتے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ گئی۔

چلو شروع ہو گیا تمہارا میلو ڈرامہ۔ خدا را یہ ٹسوے بہانا بند کرو اور شروع سے آخر"

تک اپنی زندگی کے متعلق بتاؤ۔ کہاں سے آئی ہو تمہارا باپ کہا ہے اس سکول میں

"جواب کب سے کر رہی ہو۔ اور اس چائے کا کیا سین ہے۔"

اس نے ساری بات سنجیدگی سے بتاتے آخر میں چائے کا ذکر کرتے جتنا ننگا ہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ جزاء خانوشی سے چہرہ جھکا گئی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کہاں سے شروع کریں۔ اسے اپنے بچپن کا زیادہ کچھ یاد نہیں تھا بس اس حادثے کے علاوہ۔ جس نے اس کی پوری زندگی بدل کر رکھ دی تھی۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میں اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی ماما کے "ساتھ۔ باپ کی شفقت تو کبھی محسوس ہی نہیں تھی۔ نا ہی امی نے اس متعلق "کبھی ذکر کیا ہے۔

اس نے یہ بتاتے اپنی سسکی روکی تھی۔ دین نے خاموش نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو بے دردی سے اپنی انگلیاں مسل رہی تھی۔

ماموں کی وفات کے بعد مامی نے ہمیں گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد در بدر "اکی ٹھوکریں تھی اور ہم۔"

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ دین نے ہاتھ کی مسٹی بناتے لبوں پہ جمائی تھی۔

پھر امی کی ایک دوست نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ کچھ دیر تو سکون سے "رہے پھر ان کے ہسپینڈ کی گندی نگاہیں ہمہ وقت طواف کرتی رہتی تھی امی کے۔ وہ بہت گندے انکل تھے آتے جاتے ماما کو چھیڑتا۔ ان کو پاپا کے طعنے

دینا۔ میں چھوٹی تھی کچھ بول نہیں سکتی تھی اس حق میں۔ امی نے سلائی کا کام شروع کیا تھا پھر اس سے جو جمع پونجی اکٹھی ہوئی تھی ہم نے یہ چھوٹا سا گھر خریدا تھا اور وہ دن گیا اور آج کا دن ہم اسی گھر میں رہ رہے ہیں۔ آسائشیں کیا ہیں "بلکل اندازہ نہیں ہے۔"

وہ تفصیل بتاتے ساتھ ہی دونوں ہاتھ منہ پہ جماتے ہچکیوں سے رودی تھی۔ دین نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔ کچھ دیر تو لاؤنج میں خاموشی چھائی تھی معاً دین کی بھاری آواز لاؤنج کی فضا میں گونجی تو روتی ہوئی جزاء نے چہرہ اٹھاتے اس کی سمت دیکھا اور دوبارہ نگاہیں سامنے دیوار پہ جمالی تھی۔

"اس سکول میں جاب کب سے شروع کی تھی۔"

اس کے بھاری لہجے میں جزاء کا خون خشک ہوا۔

گھر میں پیسوں کی فراوانی تو تھی نہیں تو ظاہر کی بات ہے کہ اسی بدولت کی تھی "نا۔ کھانے پینے تک کی قلت تھی۔ مجھے اپنے کھانے پینے کا کچھ نہیں مجھے بس امی کی دوائیوں کیلئے پیسوں کی ضرورت تھی۔ وہ بہت بیمار رہتی ہیں اور میرے سر پہ واحد سہارہ وہی ہے میں انہیں کسی قیمت میں نہیں چھوڑنا چاہتی۔ میرا قیمتی سرمایہ وہی ہیں۔ اسی لیے پہلے جاب کی تلاش میں بہت گھن چکر بنی تھی لیکن ہم جیسے غریبوں کا بھلا کون ہونے دیتا ہے۔ کسی نے مدد نہیں کی۔ میری پڑھائی کسی کام نہیں آئی میری پھر اپنی ایک دوست کے توسط سے اس سکول میں جاب شروع کی "تھی تاکہ امی کا چیک اپ وقت رہتے ہو جائے۔"

وہ بوجھل لہجے میں مزید بولی۔ دین کو حیرت ہوئی تھی اتنا سب سہنے کے باوجود وہ بظاہر تو مضبوط دکھتی ہے۔ جزاء نے ایک نظر پورے گھر میں دوڑائی۔ ناجانے کیوں ایک دم سے پورے جسم میں بے چینی شروع ہو گئی تھی۔ اس نے بے چینی سے دین کی جانب دیکھا جو گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے بازو سہلاتے سامنے رکھی میز سے پانی کا گلاس اٹھاتے لبوں سے لگایا تھا۔ یہ کرتے ہاتھ بری طرح کپکپا رہے تھے۔ دین نے بغور اس کی حرکت کو محسوس کیا تھا۔ وہ ایک دم صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور وہ چالے۔"

وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آیا اور دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے سرد مہری سے بولا۔

"وہ کلک۔ کچھ نہیں۔"

اس نے ہکلاتے لہجے میں جواب دیا۔ آنسو ایک بار پھر باہر نکلنے کو بے تاب تھے۔ دین نے افسوس بھری نگاہ اس پہ ڈالی تھی جس کی حالت ابتر سے ابتر ہوتی جا رہی تھی۔

"مجھے جواب چاہیے کیوں اس چائے کی اس قدر طلب ہوتی ہے تمہیں۔"

وہ اب کی بار سختی سے اس کا بازو جکڑتے غرایا۔ جزاء نے آنکھیں سختی سے میچیں تھیں۔

مجھے کچھ نہیں معلوم کیوں میں اس چائے کو لے کر اتنی پاگل ہوتی جا رہی "

ہوں۔ مجھے وہ ایک دن بھی نہ ملیں تو میں پاگل سی ہونے لگتی ہوں۔ جسم میں

"کانٹے سے چبھنے لگتے ہیں۔ بہت درد ہوتی ہے۔

وہ اپنے سر کے بالوں کو مسٹھی میں جکڑتے ہوئے بولی۔ ڈوپٹہ سر سے اترتے

شانوں پہ ڈھلک آیا تھا۔ دین نے مشکل اپنے اشتعال پہ قابو پایا تھا۔

"کون دیتا تھا وہ چائے تمہیں۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ بظاہر نرم لہجے میں بھی سختی پہناں تھی۔ جزاء نے ہاتھوں کو مسلتے اس کی سمت دیکھا۔

"وہ۔ وہی چوکیدار۔"

اس نے حلق تر کرتے جواب دیا۔ دین نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ماتھے کی رگیں بری طرح ابھری ہوئی تھی۔ چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

جانتی ہو کس مرض میں مبتلا ہو گئی ہو تم۔ نشے کی لت میں۔ نشے کا عادی بنادیا۔
ہے ان لوگوں نے تمہیں۔ تمہارا تو سکول میں بند کرواتا ہوں۔ عمر دیکھو اپنی۔ اتنی
"چھوٹی عمر میں یہ سب۔ اف یا خدایا۔

وہ بے بسی و بے کسی سے بولا۔ جزاء نے سرعت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

دین نے اس کے جواب کو کسی کھاتے میں نالاتے باہر کے جانب قدم بڑھائے
تھے۔ گاڑی میں جگہ سنبھالتے ہی دین نے گاڑی کو اس کے گھر کی جانب بڑھایا
تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی کچے علاقے میں داخل ہوئی تو دین
نے اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہاں کے لوگ حیرت سے اس شاندار شخصیت
کے عالم انسان کو دیکھ رہے تھے جو جزاء کے عین پیچھے ناک کی سیدھ میں اس
کے گھر کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

"ارے آگئی میری بچی۔ بیٹا آپ۔"

نادیہ بیگم نے جزاء کو دیکھتے اپنی باہیں واں کی تھی مگر اس کے عقب میں آتے دین کو دیکھتے انہوں نے تحیر زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے استسفا کیا۔ انہوں نے ایک نظر جزاء کو دیکھا جس کا چہرہ رونے کی بدولت بے تحاشہ سرخ ہو رہا تھا۔ وجود ابھی بھی ہچکولے بھر رہا تھا۔ انہیں باقاعدہ پریشانی ہونے لگی اس کے یوں برے طریقے سے رونے سے۔

"اسے کیا ہوا بیٹا۔"

انہوں نے تفکر زدہ نگاہوں سے جزاء کو دیکھتے دین کو مخاطب کیا۔ دین نے پیشانی مسلتے نفی میں سر ہلایا۔

آئی اب آپ کو انہیں سکول بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ راستے میں کچھ " غنڈے بدمعاش لوگ تھے جو انہیں چھیڑ رہے تھے۔ اگر میں آج وہاں نہیں پہنچتا تو خدا نخواستہ کچھ غلط ہو جاتا۔ بس آپ نے ایک بات کا خیال کرنا ہے کہ کچھ بھی "ہو جائے انہیں باہر نہیں نکلنے دینا ورنہ ان کے حق میں بہت برا ہوگا۔

وہ سختی سے انہیں تاکید کرتا ہوا بولا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ سچ ان تک کیسے پہنچائے۔ اگر وہ ابھی سنبھل جاتی تو نادیہ بیگم کو کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں پڑنی تھی تبھی انہیں جھوٹ کا سہارہ لیتے آگاہ کیا تھا۔ جبکہ جزاء تعجب سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی جو اس کی کوتاہیوں پہ کیسے پردہ ڈالے ہوئے تھا۔ وہ منہ پہ

ہاتھ جھاتے بھاگنے والے انداز میں اپنے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ نادیہ بیگم نے روتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

بہت شکریہ بیٹا جی۔ بہت بڑی مشکل سے بچایا ہے آج آپ نے ورنہ ناجانے کیا ہو جاتا۔

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ دین نے بے ساختہ آگے بڑھتے انہیں اپنے حصار میں لیتے ان کا ماتھا چوما تھا۔

پلیز بار بار مجھے ایسے شرمندہ مت کیا کریں۔ آپ میں مجھے اپنی ماں دکھائی دیتی ہے۔ اور ویسے بھی میری ماما کہا کرتی تھی کہ جب آپ دوسروں پہ مہربان ہوتے ہو

نا تو اللہ آپ پہ مہربان ہوتا ہے۔ آپ بس یہ دعا کیجیے گا کہ ہم جس کام کو کرنے کیلئے کوشاں ہیں اس میں کسی بھی قیمت میں سرخرو ہو جائیں۔

وہ ان کے جھڑیوں زدہ ہاتھ تھامتا ہوا بولا۔ نادیہ بیگم کی نگاہوں میں ماضی کا ایک جملہ گونجتا تھا۔ معاً وہ نم مسکراہٹ سمیت اس کا ماتھا چوم گئی تھی۔

"وہ ذات آپکو کامیابی عطا کریں۔ میری دعائیں ہمیزہ آپ کے ساتھ ہیں۔"

وہ نم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کپکپاتے لہجے میں بولی۔ دین نے حیرت سے ان کے بالوں میں اترتی چاندی کو دیکھا تھا کیونکہ جزاء کو دیکھتے ان کی عمر اتنی زیادہ بالکل نہیں لگتی تھی۔ پھر ناجانے اسے کیا ہوا وہ ایک الوداعی نگاہ ان پہ ڈالتے

وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ چہرہ ایک بار پھر سپاٹ ہو چکا تھا۔ اب اس کا رخ ایک بار سکول کی جانب تھا۔

بجلی گرانے میں ہوں آئی۔

کہتے ہیں مجھ کو ہوا ہوئی۔

وہ کچن میں کھڑی اپنے لیے کافی بناتے ساتھ ساتھ زور و شور سے گنگنانے میں بھی مصروف تھی۔ عشب جو کسی کام کے سلسلے میں میٹنگ روم کی جانب جا رہا تھا

گلہ پھاڑتی آواز پہ اس نے تعجب سے کچن میں جھانکا جہاں وہ کھلی سی ٹی شرٹ
ساتھ ٹراؤڈر پہنے کانوں میں ہینڈ فری لگائے گنگنا نے میں مصروف تھی۔ عشب اس
کی حرکتوں اور پہناوے پہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔ اس لڑکی کا واقعی کچھ نہیں ہوسکتا
تھا۔

اوئی اوئی اوئی اوئی۔

عشب نے جارحانہ انداز میں اس کی جانب قدم بڑھاتے اس کے کانوں سے ہینڈ
فری کھینچ کر اتاری تھی۔ علاوہ جو کپ میں کافی پھینٹ رہی تھی اس اچانک ہوئی
افتاد پہ چونک کر عقب میں دیکھنے پہ مجبور ہوئی جہاں وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے
کینہ توڑ نگاہوں سے اسے ہی گھورنے میں مصروف تھا۔

"کیا ہوا۔"

اس نے ہونق پن سے استسفار کیا۔ عشب اس کی بے نیازی پہ عشب عشب کر اٹھا۔ اس لڑکی نے اس کا ضبط آزمانے کی ٹھانی ہوئی تھی۔

"کچھ اردگرد کا ہوش رہتا ہے یا نہیں آپکو۔"

وہ سختی سے بولا۔ علایہ نے منہ بسوا تمہا اس کی بات پہ۔ بھلا وہ کیوں اردگرد کا ہوش رکھیں۔

لو میں بھلا کیوں ارد گرد کا ہوش رکھنے لگی۔ کونسا یہاں پہ دس بارہ لڑکیاں رکھی ہوئی۔
"ہیں۔ ایک تو اللہ کی گائے ناجانے کونسی دنیا میں گم ہے اور دوسرا یہ سانڈ۔"

اس نے حسن کو دل ہی دل میں لتاڑتے آخر میں اس کی جانب اشارہ کیا۔ عشب
خود کیلئے سانڈ لفظ سن کر دانت کچکچا کر رہ گیا۔

اس سے تو میں پنگا خود ہی نہیں لیتی مجھے تو یہ ہی ڈر ہوتا ہے کہ کہی غصے میں۔
ٹھڈا ہی نا ماردیں۔ وہ کیا ہے نا نازک سی جان ہو اتنا تشدد اپنی جان پہ برداشت
"نہیں کر سکتی۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولی۔ عشب نے گہرا سانس بھرتے اس کی سمت دیکھا۔ چہرے پہ افسوس پہنا تھا۔ یہ لڑکی اس کی سمجھ سے ہی باہر تھی۔

میرا بس نہ چلیں آپکو ٹھڈا تو دور اٹھا کر چھت سے ہی پھینک دوں۔ قصہ ہی تمام "
"ایک ہی دفعہ میں۔

وہ شرربار نگاہوں سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔ علایہ نے اس کی بات پہ بلند بانگ قہقہہ لگایا تھا۔

اتنی ہمت ہے کہ آپ مجھے چھت سے پھینک دیں خاںزادہ صاحب۔ ویسے ہمت "
ہے تبھی تو مجھے یہ دھمکی دینے کی جرأت کی ہے۔ خیر کوئی نہیں اس گھر میں پناہ

دی ہے مجھے تو اتنا تو آپ کا حق بنتا ہے۔ معاف کیا جائیں کیا یاد کریں گے کہ ایک "پرنسز علیہ تھی جس نے آپکو معاف بخشی تھی جو وہ کسی کو بخشی نہیں۔

وہ ایک ادا سے بال جھٹکتی اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالتے مسکاتے لہجے میں بولی۔ عشب کی نگاہیں اس کے گلابی پڑتے چہرے پہ جم کر رہ گئی تھی۔ اس نے بمشکل اپنے دغا دیتے دل کو سنبھالتے خود کو سرزنش کی تھی۔

"ایک کپ چائے میرے لیے بھی۔"

اس نے سنجیدگی سے کہتے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔ علیہ اس کے حکم چلانے پہ مٹھیاں بھیج کر رہ گئی۔

"آرڈر تو ایسے چلا رہے ہیں جیسے بڑے کوئی میرے شوہر لگے ہو۔"

وہ ماتھے پہ شکنیں سجائے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ عشب نے سٹیٹاتے سرعیت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"پلیز کچھ تو سوچ سمجھ کر بولا کریں علایہ بی بی۔"

وہ دانت پیستے ہوئے اپنی بات پہ زور دے کر بولا۔ علایہ نے اس کی بات کو گویا ہوا میں اڑایا تھا۔

کونسا میرے کہنے سے آپ نے بن جانا ہے۔ کبھی کبھی ہنس لینا چاہیے ہر وقت " "یہ سرّی ہوئی شکل دیکھ کر میرا خون سرّگیا ہے۔ آپ کا نہیں سرّا کیا اب تک۔

وہ بھولپن سے بولی۔ عشب نے اپنا سر پیٹا تھا کہ کس آفت کی پڑیا کو بلانے کی غلطی کر لی تھی سونے پہ سہاگہ اس کی جعلی معصومیت وہ جل بھن کر رہ گیا معاً ایک بار پھر اس کا حلیہ دیکھتے وہ جی بھر کر تلملایا تھا۔

آئندہ آپ مجھے اس گھر میں ایسے حلیے میں نظر نہ آئیں۔ اپنے گھر کی بات اور ہوتی " ہے لیکن یہاں خیال کیا کریں۔

اس نے دھیمے لہجے میں باز پرس کی۔ علاوہ نے حیرت سے منہ واں کیے اس کی جانب دیکھا اور پرسوچ نگاہیں اس کی جانب دوڑائی معاً کچھ سمجھ آنے پہ اس نے چمکتی نگاہوں سمیت مسکراہٹ دبائی۔

"کیوں ایمان دگمگاتا ہے کیا مجھے دیکھ کر۔"

وہ قہقہہ لگا کر مزے سے بولی۔ عشب کے کانوں سے باقاعدہ دھواں نکلنے لگا اس کے بے باک انداز پہ۔ اس نے ایک قرآلود نگاہ اس پہ ڈالی جو اب اپنے دھیان میں چولہے پہ چائے چڑھانے میں مصروف تھی۔ وہ سرخ چہرے سمیت خود پہ ہی ہزار بار تف بھیجتا تن فن کرتا باہر کی سمت بڑھ گیا۔

یہ ایک تاریک بوسیدہ سا کمرہ تھا جہاں ہر جانب ہو کا عالم تھا۔ کمرے میں کسی بھی قسم کی روشنی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ آدھ کھلی کھڑکی سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سیدھا اندر آتے اس شخص کی سماعتوں میں اتر رہی تھی جو اسے مزید وحشت زدہ کر رہی تھی۔ وہ مسلسل کرسی کو ہلاتے اپنا رسیوں میں بندھا وجود آزاد کرانے کی تگ و دو میں تھا لیکن اس کی کوشش مسلسل ناکام ہوتی جا رہی تھی۔ معاً چڑر کی آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ ہولے سے کھلا اور ناک کی سیدھ میں ہلکی سی روشنی نے کمرے میں احاطہ کیا تھا۔ کرسی پہ بندھے شخص نے اندر آنے کو دیکھنا چاہا تھا لیکن آنکھوں میں پڑتی روشنی کی بدولت وہ آنکھیں میچ گیا۔ وہ شخص اب اس کے عین مقابل آتے سامنے کرسی رکھتے اس پہ براجمان ہو رہا تھا لیکن وہ اس کی شکل دیکھنے سے قاصر تھا ایک تو تاریکی سونے پہ سہاگہ اس شخص کے منہ پہ لگا سیاہ رنگ کا ماسک۔ اس کے وجود میں کپکپی سی دوڑ گئی۔

"تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔"

وہ وحشت زدہ سا چلایا تھا۔ دین نے سرد نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اگر تو سچ بتاؤ گے تو تمہاری زندگی نہیں تو تمہاری موت۔"

اس نے موت آلودہ مسکراہٹ سمیت چمکتی نگاہوں سے اس کے قریب جھکتے سرگوشی کی تھی۔ اس چوکیدار نے سہم کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اسے مسکراتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بدک کر پیچھے کرسی سے جاگنا۔ مسلسل ہاتھ ہلانے کی بدولت وہ بھی اچھے خاصے زخمی ہو چکے تھے تبھی ان میں سے ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔

"کیسا سچ۔"

اس کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ اس کا آواز کا بھیکا پن ناجانے کیوں دین کو شدت سے محسوس ہوا تھا۔ اس نے ماتھے پہ شکنیں سجائے اس کی جانب دیکھا جسے اس قدر زندگیاں برباد کرتے ان کی بے بسی پہ رونا نہیں آتا تھا لیکن اب اپنی باری پہ وہ کس قدر کمزور ثابت ہوا تھا۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔

"اس سکول میں کیا کام کرتے ہو۔"

اس نے سختی سے چوکیدار کا جبراً اپنی گرفت میں لیتے استسفار کیا۔ اس کی آنکھیں دین کی بات پہ تحیر زدہ سی پھیلی۔

"میں چوکیدار کا کام کر رہا ہوں اور وہ بھی کافی عرصے سے۔"

اس نے ہچکی بھرتے بتلایا۔ دین نے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کے لہجے میں دین کو ناجانے کیوں جھوٹ کی آمیزش لگی۔

مجھے کیا چھوٹا سا بچہ سمجھ رکھا ہے جس کے ہاتھ میں لالی پاپ تھماؤ گے تو وہ " خاموشی سے ایک کونے میں جا کر بیٹھ جائے گا۔ میرے سوالات کا جواب دو مجھے وہ بھی بالکل سچ اگر ذرا بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو یہ کھولتا پانی تمہارے منہ "پہ ہوگا۔

وہ سرد مہری سے بولتے آخر میں دھاڑا۔ وہ تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچتے پھپھک پھپھک کر رو دیا۔

"میرا قصور کیا ہے۔ کیوں مجھے لایا گیا ہے یہاں اور تم کون ہو۔"

وہ بے بسی و بے کسی سے گویا ہوا۔

"اس سکول میں چوکیداری کے علاوہ کن غلط کاموں ملوث ہو۔"

اس نے اس کے قریب ہی جگہ سنبھالتے خود پہ قابو پاتے اپنا لہجہ حتی الامکان سنجیدہ ہی رکھا تھا۔

غلط کام۔ میں کوئی غلط کام نہیں کرتا سچ میں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔
مجھے ان کیلئے بہت ڈر لگتا ہے میں اپنے کام میں کوئی بے ایمانی نہیں کرتا سچ میں۔

وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتے روتے روتے بولا۔ دین کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ اس نے گہرا سانس بھرتے پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب خاموشی سے چہرہ جھکائے بیٹھا تھا۔

اس نے سیدھا مدعے کی بات کرنے کا سوچتے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔
 "کس کس ٹیچر کو اس نشے کا عادی بنایا ہے تم نے۔"

اس نے سپاٹ چہرے سمیت اسے مخاطب کیا۔ چوکیدار نے حلق تر کرتے اس کی جانب دیکھا جو اس پہ اس قدر گھناؤنا الزام لگا رہا تھا۔

دیکھیں اب آپ جو بھی ہیں میرے پہ الزام تراشی کر رہے ہیں۔ میں آپ کو ایک "بار آگاہ کر چکا ہوں کہ میں ان کاموں میں ملوث نہیں ہو تو بار بار ایک ہی بات دہرا "اگر کیوں میری ہی ذات کو میری ہی نگاہوں میں گرا رہے ہیں آپ۔"

وہ بھی اب پوری قوت سے چیخا تھا۔ دین نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔

تو پھر وہ جو چائے پلاتے پھرتے ہو ٹیچرز کو۔ اس کا کیا۔ جن کی زندگیاں اس میں "گھلی نشہ آور ادویات کی بدولت خراب ہو رہی ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے۔ جواب دو مجھے۔"

وہ اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے اس کے منہ پہ غرایا۔ وہ ایک دم کراہ کر رہ گیا۔

نہیں نہیں کبھی نہیں میں تو بس چائے دیتا ہوں۔ کافی عرصے سے چائے "بناتا ہوں تو سب کو بہت پسند ہے میرے ہاتھ کی چائے۔ مجھے تو بس خود کی "تعریف سنتے خوشی محسوس ہوتی ہے تبھی خوشی خوشی یہ کام کرتا ہوں۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولا۔ دین نے اس کے بالوں میں گرفت ڈھیلی کرتے تفکر زدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کا ایک ایک لفظ سچ ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ آج کل اتنے دشمنوں سے سامنا ہوا تھا لیکن کسی بھی ایسی حالت نہیں ہوئی

تھی جس طرح اس چوکیدار کی کچھ لمحوں میں ہی ہو گئی تھی۔ شدت سے عشب کی بات اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

اگر مجرم کا پتہ لگوانا ہے تو سب سے پہلے یہ محسوس کرو کہ آپ سے بات کرتے " ہوئے اس کی زبان کسی قیمت پہ نالڑکھڑائے مگر پھر بھی احتیاط ہمیں ہی برتنی ہے کیونکہ ہر کیس میں ایسا نہیں ہوتا۔

وہ اپنی پیشانی مسلتے کمرے میں ہی ٹہلنے لگا تھا۔ اس چوکیدار نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی گہری نگاہیں کسی نادیدہ نقطے پہ جمی تھی معاً ذہن میں جھماکہ ہوتے ہی وہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں اس کے نزدیک آیا تھا۔

چائے بنا کر سیدھا ٹیچرز کو دیتے تھے یا کوئی اور کام بھی کرتے تھے مطلب کسی " کے پاس حاضری لگوانا۔

اس نے متانت سے سوال کیا۔

میں چائے سارے کپوں میں انڈیلتے پہلے میڈیم کے آفس جاتا ہوں پھر باقی ٹیچرز کے پاس۔ اور ہاں تمام کپ پہ ٹیچرز کے نام کی چٹ بھی ہوتی ہے اور اس چیز کو "چیک کرنے کی ذمہ داری مس اقرء کی ہے۔"

اس نے تفصیل سے جواب دیا۔ دین نے پرسوج نگاہوں سے اسے دیکھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یہ اقرء کون ہے۔"

اس نے چونک کر استفسار کیا۔ چوکیدار نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

"وہ بھی سکول کی ایک ٹیچر ہیں کافی عرصے سے بچوں کو پڑھا رہی ہیں۔"

اس نے چہرہ جھکاتے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ دین اس کی بات پہ اثبات میں سر ہلاتے اس سے پہلے کہ باہر کی جانب بڑھتا اس کی آواز پہ دین کے قدم بے ساختہ زمین پہ ہی تھمے تھے۔

"مجھے تو چھوڑ دیں اب۔ میری بیوی بچے گھر پہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ گرگڑایا تھا۔ دین نے سختی سے اس کی بات رد کی تھی۔

ابھی کسی صورت تمہاری جان کی خلاصی ممکن نہیں ہے جب تک میں تمام سچ "اتک نہیں پہنچ جاتا۔

وہ پتھریلے لہجے میں بولتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ آج جو بھی تھا اسے کچھ بھی کرتے عشب کو اطلاع دینی تھی۔

"باس کیا حکم ہے۔"

پاشا کا خاص ملازم اس کے بلاوے پہ دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے چہرہ جھکائے اس کے حکم کا منتظر تھا۔ پاشا نے چمکتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ آج اس کے

چہرے سے سرشادی صاف طور پہ چھلک رہی تھی۔ اس کے ملازم نے بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔

"آج ایک خاص مہمان آرہا ہے یہاں۔"

اس نے معنی خیزی سے بولتے بائیں آنکھ دبائی۔ اس کے ملازم کے لبوں پہ بھی شیطانی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"وہ خاص مہمان لڑکا ہے یا لڑکی۔"

وہ آنکھوں میں الوہی سی چمک لیے بولا۔ اس کے لہجے سے ہی رال ٹپک رہی تھی۔ پاشا کا بلند بانگ قہقہہ اس سنائے ذدہ ہال میں گونجتے ارتعاش پیدا کر گیا۔ وہ پاشا کے یوں بے ہنگم انداز پہ ہنسنے پہ نخل سا ہوتے چہرہ جھکائے ہنس دیا۔

"وہ لڑکا ہو یا لڑکی تجھے اس سے کیا مطلب آتو وہ میرے لیے ہی رہا ہے۔"

وہ پراسرلایت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔ وہ اس کی بات پہ منہ بسور کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پہ چھائی اداسی کو محسوس کرتے ایک بار وہ قہقہہ لگا اٹھا۔

تو کیوں اداس ہوتا ہے میں جانتا ہوں تیرے وجود میں بھی ایک آگ سی لگی ہے " جسے بروقت نہ بجھایا گیا تو وہ مزید پھیلتے نقصان پہنچائے گی اسی لیے ایک ڈیل ڈن کرتے ہیں۔

پاشا کے سنجیدہ لہجے پہ اس نے تجسس بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔
"کیسی ڈیل باس۔"

اس نے بے چینی سے استفسار کیا۔

"آج کے دن میں روزی کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔"

وہ معنی خیزی سے بولتے سگار سلگاتے لبوں میں دباتے گہراکش لے اٹھا۔ اس کے ملازم کی آنکھیں اس کی بات پہ خطرناک حد تک پھیل گئی۔ اس نے پہلے تو

بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا معاً حوش و حواس ٹھکانے لگتے ہی وہ خباثت سے مسکراتے پاشا کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ پاشا اس کا والہانہ پن دیکھتے مشروب کا گلاس لبوں سے لگاتے ایک ہی گھونٹ میں پی گیا۔

"ڈارلنگ ہم کب نکل رہے ہیں۔"

معاً روزی کی مترنم آواز پہ ان دونوں نے بیک وقت اس کی جانب دیکھا جو ڈیپ ریڈ کلر کی ساڑھی میں جس کا گلہ خطرناک حد تک گہرا تھا۔ لبوں پہ گہرے سرخ رنگ کی لپ سٹک لگاتے وہ کسی کا بھی ایمان ڈگما سکتی تھی۔ ان دونوں نے شیطانی مسکراہٹ سمیت ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

وہ ایک ادا سے مسکراتی ہوئی پاشا کے ساتھ ہی صوفے پہ جڑ کر بیٹھ گئی۔

سوری روزی ڈارلنگ مجھے اپنے کسی کام کی بدولت کہی جانا پڑ رہا ہے ایمر جنسی "میں۔ رہی بات باہر گھمانے لے کر جانے کی تو میرا یہ وفادار غلام ہے نا یہ تمہیں "آج ایک نئی دنیا کی سیر کروائے گا۔"

وہ بیچاگی سے بولتے آخر میں سنجیگی سے بولا۔ پہلے تو روزی کا منہ بنا اس کے انکار کرنے پہ معاً باہر جانے کا سوچتے وہ سرعت سے حامی بھر گئی۔ اس کے ملازم نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔

پاشا کو انہیں یہاں سے بھیجنے کی جلدی تھی تاکہ وہ جلد از جلد اس لڑکی سے مل سکیں جس سے ملنے کی طلب اس میں بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اس کے حسن کے قصیدے تو بہت پڑھے تھے لیکن اب اس کے حسن کو خراج پہنچانے کا وقت تھا۔

"اوکے بے بی لیکن نیکسٹ ٹائم پکا تمہارے ساتھ۔"

وہ بے باک انداز میں اس کے گال کو لبوں سے چھوتے ہوئے بائیں آنکھ دبا گئی۔ پاشا نے جان چھڑانے کی خاطر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

معاً کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کی تلقید میں باہر کی جانب چل دیے۔ پاشا نے اس کے جاتے ہی تشکر بھرا سانس خارج کیا تھا حلق

سے کانٹا اترنے پہ۔ اب بس اسے اس حسیںہ کا انتظار تھا۔ لگے ہی پل اس کے حکم پہ پورے گھر کی لائٹس بند ہوئی تھی کیونکہ اس کا اصل پلین ہی یہی تھا۔ معاً اڈے کے عین باہر گاڑی رکنے کی آواز پہ پاشا نے فاتحانہ نگاہوں سے دروازے کی سمت دیکھا تھا اور اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔

"یہ یہاں اس قدر اندھیرا کیوں ہے۔"

اس نے حیرت سے استفسار کیا۔

"مجھے کیا علم۔ باس کی کوئی نئی کارستانی ہوگی۔"

وہ لڑکا بھی دل ہی دل میں بھناتے ہوئے بولا۔ عقیفہ نے کاٹ دار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب تم کیسے نہیں جانتے۔ تم تو بہت خاص بندے ہو ان کے۔ اگر ایسا" ہی کوئی گھٹیا قسم کی حرکت کرنی تھی تو پھر مجھے یہاں لانے کا مقصد مجھے تو کچھ دکھ "بھی نہیں رہا۔

وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔ ساتھ کھڑے شخص نے بے باک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

عفیہ اس کی نگاہیں اپنے سر آپے میں الجھتی دیکھ ایک ادا سے بالوں کو جھٹک گئی۔ سیاہ رنگ کی چمکدار میکسی جس کا گہرا گلہ اس کے وجود کے نشیب و فراز کو نمایاں کر رہا تھا۔ آستینیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔

تم بس ان کے سامنے اپنی یہ چونچ بند کرنا ایسے دھندوں میں جلد ہی کسی کو" اعتبار میں نہیں لیا جاتا۔ انہیں اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرنا اپنی ان اداؤں کے ساتھ۔

وہ بائیں آنکھ دباتے خباثت سے بولا تو وہ نڈر ہوتے قہقہہ لگا اٹھی۔ اس نے ایک نظر اس اڈے کو دیکھا۔ ایک تو اس قدر مشکل سے وہ یہاں پہنچی تھی سونے پہ سہاگہ یہاں اندھیرا ہی اس قدر چھایا ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئی۔

"چلیں دیکھتے ہیں کیسے ہوتے ہیں یہ انڈورلڈ کے بندے۔"

وہ دل ہی دل میں محفوظ ہوتے ہوئے بولی۔ ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن بظاہر وہ خود کو نڈر ثابت کر رہی تھی معاً اڈے کے اندر قدم رکھتے ہی اس نے جوں ہی پیچھے مڑ کر اپنے عقب میں دیکھنا چاہا وہ وہاں سے غائب تھا۔ عقیفہ کا دل لرز کر رہ گیا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا اور ہولے ہولے قدم آگے بڑھانے لگی۔ ہیل کی مخصوص ٹک ٹک پورے ہال میں گونج رہی تھی۔

"ویلکم ویلکم تمہارا ہی انتظار تھا۔"

پورے ہال میں مائیک کی آواز گونجی تو عقیفہ کا پور پور لرز اٹھا۔ اس نے اپنا حلق تر کرتے بولنے والے کے تعاقب میں نگاہیں دوڑائی۔

"یہاں سے دائیں جانب۔"

اب وہ صرف اس غائبی شخص کے رحم و کرم پہ تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک کھلے کشادہ کمرے میں داخل ہوئی۔ جہاں ایک ہیولے کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے اپنی میکسی کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔
"کوئی ہے۔"

کمرے میں چھائی معنی خیز خاموشی کو محسوس کرتے اس نے اپنے لبوں پہ زبان پھیرتے استفسار کیا۔

"بالکل ہے ہم آپ کیلئے ہی یہاں ہیں۔"

ایک بھاری کرخت آواز پہ عقیفہ کے چھلکے چھوٹے تھے وہی یک گونہ سکون بھی ہوا تھا کہ یہاں کسی کی موجودگی یقینی ہے۔

"یہ اس قدر اندھیرا کیوں ہے یہاں۔"

اس نے اپنی تمام ہمت مجتمع کرتے استسفار کیا تھا۔

تا کہ آپ کی اس خوبصورتی کو کسی کی بھی نظر نہ لگے حتیٰ کے میری بھی۔ ویسے ماننا پڑے گا اس قدر حسین لوگ ابھی بھی اس دنیا میں موجود ہیں ہمارا ایمان تو بری طرح دگمگانے لگا ہے۔

اس کی پشت پہ کسی کی انگلیوں کا لمس تھا۔ وہ ایک لمحے کیلئے کپکپا کر رہ گئی معاً اسی انگلیوں کو اپنے لبوں پہ محسوس کرتے اس سے پہلے کہ وہ اس کا ہاتھ چھوتی وہ ایک جھٹکے سے اس کا بازو اپنی آہنی گرفت میں لیتے اس کی پشت سے لگا چکا تھا۔

"چھوڑیں مجھے۔"

وہ اس کی گرفت میں کسمساتے ہوئے بولی۔

"ارے چھوڑنے کیلئے تھوڑی پکڑا ہے اب تو تم میری ہی قید میں ہوگی۔"

وہ خباثت سے قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ عقیفہ نے نا سمجھی سے اس کی بات کو سنا تھا۔ وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا۔

"کیا مطلب۔"

اس کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ اس سے پہلے کہ وہ چوری چھپے اپنے کلچ سے موبائل نکالتی پاشا نے ایک ہی جست میں اس سے موبائل لیتے صوفے پہ پھینکا تھا۔ عقیفہ کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑک اٹھا۔

نانا بے بی یہ ہوشیاری نہیں۔ میں ایک سیکنڈ نہیں لگاتا کسی کو اوپر پہنچانے"

"میں۔ بتایا ہوگا نہ تیرے یار نے۔

وہ اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے بولا۔ عقیفہ کی تکلیف کے مارے چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ تو یہاں پاشا کو اپنے بس میں کرنے آئی تھی مگر یہاں پہ تو اسے اس کی ہی چال الٹی خود پہ پڑتی دکھائی دے رہی تھی۔

خیر مشروب پیو گی۔ تمہارے لیے خاص بندوبست کیا ہے پاشا نے۔ ایسی امپورٹنس " وہ کسی کسی کو دیتا ہے جس نے اسے کوئی معاوضہ دینا ہوتا ہے اور ابھی تو تم "بھی میرے جلتے دل پہ پھوار بن کر برسوں گی۔

وہ بظاہر نرم لہجے میں بولا مگر اس کے لہجے میں چھپی سرد مہری کو عقیفہ نے بخوبی محسوس کیا تھا۔ وہ اب اسے چھوڑتے الماری کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نے کوشش کرتے ہلکی سی جھلک اس کی دیکھنی چاہی تھی لیکن سوا سائے کے کچھ بھی بن نہیں پڑ رہا تھا۔

وہ ہیولا اب قدم بقدم چلتا اس کے نزدیک آ رہا تھا۔ وہ جوں ہی صوفے پہ بیٹھا اس نے ایک جھٹکے سے اسے خود پہ گرایا تھا۔ وہ جو کوئی بھی کافی لمبا اور چوڑے ڈیل ڈول کا حامل شخص تھا۔

"میں واپس کب لوٹوں گی۔"

اس نے اس کے گال پہ ہاتھ پھیرتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ پاشا نے تمسخرانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کبھی نہیں۔"

دو لفظی جواب دیتے پورے کمرے میں خاموشی چھا گئی البتہ عقیفہ کے دل کی دھڑکن کی تھی۔

اب سے تم میری خاص رکھیل ہو۔ جس سے جب چاہے میں جی بہلا سکتا ہوں۔"

اور جب جی چاہے اسے کسی کے بھی حوالے کرتے اچھا معاوضہ کما سکتا ہوں۔ آخر

"کو تمہاری یہ آتش فشاں حسن کس کام کا جب پاشا اس سے فائدہ ہی نا اٹھا سکے۔"

اس کی سخت آواز کے ساتھ ہی عقیفہ کی کمر پہ گرفت مضبوط ہوئی تھی۔ عقیفہ اس کی بڑھتی ہوئی ہمت کی بدولت چیخ بھی نہیں پائی تھی مگر دل خون کے آنسو رو رہا تھا کہ آخر وہ یہاں آئی ہی کیوں۔

عشب نے جو تمام حساس سینسزز عقیفہ کے موبائل میں فٹ کیے تھے اس بدولت وہ دونوں تمام باتیں باآسانی سن سکتے تھے۔ ریکارڈر بھی اس ڈیوائس سے کنیکٹ تھا تاکہ بعد میں ضرورت پڑے تو وہ بار بار سن سکیں۔ پاشا اور عقیفہ کی پوری ملاقات ان سب سے تفصیل سے سنی تھی اور مشکل سے ہی خود پہ ضبط کیا تھا۔

دوسری جانب سے چھائی گہری خاموشی کو محسوس کرتے حسن نے سرعت سے ڈیوائس کو ڈس کنیکٹ کیا تھا تاکہ اس چپ کی بدولت کسی کو بھی اندازہ نہ ہو سکے کہ کوئی ان کے متعلق پوری جانچ پڑتال رکھ رہا ہے۔ ان کے ڈس کنیکٹ کرتے ہی دوسری جانب موجود چپ ناکارہ ہو جانی تھی۔ ابھی بھی وہ دونوں میڈنگ روم میں خاموش بیٹھے گہری سوچ میں غلطاں تھے۔

عفیفہ اس کے شکنجے میں بری طرح پھنس چکی ہے اور یہ کسی صورت بھی درست نہیں ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ایک لڑکی اپنی عصمت گنوانے خود اپنے قدموں پہ چل کر پاشا تک گئی ہے۔

عشب نے پریشانی سے اپنا سر مسلا۔ حسن نے تائیدی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"ریکارڈنگ کر لی ہے نا آپ نے ساری۔"

اس نے چونک کر حسن کو مخاطب کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اب بس جلد از جلد دین اس متعلق تمام تفصیلات دے دے کیونکہ اتنا تو ہم

سب کو بخوبی علم ہے کہ جو بھی یہ کالے دھندے سرانجام دیے جا رہے ہیں وہ

مضفر آباد میں ہی ہے لیکن بس اب اس کے اڈے تک پہنچنا لازم ہے۔ ٹریسر ہم

نے سیو کر لیا ہے کچھ مدد وہاں سے ہو جائے گی۔ عفیفہ ان کے قبضے میں ہے تو

ظاہر ہے کہ فلحال ہاسٹل سے کوئی لڑکی نہیں اٹھوائی جائے گی۔ ہم نے بس آخری

بار جامعہ کے ڈین آفس میں ریڈ کرتے وہاں سے تمام نشہ آور ادویات اٹھوائی ہیں۔ بہت ضبط کر لیا خود پہ۔ ناجانے اس تمام عرصے میں کتنی معصوم لڑکیاں برباد ہوئی ہیں کس قدر ماں باپ رسواں ہوئے ہیں۔ اسے ایک ایک پل کا حساب دینا ہوگا۔ اس گروہ کا پتہ لگتے ہی میں نے اس پاشا کو چوک میں لاتے نا اس کا سینہ بری طرح گولیوں سے چھلنی کیا تو میرا نام بھی میجر عشب خانزادہ نہیں۔ اس کے بعد اگلا لائحہ عمل پھر مظفر آباد میں جا کر ہی طے ہوگا۔

عشب نے سپاٹ نگاہوں سے حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بلکل۔ مقابل چاہے جس قدر مرضی برائیوں کے دلدل میں ہو اچھائی کے ہاتھوں " ہمیشہ اسے مات ہی ہوگی۔

حسن نے دانت کچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے ہاں عشب بھائی میرے پاس ایک بہت ضروری خبر ہے۔"

حسن کی تشویش زدہ آواز پہ عشب نے بیک وقت اس کی جانب دیکھا تھا جو کچھ
- پریشان دکھائی دے رہا تھا

"ہاں بولو سب خیریت ہے۔"

وہ اسے اپنے چہرے سے ماسک اتارتا دیکھ کر گویا ہوا۔ حسن نے یونیورسٹی میں ہونے
والے ہنگامے کی مکمل تفصیل من و عن اسے سننا شروع کر دی۔ اس کے
خاموش ہوتے ہی عشب نے اس کی جانب دیکھا اور گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔
ہمم ہم کسی حد تک ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ سب کچھ سیٹل ہو گیا ہے۔ اس پاشا"
کے خاص گروگوں کو انڈر گراؤنڈ کروادیا ہے لیکن اس کا ایک خاص بندہ ابھی تک
"ہماری پہنچ سے دور ہے لیکن بہت جلد اس تک بھی پہنچ جائیں گے۔
اس کی بات پہ حسن نے بھی تائید کی معاً وہ کچھ یاد آنے پہ چونک اٹھا۔

بھائی ایک لڑکا ہے یونی میں جو علایہ کے پیچھے بھی تھا ہاں معین نام ہے " اسکا۔ اسکا مجھے علم میں آیا ہے کہ وہ جماعت میں ہے مگر علایہ کے مطابق اس نے علایہ کے ذہن میں میرے خلاف یہ باتیں بھرنے کی کوشش کی تھی کہ میں جماعت کا بندہ ہوں اور غلط کاموں میں ملوث ہوں۔ مگر ایک منٹ میں آپ کو ایک "ثبوت دیتا ہوں۔

وہ بولتے ایکدم اپنی جگہ سے اٹھا اور تمام سی ڈیز میں سے مطلوبہ سی ڈی نکالتے پلے کی تھی۔

یہ دیکھیں بھائی اس دن اس آواز کو سن کر دماغ میں کچھ نہیں آیا تھا لیکن اس " دن یونی میں جو ہنگامہ ہوا تھا اس دن میری براہ راست اس معین نامی بلا سے ملاقات ہوئی تھی اور اس قدر خوشگوار نہیں تھی۔ مگر وہ وہی آواز تھی جو یہاں ریکارڈ کی گئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معین پاشا کا ہی بندہ ہے اور آخری حد تک "ان غلط کاموں میں ملوث ہے۔

اس نے سنجیدگی سے بولتے اپنی بات مکمل کی۔ عشب کے ذہن میں بھی اس معیز نامی شخص کا عکس نمودار ہوا جس کو وہ کافی بار علایہ کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملاتے پرسوچ نگاہوں سے حسن کی جانب دیکھا۔

چلو اب آخری پراؤ ہی پار کرنا لیے۔ اس کے بعد انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی۔ ایسی "دہشتناک اور بدتر موت ان سب کے نصیب میں ہے کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ ابھی شاید یہ لوگ واقف نہیں ہے کہ ہم اگر اپنے ملک کیلئے جان دے سکتے ہیں تو جان نکالنے میں بھی دیری نہیں کرتے۔

وہ سرد مہری سے بولا۔ حسن ایسے لوگوں کی حرکت پہ جبرے بھینچ کر رہ گیا۔

"دین بھائی سے کوئی رابطہ ہوا۔"

حسن نے اب کی بار دین کے متعلق استفسار کیا۔ عشب نے افسردگی سے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں فلحال اس سے کوئی رابطہ ممکن نہیں ہوا لیکن امید ہے آج رات یا کل "التک ہو جائے۔ پریشان مت ہو۔"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ حسن نے اثبات میں سر ہلاتے کرسی پہ جگہ سنبھالی تھی۔

وہ صوفے پہ آلتی پالتی مار کر بیٹھی مکمل طور پہ محو ہوتے لیپ ٹاپ پہ مووی دیکھنے پہ مصروف تھی۔ یہ لیپ ٹاپ بھی اس نے منت کرتے حسن سے لیا تھا اسی شرط پہ کہ وہ اسکی چیزوں میں دخل اندازی نہیں کرے گی۔ عشب کے ہزار بار منت کرنچ کء باوجود بھی اس نے سختی سے انکار کیا تھا تبھی سے اس نے اسے بلانا گوارا نہیں کیا تھا۔ اس کے مطابق یونی جانے سے بھی اس نے انکار کیا تھا اور اب گھر میں بھی کوئی خاص ایکٹیویٹی نہیں تھی جس سے وہ لطف اندوز

ہوسکے۔ ابھی بھی وہ جان بوجھ کر دھیان دوسری جانب لگانے کی کوششوں میں تھی معاً موبائل کی چنگارتی آواز پہ اس نے کوفت سے دور رکھے موبائل کو دیکھا

تھا۔ اب وہ کہاں اتنی دور جاکر موبائل پکڑتی مگر مسلسل ہوتی بیل سے اکتاتے وہ چپل پیروں میں اڑتے وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چھپٹنے والے انداز میں فون اٹھایا تھا۔ عشب کا فون دیکھتے اس کے وجود میں کرنٹ سا دوڑا تھا کیونکہ وہ اپنی چیزوں کے معاملے میں کس قدر بچی ہے اس بات کا اسے بخوبی اندازہ تھا۔ اس کی ڈانٹ کا سوچتے وہ فون دوبارہ ٹیبل پہ رکھتے اس سے پہلے کہ دوبارہ اپنی جگہ پہ جاتی ایک بار پھر اس کی آواز نے علایہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ سکمرین پہ ڈیڈ کالنگ دیکھ اس نے ایک چور نگاہ پورے لاؤنج میں دوڑاتے کال پک کی تھی۔

کہاں غائب تھے یار کبھی اپنے ڈیڈ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ یاد ہے آخری بار ہماری بات "اکتنا عرصہ پہلے ہوئی تھی۔"

ان کے نان سٹاپ شکوے شکایات سن علایہ کے لبوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

"ہیلو کوئی ہے۔"

ان کی بھاری آواز پہ علایہ سٹیٹاتے ہوئے ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔ معاً کچھ سوچتے اس کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھی۔

"آپ کون۔"

نسوانی آواز پہ انہوں نے تعجب سے فون کان سے ہٹاتے دیکھا جہاں نام تو عشب کا ہی جگمگا رہا تھا لیکن آواز لڑکی کی۔

یہی سوال میں اگر آپ سے پوچھوں تو۔ میرے بیٹے کا موبائل آپ کے پاس کیا "اکر رہا ہے۔"

انہوں نے سخت لہجے میں استفسار کیا۔ دل میں خدشات وہم لینے لگے تھے۔

"آپ خود سوچیں کون لڑکی اس قدر حق سے ایک لڑکے کا فون اٹھا سکتی ہے۔"

وہ آنکھیں پٹیٹاتے بظاہر سنجیدگی سے بولی لیکن ہنسی روکنے کے چکر میں ضبط سے چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔ کاظم صاحب کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ لڑکی کس قدر ٹھاٹھ سے ان سے مخاطب تھی۔

”نہیں میں نہیں جانتا کہ کون لڑکی کسی لڑکے کا حق سے یوں فون اٹھا سکتی ہے۔“

وہ تلملاتے ہوئے بولے اس لڑکی کی پھیلیوں پہ۔ علایہ نے اس کے جل بھن کر بولنے پہ بمشکل قہقہہ ضبط کیا۔

”ارے ارے آپ کو بہت بھولے نکلے سر جی۔“

اس کی چمکتی آواز پہ کاظم صاحب کے ہاتھوں #”سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔ انہوں نے ہونق پن سے اس لڑکی کی باتیں سنی جو کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھی۔“

"سسر جی۔ استغفار میری تو کوئی بہو ہی نہیں ہے۔"

وہ جھنجھلاتے ہوئے بولے۔ عشب پہ انہیں شدید قسم کا تاؤ آرہا تھا۔

ویری بیڈ مجھے جیتے جی مار دیا آپ نے۔ ان کے تو دو بچے بھی ہیں۔ اب وہ کیسے "

"بن ماں کے جئے گے۔ آپ نے ان بچوں کے متعلق بھی نہیں سوچا۔

وہ مصنوعی آنسو صاف کرتے ڈرامائی لہجے میں بولی۔ کاظم صاحب کو گویا سکتے طاری

ہوگیا۔ عشب ان کو بتائے بغیر ایسی حرکت کیسے کر سکتا ہے۔

"اپنی ویز نائز تو میٹ یو سسر جی۔"

وہ کسی کے قدموں کی چاپ پہ گھبراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولتی کال کاٹ

گئی۔ اور موبائل میز پہ رکھتے دوبارہ اپنی جگہ پہ براجمان ہوئی۔ اسے دوران اس سے

ایسا محسوس کرایا جیسے یہاں سے اٹھی ہی نا ہو۔

"کیا آپ کسی سے بات کر رہی تھی۔"

عشب جو کسی کی ہلکی پھلکی باتوں کی آواز پہ چلتا ہوا لاؤنج تک آیا تھا اسے صوفے پہ پسارے مووی میں مگن دیکھ مخاطب کر بیٹھا جواباً وہ بغیر کوئی جواب دیے پوری محویت سے مووی میں ہی مگن رہی۔ عشب نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ معاً اپنے موبائل پہ آنے والی کال پہ اس نے چونک کر فون اٹھایا۔ سکرین پہ لکھے الفاظ پڑھتے اس کے لبوں کے گوشوں پہ خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ فون کان سے لگاتے کچھ بولتا دوسری جانب سے آتی آواز نے پہ وہ بھونچکا رہ گیا۔

"کہاں ہے میرے پوتا یا پوتی۔"

کاظم صاحب کی بے تاب آواز پہ وہ ہولق ذدہ رہ گیا۔

"ڈیڈ کون سے پوتا پوتی۔"

وہ انہیں سرزنش کرتا ہوا بولا اور کچن کی جانب دیا تاکہ علایہ کے کانوں تک اس کی آواز نہ پہنچ پائے البتہ علایہ اس کی پشت کو دیکھتے دل ہی دل میں قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی۔

تم ناہجار اولاد میری۔ شادی کر لی مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔ ارے صرف شادی کرتے تو الگ بات تھی لیکن بچے کی پیدا کر لیے وہ بھی اکیلے۔ مجھے دکھانا تو دور بتانا تک گوارا نہیں کیا۔ کیا میری ذات اس قدر سستی ہے تمہارے لیے جس کے ہونے نا ہونے سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے بیٹے نے نہیں البتہ بہو فون اٹھا کر بتا رہی ہے کہ وہ اس کے بیٹے کے بچوں کی ماں ہے۔ تم نے مجھے کہی "کا نہیں چھوڑا۔"

وہ بولتے بولتے اچھا خاصہ آبدیدہ ہو چکے تھے۔ عشب اس اچانک ہوتی صورتحال دیکھ اچھا خاصہ پریشان ہو چکا تھا۔

"ڈیڈ میری بات سنیں۔"

اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

چپ کرو تم۔ سوچا تھا تمہارے بچوں کو اپنی گود میں کھلاؤں گا۔ میرے گھر بھی رونق"
"آئے گی۔ کہاں کمی رہ جانے دی میں نے اپنی محبت میں۔

وہ شکایتی انداز میں بول رہے تھے اور وہ بے بسی سے سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

"کس نے بتایا ہے آپ کو یہ سب۔"

اس نے ان کے تمام شکوے شکایات سنتے آخر میں بس یہی سوال کیا۔ لہجہ سرد
ہوچکا تھا

میری بہو نے اور کس نے۔ اگر آج وہ نہ بتاتی تو تم تو اپنے بچوں کی لائن ہی"
"لگا دیتے۔

وہ ایک بار پھر سے شروع ہو چکے تھے جبکہ عشب دانت پہ دانت جمائے پردے کی اوٹ سے دکھائی دیتی علیہ کو شرربار نگاہوں سے گھور رہا تھا جس نے اس کو بے عزت کرانے میں کوئی کمی نہیں جانے دی تھی۔

ڈیڈ یار بس کریں وہ دین کی بہن ہے مزاق کر رہی تھی آپ کے ساتھ۔ اس کی نیچر "ہی ایسی ہے۔ آپ ان کی باتوں کو باتوں کو سنجیدہ لے رہے ہیں۔ اپنے بیٹے پہ "بھروسہ نہیں ہے آپ کو۔

وہ اب کی بار شکایتی لہجے میں بولا تو ان کی مسلسل چلتی زبان کو بریک لگا۔ انہوں نے ماتھے پہ شکنیں سجائے اس کی بات کو سنا تھا۔

"دین کی بہن اب یہ کہاں سے پیدا ہو گئی۔"

انہوں نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ عشب ان کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دیا تھا۔

"یہ میں آپ کو پھر کبھی بتاؤں گا اگر موقع ملا تو۔"

وہ مدھم سی مسکراہٹ سمیت بولا۔

"کیا پیاری ہے وہ۔"

ان کے لہجے میں تجسس تھا۔ عشب نے اسے پیاری کہے جانے پہ قہقہہ لگایا تھا۔

"پوری توپ چیز ہے۔ فائٹر کہہ سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا لیکن اس کی کلاس لگانے کے بابت تو وہ سوچ چکا تھا۔

"اچھا کہوں تو رشتے کی بات چلاؤں۔"

انہوں نے چمکتے ہوئے سوال کیا۔ عشب نے ان کی بات پہ بے ساختہ اپنا سر پیٹا تھا۔

ڈیڈ بس کر دیں۔ آپ تو رشتہ کروانے والی خالہ ہی بن جاتے ہیں اور ویسے بھی "دین کسی کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گیا ہے جیسے ہی لوٹے گا میں نے علایہ اور حسن کے رشتے کی بابت بات کرنی ہے۔ اور کیا پتہ وہ آپکو حسن سے رشتے کی بدولت سسر جی کہہ رہی ہو۔ وہ بھی تو آپکا چھوٹا بیٹا ہے۔ حسن اسے پسند کرتا ہے۔ ویسے بھی یہ شادی وادی میں کبھی نہیں کروں گا کیونکہ میری زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہے اپنے ملک کیلئے آخری حد تک لڑتے اپنی جان کا نظرانہ پیش کرنا اور شہید کا خطاب پانا ہے۔"

اس نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ چہرے پہ کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ کاظم صاحب جو ابھی اس کی پہلی والی بات پہ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائے تھے اس کی آخری بات پہ ان کی مسکراہٹ جیسے کسی نے ان کے لبوں سے نوچ لی تھی۔

تم جانتے ہو کتنا عرصہ بیت گیا ہے تمہیں مجھ سے ملے۔ ترس گیا ہوں تمہیں۔"
"دیکھنے کیلئے۔"

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولے۔ عشب نے مٹھیاں بھینچتے خود پہ ضبط کیا تھا۔

ڈیڈ سَمپل سی بات ہے اگر زندگی رہی تو میں آپ سے ملنے آؤں گا نہیں رہی تو"
"آپ مجھ سے ملنے آجائیے گا۔ میرے جنازے کو سہارہ دینے کو آئیں گے نا۔

وہ محبت سے گویا ہوا۔ کاظم نے مشکل اپنے آنسو روکے تھے۔

"عشب بس کرو مت کرو ایسی باتیں میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔"

وہ تکلیف سے بولے تو عشب نے فلحال خاموش ہو جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔

اوکے ڈیڈ چلنج دی ٹاپک۔ آپ خود کو سنبھالیں میں آپ سے کچھ دیر میں بات کرتا"
"ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا آئی لو یو الاٹ۔"

وہ محبت سے بولتے کال کاٹ گیا۔ کاظم صاحب نے مشکل اپنے آنسو روکے تھے۔ ناجانے وہ کن لوگوں کے جگرے ہوتے ہیں جو وہ اپنی جوان اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارتے ہیں۔

وہ یہ اذیت زدہ باتیں سوچتے آنکھیں میچتے کرسی سے پشت ٹکا گئے۔ ایک آنسو ان کی آنکھ سے نکلتے کنپٹی پہ بہہ گیا تھا۔

فون بند کرتے ہی وہ تن فن کرتا اس کے سر پہ پہنچا جو محویت سے فلم دیکھنے میں مصروف تھی۔ یہاں تک کہ اس کی موجودگی محسوس کرتے بھی سر نہیں اٹھایا۔

"علاہ بی بی۔"

اس نے دانت پیستے اس کے سر پہ انگلی بجائی۔

"کیا ہوا۔"

اس نے بھرپور معصومیت سے سوال کیا۔

"ذرا مجھے بھی تو دکھائیں ہمارے بچے۔"

وہ قرآلودنگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سختی سے بولا۔ علایہ نے دونوں ہاتھ صدمے کی کیفیت میں منہ پہ جمائے تھے۔

"استغفر اللہ نعوذ باللہ توبہ کریں کسی لڑکی کو ایسے پرپوز کرتے ہیں کیا۔"

وہ ڈرامائی لہجے میں بولی۔ عشب کا جی چاہا کہ اس کا سر کسی دیوار میں مار دے۔

بکواس بند کریں اور یہ بتائیں کہ میرے ڈیڈ کا کیا کہا ہے آپ نے کہ آپ رشتے "میں میری بیوی لگتی ہیں۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔ اس کے انداز پہ اب کی بار علایہ کے سچ مچ چھلکے چھوٹے تھے۔ اس نے اسے جارحانہ انداز میں اپنی جانب بڑھتا دیکھ قدم پیچھے کی جانب بڑھائے تھے۔

بیوی وہ کیا ہوتی ہے میں نے بیوی تو نہیں کہا ہاں ہاں سچ میں نے کہا تھا کہ "میں ان کی رشتے میں بہن لگتی ہوں۔"

وہ سر کھجاتے ہوئے چہرے پہ مسکینیت طاری کرتے ہوئے بولی۔

"لا حولہ ولا قوۃ"

وہ اس کی حرکتوں سے عاجز آتے جھنجھلا کر بولا۔

عشب نے مشکل اپنی مٹھیاں بھینچی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج اس کا قتل کر ڈالیں۔

عقب سے آنے والی قمقمے کی آواز پہ ان دونوں نے بیک وقت حسن کی جانب دیکھا۔ علیہ تو بھاگنے والے انداز میں جاتے اس کی پشت میں چھپ گئی تھی البتہ عشب اسے ایک زبردست گھوری سے نوازنا نہیں بھولا تھا۔

"ان کی حرکتیں درست کروالو ورنہ تو پھر یہ میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی۔"

وہ کینہ توڑ نگاہوں سے اسکی پشت سے جھانکتی علایہ کو دیکھتے حسن کو تنبیہ کرتا پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ حسن جو کب سے کھڑا اس تماشے سے لطف اندوز ہو رہا تھا ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ علایہ اس کے مسلسل ہنسنے پہ جلتے ایک دھموکا اس کی کمر پہ جڑتے لعن طعن کرتی دوبارہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔ حسن نے چمکتی نگاہوں سے اس کا غصے سے سرخ پڑنا چہرہ دیکھا تھا۔

اس نے ایک نگاہ کچن میں کھانا بناتی نادیہ بیگم کی جانب ڈالی جو اپنے کام میں بری طرح غرق تھی۔ اس شخص کے کہے کے مطابق نادیہ بیگم نے اسے بالکل بھی باہر نکلنے نہیں دیا تھا۔ ان دنوں میں اس کی حالت بے تحاشہ بری ہوئی تھی مگر وہ خود کو کمرے میں بند کرتے یہاں سے کسی طرح باہر نکلنے کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ ابھی بھی اس کا ذہن بری طرح ان سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ معاً دماغ میں ایک کوندا آتے ہی وہ ہمت مجتمع کرتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے

کی جانب چل دی۔ وہاں سے سکول کا رجسٹر اٹھاتے اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔ کچن کے نزدیک پہنچتے اس نے گلہ کھنکھارتے نادیدہ بیگم کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا لیکن وہ ہنوز ہنڈیا میں چھج ہلانے میں مصروف تھی۔ جزاء نے بے چینی سے اپنے ماتھے پہ آیا پسینہ پونچھا۔ دل کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔

"امی۔"

اس نے دھیمے لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔ نادیدہ بیگم نے اس کی آواز پہ جوں ہی گردن ترچھی کرتے اس کی جانب دیکھانک سک سی تیار جزاء کو دیکھتے ان کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔

"یہ تم کہاں جا رہی ہو۔"

انہوں نے تعجب سے سرتاپا اس کا جائزہ لیتے سخت لہجے میں استفسار کیا۔ جزاء کی ہمت باقاعدہ جواب دینے لگی۔

امی وہ میں بس یہی تک جارہی ہوں اقراء نے کسی کام کے سلسلے میں بلایا۔
"ہے۔"

اس کے لہجے میں درخواست کی سی آمیزش تھی۔ نادیدہ بیگم کو ترس تو بہت آیا کیونکہ کل سے ہی اس کا اتر اچہرہ وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی لیکن وہ رسک کسی صورت میں نہیں لے سکتی تھی۔ ان کا سر بے ساختہ نفی میں ہلاتھا۔ جزاء نے بمشکل اپنے اشتعال پہ قابو پاتے ان کی جانب دیکھا۔

دیکھو جزاء مجھے وہ بچہ منع کر کے گیا یہ میں کسی صورت میں اس کی بات کے "خلاف نہیں جاؤں گی مجھے کوئی نئی سر درد نہیں چاہیے۔ اگر اس سے باہر نکلنے سے انکار کیا ہے تو ضرور کوئی بڑی بات ہوگی۔"

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی لیکن جزاء نے کوفت سے ان کی جانب دیکھا تھا جو اس کل کے آئے لڑکے کی بات مان کر اسے کہی آنے جانے نہیں دے رہی تھی۔

امی بس کردیں میں آپ کی اولاد ہوں ناکہ وہ جو آپ ان کی باتوں کو اس قدر " اہمیت دے رہی ہیں۔ میری بھی سن لیں وہ بس آپ کو اپنی باتوں میں پھنسا کر "گئے ہیں مزید کوئی بات نہیں ہے اس دن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

وہ تھک ہار کر ایک گہری نگاہ ان پہ ڈالتے تلخی سے گویا ہوئی۔ اپنی ماں کے لبوں سے اس انجان شخص کی بات بھی اسے بے تحاشہ چبھ رہی تھی۔ اب کیا وہ اپنی سگی اولاد پہ اس شخص کو فوقیت دیں گی۔ اس نے سوچتے ہی ناگواری سے سر جھٹکا تھا اور بے ساختہ اپنے بازوؤں کو سہلایا تھا۔

جزاء میری جان۔ میری جتنی عمر ہے اس سے اتنا تو اندازہ ہے کہ وہ لڑکا جھوٹ " تو ہرگز نہیں بول رہا تھا کہی نہ کہی اس کی بات بجا تھی کہ تمہارا یوں اب باہر نکلنا "تمہارے حق میں بہتر نہیں ہے۔

وہ اس کا چہرہ تھپتھپاتے محبت سے بولی لیکن جزاء نے بے چین ہوتے اپنا حلق تر کرتے ان کا ہاتھ جھٹکا تھا اور اپنے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا تھا۔ نادیہ بیگم رنج و ملال کی کیفیت میں اسے دیکھ کر رہ گئی۔

امی بس یہ اقراء کی طرف ہی تو جانا ہے۔ سامنے ہی گھر ہے میں بس ابھی لوٹ" "آؤں گی آپ پریشان مت ہو۔ اجازت دے دیں مجھے۔

وہ ان کے دونوں ہاتھ تھامتے بے قراری سے بولی۔ نادیہ بیگم کو اس کی حالت دیکھتے پریشانی ہونے لگی۔ وہ تو دیوانوں جیسی حرکتیں کر رہی تھی جو ان کا دل ہلکان کر رہی تھی۔

"اچھا چلو میں دروازے پہ کھڑی ہوتی ہوں تم ہو آؤ وہاں سے۔"

انہوں نے ایکدم کچھ سوچتے سے مشورہ دیا۔ جزاء کے چہرے کا رنگ اگلے ہی لمحے اڑا تھا کیونکہ وہ اقراء کے گھر جانے کے بہانے سے سکول جانے کا سوچ رہی تھی۔ ان کی بات پہ اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

"کیوں اب نہیں جانا کیا۔"

نادیہ بیگم نے جانچتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ جزاء ان کے انداز پہ بوکھلا کر رہ گئی۔ اس نے کچھ نہ سوچتے اثبات میں سر ہلایا اور بجھے دل کے ساتھ خود کو گھسیٹتی باہر کی جانب چل دی۔ نادیہ بیگم بھی اس کے عقب میں ہی تھی۔ پھر جب تک وہ اقراء کے گھر کی دہلیز پار نہیں کر گئی نادیہ بیگم دروازے سے نہیں ہٹی تھی۔ اس کے گھر کے اندر جانے کا یقین کرتے ہی وہ اسے آیت الکرسی کے حصار میں دیتی گہرا سانس بھرتے اندر آ گئی۔

"چھوٹو اقراء کہاں ہے۔"

اس نے فائل دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے اس کے چھوٹے بھائی کو مخاطب کیا۔

"وہ اقراء باجی تو اپنے کمرے میں ہیں۔"

وہ بتا کر جا چکا تھا۔ جزاء نے بھی کچھ سوچتے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔ اس کے گھر میں صرف اقراء اس کے ابو اور ایک چھوٹا بھائی ہی رہائش پذیر تھے۔ وہ جوں ہی اس کے کمرے کے باہر پہنچی اندر سے آنے والی سرگوشی نما آوازوں سے اس کے قدم بے ساختہ زمین پہ گرے تھے۔ اس نے نا سمجھی سے اسے کسی سے فون پہ لڑتے دیکھا تھا۔

میری بات کا یقین کریں میں نے کسی حد تک اسے اس کام میں ملوث کر دیا تھا۔
"لیکن ناجانے اب کیا ہوا ہے کہ وہ سکول ہی نہیں آرہی۔"

وہ فون پہ کسی کی منت سماجت کرنے میں مصروف تھی۔ جزاء کو حیرت ہوئی تھی کہ وہ کس کے متعلق بات کر رہی ہے۔

نہیں آپ باس کو مت بتائیے گا میں اپنا کام مکمل کروں گی آپ جانتے ہیں ایک
"بار پہلے بھی انہوں نے میرا معاوضہ روکا تھا مجھے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔"

وہ اب رونے کے در پے تھی۔ جزاء نے پریشانی سے اس کی باتوں کو سنتے نتیجہ اخذ کرنا چاہا۔ پہلے تو جی چاہا کہ اندر جاتے اسے دلاسا دے لیکن کس بات پہ وہ یہ سوچتے گہرا سانس فضا کے سپرد کر گئی۔

نہیں میں آج ہی جاتی ہوں اس کے گھر اور اس کی امی کو راضی کرتی ہوں وہ "لڑکی آپ کو جلد ہی مل جائے گی۔"

وہ گھبرائے لہجے میں گویا ہوئی۔ اس کی بات پہ جزاء کا ماتھا ایک لمحے کو ٹھٹھکا تھا۔ وہ اب کال کاٹتے آئیے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بال سنوار رہی تھی کہی جانے کو نک سک سی تیار تھی۔

مجھے جلد سے جلد نادیہ آنٹی سے بات کرتے جزاء کو سکول دوبارہ بلوانا ہوگا۔ اپنے "مقصد میں آخری حد تک کامیاب ہونے کے بعد بھی میں اتنی آسانی سے پہچھے نہیں ہٹ سکتی۔ وہ اب اس نشے کی عادی ہو گئی ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ چیز "نہ ملنے کی بدولت وہ کس طرح تڑپ رہی ہوگی۔"

اس کی باتوں پہ دروازے پہ کھڑی جزاء بری طرح لڑکھڑائی تھی۔ اس کے چہرے پہ ایک سایہ لہرایا تھا۔ وہ فوق چہرے سمیت اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جسے اس نے اپنی دوست کم بہن زیادہ مانا تھا اور اسی نے ہی اس کی زندگی برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ وہ اس سے پہلے کہ الٹے قدموں وہاں سے بھاگتی اس کے کمرے کے باہر پڑا گلدان بری طرح زمین بوس ہوا تھا۔ اس نے بمشکل اپنی چیخ روکتے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھا۔ آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھی۔ اس کے برعکس اقراء جو آئینے میں اپنا عکس دیکھنے میں لگن تھی باہر سے آنے والے غیر معمولی شور پہ وہ ایکدم گھبراتے باہر کی جانب بھاگی تھی۔ زمین پہ گرے گلدان کو دیکھتے اس کے حواس جھنجھٹا اٹھے تھے معاً دیوار کے پار چلتی بلی کو دیکھتے اس نے دل ہی دل میں اسے لعن طعن کرتے سر جھٹکا تھا۔ وہ تو ڈر ہی گئی تھی کہ کسی نے سن نہ لیا ہو۔ اگر کسی کو بھنک بھی پڑجاتی اس کے گھر میں سے تو ناجانے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا

جاتا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے دراز سے سفید رنگ کا پاؤڈر نکالتے چمکتی نگاہوں سمیت مسکادی تھی۔

وہ اقراء کے گھر سے بھاگتے ہوئے جوں ہی گھر میں داخل ہوئی اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔

نادیہ بیگم اسے بری طرح ہانپتا دیکھ گھبراتے اس کے نزدیک آئی تھی اور اسے تھامنا چاہا لیکن وہ ان کا ہاتھ بری طرح جھٹک گئی۔

مت چھوئے مجھے۔ گندی ہوں میں صحیح کہتی ہیں آپ شاید میں اپنے باپ پہ ہی "چلی گئی ہوں جو ایسے غلط کاموں میں ملوث ہے

وہ زمین پہ گرنے والے انداز میں بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ انہوں نے روتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لیتے خاموش کرانے لگی لیکن اس کی حالت ابتر سے ابتر ہوتی جا رہی تھی۔

امی چھوڑیں مجھے مر جانے دیں مجھے۔ مجھے نہیں جینا امی۔ مجھ سے نہیں جیا۔
 جارہا۔ مجھے بار بار اس چیز کی طلب ہوتی ہے وہ چاہیے ہوتی ہے لیکن ملتا نہیں ہے
 "مجھے بہت چھین ہوتی ہے امی میں کیا کروں۔"

وہ اپنے سر کے بالوں کو مسٹھی میں جکڑتے شدت گریہ سے چیخ و پکار کر رہی
 تھی۔ نادیہ بیگم کے تو حواس ہی جھنجھنا اٹھے اس کی باتوں پہ جو اس کی سمجھ سے
 بالاتر تھے۔

ادھر دیکھو جزاء میری جان۔ کیا ہوا ہے کیا چاہیے میری بیٹی کو مجھے بتائیں میں لا۔
 "اگر دوں گی۔"

وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے محبت سے پچکارتے ہوئے
 بولی مگر وہ سختی سے نفی میں سر ہلا گئی۔

امی پلیز وہ اقراء کو کہیں کہ مجھے وہ دے دیں پلیز آپ کی بیٹی مر جائے گی۔
 "امی۔ پلیز اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گی امی۔"

اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے انہیں تنبیہ کی تھی۔ نادیہ بیگم کی نگاہیں بار بار دروازے کی جانب اٹھ چکی تھی جیسے کسی کے آنے کا انتظار کر رہی ہو۔ جزاء ان کی نگاہیں دروازے پہ مرکوز دیکھتے انہیں کپکپاتے ہاتھوں سے پیچھے دکھیلتی بھاگنے والے انداز میں کچن کی جانب بڑھی اور سٹینڈ سے چھڑی لیتی اپنی کلائی پہ رکھ گئی۔ اس کی حرکت پہ نادیہ بیگم کی چیخ بے ساختہ تھی وہ حواس باختہ سی اس کے قریب قدم بڑھانے لگی معاً اس کا دباؤ اپنی کلائی پہ بڑھتا محسوس کرتے وہ ہانپتے ہوئے وہی قدم روک گئی۔

امی میرے قریب مت آئیے گا۔ میں اپنی جان لے لوں گی۔ میں کہہ رہی ہوں "

مجھے پلیز ایک بار وہ لادیں مجھے بہت الجھن ہوتی ہے امی۔ مجھ سے رہا نہیں جاتا پلیز

"امی۔

وہ تکلیف سے سسک اٹھی تھی۔ نادیدہ بیگم اس کی حالت دیکھتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ کس چیز کے متعلق مطالبہ کر رہی ہے اور اس قدر شدت سے۔

"اچھا جزاء اپنی امی کی بات نہیں سنو گی۔"

انہوں نے منت کرنے والے انداز میں کہا لیکن وہ حلق تر کرتے سرخ متورم آنکھوں سمیت نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ ایک تو یہ جو سب اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہ اس کی دوست کر رہی تھی یہ بات اس کیلئے ناقابلِ یقین تھی اور دوسرا وہ خود کو سنبھال بھی نہیں پا رہی تھی۔

"امی میں مار لوں گی مجھے لادیں پلیز امی۔"

وہ سختی سے بولتے آخر میں چیخنی تھی اسی دوران دروازے پہ ہونے والی دستک پہ انہوں نے اپنی آنکھیں پونچھتے قدم دروازے کی جانب بڑھائے تھے اور ایک نظر خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھنا نہ بھولی۔

"آئی کیا ہوا سب ٹھیک ہے۔"

انہوں نے جوں ہی دروازہ کھولا تو سامنے سے دین کا چہرہ نمودار ہوا۔ اس نے نادیہ بیگم کے وجود کو ہچکولے بھرتا دیکھ پریشانی سے استسفا کیا۔ وہ اس کے پوچھنے پہ مزید پھپھک پھپھک کر رودی۔

دین کو حقیقتاً جھنجھلاہٹ ہونے لگی ان کی خاموشی سے معاً اس کی نگاہیں جوں ہی کچن میں فرش پہ گرمی جزاء پہ پڑی اس کی آنکھوں تحیر سے پھیلی تھی جبکہ حواس جھنجھناٹھے۔ وہ انہیں ایک جانب کرتے تقریباً بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچا اور دوازنوں بیٹھتے اس کا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔

"جزاء میری بچی۔"

نادیہ بیگم اسے ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ بھاگنے والے انداز میں اس کے قریب آئی۔

اس کے جاتے ہی وہ اپنے موبائل میں محفوظ دین کے نمبر پہ نجانے کیا سوچتے کال ملا چکی تھی جو وہ کسی ایمر جنسی ہونے کی بدولت انہیں تھما گیا تھا۔ جزاء کے جانے کا انہوں نے دین کو اطلاع دی تھی اور جب سے انہوں نے اسے اقراء کے گھر جانے کا بتایا تھا وہ تو سختی سے دانت پہ دانت جھماتے ریش ڈرائیونگ کرتے ان کے گھر پہنچا تھا لیکن یہاں کی صورتحال ہی بالکل غیر متوقع تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ حالات اس قدر بگڑ جائیں گے۔

"کیا ہوا اسے آنٹی۔"

اس نے اس کی حالت کے پیشِ نظر استفسار کیا۔

صبح سے ہی بے چین تھی پہلے تو میں نے نظر انداز کیا تھا لیکن جب سے اقراء کے گھر سے آئی ہے ایسے ہی بڑتاؤ کر رہی ہے اور ایک ہی چیز کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔ وہ لادیں میرے پورے وجود میں گھسٹن ہو رہی ہے میں بے بس لاچار ماں مجھے "کچھ سمجھ بھی نہیں آرہی اس کی۔"

وہ اپنے منہ پہ ڈوپٹہ رکھتے ہچکیوں سے رودی۔ دین نے ایک نگاہ جزاء کے درد پڑتے چہرے پہ ڈالی اور بغیر کوئی وقت ضائع کیے اسے اپنی باہوں میں بھرتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نادیہ بیگم نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

ہمیں جلد از جلد ہسپتال لے کر جانا ہوگا اسے اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ " "رہی مجھے۔ آپ آئیے میرے ساتھ۔

وہ اسے لیتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ نادیہ بیگم نے بھی چادر ڈھنگ سے اوڑھتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ شکر تھا کہ کوئی گلی میں نہیں تھا ورنہ تو ہنگامہ کھڑا ہو جاتا۔ دین نے اسے لاتے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے بٹھایا نادیہ بیگم نے اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھالتے اسے حصار میں لیتے مشکور نگاہوں سے دین کی جانب دیکھا جس نے ہر مشکل میں ان کی مدد کی تھی ناجانے کون سی نیکی کے صلے میں۔ ان کے بیٹھتے ہی دین نے دروازہ بند کرتے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے جگہ سنبھالی اور ایک ہی جھٹکے میں گاڑی دھول اڑاتی اس کچی بستی کی حدود سے دوڑ

نکلتی چلی گئی۔ پورے راستے بھی نادیہ بیگم خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی جو ہو بہو اپنے باپ پہ تھی اس کے نین نقش رنگت حتیٰ کے اس کے چہرے پہ کھلتی مسکراہٹ بھی ان جیسی تھی لیکن نصیب شاید اپنی ماں کی طرح سیاہ تھے۔ ناجانے کیا ہو گیا تھا ان کی بیٹی کو گزرے کچھ دنوں میں وہ خاموش ہی پڑتی جا رہی تھی۔ انہوں نے نم نگاہوں سے اسے تکتے اس کے سر پہ ہولے سے لب رکھے تھے۔ دین فرنٹ مرر سے انہیں ایک نظر دیکھتے سختی سے لب بھیج گیا۔ گاڑی ہسپتال کی حدود میں جوں ہی داخل ہوئی تو دین اب کی بار اسے تھامنے سے پہلے ہچکچا گیا تھا کیونکہ پہلے تو نادیہ بیگم پریشان تھی تو وہ بھی بے دھیانی میں اسے باہوں میں بھر گیا تھا۔ اس نے ایک نگاہ نادیہ بیگم پہ ڈالی تو انہوں نے ایک جانب ہوتے چہرہ جھکایا تھا۔ دین نے سپاٹ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتے اسے لیتے قدم اندر کی جانب بڑھائے تھے۔ راہداری عبور کرتے ہی اسے سڑیچر میں ڈالتے ایمر جنسی میں لے جایا گیا اور وہ دونوں خود باہر کھڑے ہوتے انتظار کرنے لگے معاً

دین اپنے موبائل پہ آنے والے کال کی سمت متوجہ ہوا جہاں عشب کالنگ جگمگا رہا تھا۔ وہ نادیہ بیگم کو تسلی دیتے اس نے سرعت سے کال پک کی تھی۔

"اندر موجود مریض کے ساتھ کون ہے۔"

لیڈی ڈاکٹر کے باہر آتے ہی نادیہ بیگم عجلت سے ان کی جانب بڑھی جب انہوں نے استفسار کیا۔

"جی میں اس کی امی۔"

انہوں نے بھرائے لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر نے تاسف سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

لاپرواہی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے آپ کی بیٹی کی حالت کیا ہے آپ کو اندازہ بھی " نہیں ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتی وہ خود کے ساتھ کس قدر ظلم کر چکی ہیں۔

وہ شدید غصے کے عالم میں بول رہی تھی جبکہ نادیہ بیگم شرمندگی اور غم کی ملی و جلی کیفیت میں ان کی بات سمجھنے کی تگ و دو میں تھی۔

"میں سمجھی نہیں ڈاکٹر۔"

انہوں نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

آپ کی بیٹی اتنی ہیوی مقدار میں نشہ لے رہی ہیں۔ ان کا اندر اس حد تک اتنا "عادی ہو چکا ہے کہ وہ چاہ کر بھی اس چیز سے باہر جلد نہیں نکل پائے گی۔"

وہ مزید بھی کچھ بول رہی تھی لیکن ان کا حال تو ایسا تھا گویا کاٹو تو جسم میں لہو نہیں۔ وہ وحشت زدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی جو اتنی بڑی بات

کس قدر آرام سے انہیں کہہ رہی تھی اور وہ جانتی تک نہیں تھی مطلب ان کی بیٹی صبح اسی متعلق بات کر رہی تھی۔ اس کی حالت کس قدر خراب تھی۔ یہی سب

سوچتے وہ اپنی سر میں اٹھنے والی ٹیسوں کی بدولت آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے کی بدولت لڑکھڑائی تھی معاً عقب سے ہی دین نے انہیں اپنے حصار میں لیا تھا۔

ڈاکٹر بھی ان کی بگڑتی حالت دیکھتے بوکھلا گئی۔ انہوں نے تفکر بھری نگاہوں سے دین کی جانب دیکھا جو پیشانی پہ شکنیں سجائے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"کیا کہا ہے آپ نے انہیں۔"

اس نے سرد مہری سے استفسار کیا۔ ڈاکٹر اس اچانک صورتحال پہ بوکھلا گئی۔

وہ میں نے تو صرف ان کی بیٹی کی حالت کے متعلق آگاہ کیا ہے کہ ایسی کیوں ہیں۔"

اس نے اس کے تیور دیکھتے سہمے ہوئے لہجے میں بتایا تو دین نے قہر برساتی نگاہ اس پہ ڈالی تھی اور ایک نظر ساکت کھڑی نادیہ بیگم کی جانب دیکھا۔ وہ ڈاکٹر تو موقع ملتے ہی بھاگنے والے انداز میں وہاں سے اپنے کعبین کی جانب بڑھ گئی کیونکہ اس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ کچھ کر دیتا۔

"آئی آپ پریشان۔"

اس سے پہلے کہ وہ جزاء کی حملیت میں کچھ بولتے انہیں پرسکون کرتا نادیہ بیگم درمیان میں ہی اس کی بات اچکتے چٹختے اٹھی تھی۔

میری بیٹی نے مجھے کہی منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا اور آپ مجھے کہ رہے ہو کہ " میں پریشان مت ہو۔ کیا کچھ نہیں کیا میں نے اس کیلئے اور اس نے میرے ہی چہرے پہ کالک مل دی ہے۔ میرے نصیب ہی پھوٹے ہیں کسی کا جتنا مرضی کرلو کوئی بھی اپنا نہیں بنتا میرا۔ سب مجھے دھوکے میں رکھتے میری ہی پیٹھ میں چھڑا گھونپ دیتے ہیں۔ اب کیسے ٹھیک ہوگی میں۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے اس کیلئے اس کا علاج کروانے کیلئے میں کیا کروں۔

وہ بے بسی و بے کسی سے بولتے اس کے سینے میں سر رکھ گئی تھی۔ دین نے تھکے تھکے اعصابوں سمیت اپنی پیشانی مسلی تھی مگر اس میں تو جزاء کا بھی کوئی قصور نہیں تھا وہ بھی کسی کی سازش کا ہی شکار ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ بھی کچھ سوچنے سمجھنے کی حالت میں نہیں تھی کیونکہ دھچکا ہی اس قدر بڑا تھا تبھی وہ خاموشی اختیار کرگیا۔

معاً اندر سے آنے والے غیر معمولی شور پہ دین کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ وہ ایک نظر نادیہ بیگم کو دیکھتے جن کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑچکا تھا اندر کی جانب بڑھا جہاں وہ شاید اپنے حوش و حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ دائیں ہاتھ کی پشت سے سرخ رنگ کا مادہ نکل رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی آہ و پکار کر رہی تھی۔ آنکھوں میں گویا لہو اتر آیا تھا۔ نادیہ بیگم اس کی حالت دیکھ مزید رودی۔ دین نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو نرس کے قابو میں بھی نہیں آرہی تھی۔

یہ مریضہ آپ کے ساتھ ہیں یہ تو قابو میں نہیں آرہی۔ ڈاکٹر نے ان کی حالت کے پیش نظر انہیں سکون کا انجیکشن دینے کا کہا ہے لیکن یہ تو کچھ سننے کو ہی "تیار نہیں ہے۔"

نرس نے دین کو دیکھتے ہی وضاحت پیش کی دین بمشکل اثبات میں سر ہلا گیا۔
"آپ لوگ جائیں میں دیکھ لیتا ہوں۔"

وہ خاموشی سے انہیں باہر جانے کا اشارہ کرتے ایک جانب ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اتنی آسانی سے جہاں کسی کے قابو میں نہیں آئے گی۔ کل ہی اس نے اس متعلق ریسرچ کی تھی تو اسے جان کر افسوس ہوا تھا کہ لوگوں کو ماہ و سال لگ جاتے ہیں اس چیز سے باہر نکلنے میں لیکن اس دوران انہیں مکمل توجہ اور کاؤنسلنگ کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ وہ پیار محبت سے گندھی لڑکی ہے جلد ہی اس سب سے باہر نکل آئے گی کیونکہ اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔

"جہاں میری بات سنو۔"

اس نے نرس کے جاتے ہی دھیمے سے اسے مخاطب کیا جو دیوار سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ دین کو وہ اس وقت کافی سہمی ہوئی بے چین لگی تھی۔ تبھی اس کی حالت کی پیش نظر اسے نرمی سے مخاطب کیا۔

میں نہیں سنوں گی۔ مجھے بس وہ لادیں وہ دے گے تو میں پھر آپ کی ساری باتیں سنوں گی۔ مجھے سکون نہیں مل رہا میں کیا کروں۔ مجھے بس ایک بار دے دیں "وہ یہاں پہ تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے نہیں سمجھ آتا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔"

وہ اپنا مدعا اس کے سامنے رکھتی بے بسی سے بولی۔ دین نے ایک گہری نگاہ اس پہ ڈالتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اچھا میں لا کر دیتا ہوں تمہیں مگر تم جانتی ہوگی ناکہ کہاں سے ملے گا وہ۔" دین نے کسی خیال کے تحت اس سے استفسار کیا تاکہ وہ نارمل ہوتے اپنی دلی کیفیت اس تک پہنچائے۔ جزاء نے مسکراتے ہوئے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا تھا معاً کچھ سوچتے اس کے چہرے سے مسکراہٹ سمٹی تھی۔

نہیں آپ جھوٹ بول رہے ہیں میں جانتی ہوں آپ کبھی مجھے وہ نہیں لا کر دیں "گے۔ آپ چاہتے ہی نہیں ہے کہ میں کبھی سکون سے رہوں۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولی۔ نادیہ بیگم نے مشکل اپنی سسکی روکی تھی اس کے برعکس دین نے ضبط سے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ قریب رکھے میز پہ سے قینچی اٹھاتے خود کو کچھ نقصان پہنچاتی دین خود پہ ضبط کھوتے ہی ایک جست میں اس کے نزدیک پہنچا اور اسے جھنجھوڑتے غصے سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اس کی اشتعال بھری نگاہیں خود پہ محسوس کرتے سم گئی۔ قینچی اس کے ہاتھ سے چھوٹے اس کے پیروں میں جاگری تھی۔ نادیہ بیگم بھی سختی سے اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ جما گئی۔

"بلکل خاموش اب مجھے تمہاری آواز بلکل نہ آئے۔"

وہ غمض کے عالم میں دھاڑا تو وہ پھپھک کر رودی۔ دین نے اس کا بازو جکڑتے اسے بیڈ پہ بٹھایا اور نادیہ بیگم کے ساتھ کھڑی نرس کو قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔ نرس نے قریب آتے انجیکشن اس کے بازو میں لگایا تو وہ کراہ کر رہ گئی اور شکوہ کناں نگاہوں سے دین کی جانب دیکھا جو سخت نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھ رہا

تھا اس دوران نادیہ بیگم خاموش تماشائی بنی ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ وہ نرس خاموشی سے اپنا کام سرانجام دیتے باہر نکل گئی۔ دین نے خاموشی سے اس کے نزدیک جگہ سنبھالی تھی۔ جزاء نے نگاہوں کا زاویہ بدلتے نادیہ بیگم کی جانب دیکھا تو وہ بے رخی سے نگاہیں پھیر گئی۔ جزاء ان کی بے رخی پہ تڑپ کر رہ گئی۔

"امی پلیز ایسے مت کریں۔"

وہ روتے ہوئے اذیت سے بولی۔

"تم نے کچھ کرنے لائق چھوڑا کہاں ہے۔"

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ جزاء خاموشی سے چہرہ جھکائے آنسو پی گئی تھی۔ اس کا وجود خود خالی ہو گیا تھا۔ وہ بھی تو انجانے میں ہی اس سب میں گم ہوئی تھی اس جھوٹی تسکین سے خود کو سکون پہنچاتی تھی۔ دین نے ایک اچھٹی نگاہ جزاء پہ ڈالی جو خاموشی سے اپنے ناخن کھرچ رہی تھی۔

کیوں کر رہی ہو ایسا جانتی ہو کہ یہ کس قدر غلط ہے۔ جب انسان جانے انجانے "میں کوئی کوتاہی کرے یا خود کے ساتھ برا کرے تو سمجھ بھی آتا ہے لیکن جب سب کچھ جانتے بوجھتے وہ خود کو شیطان کے وسوسے میں ڈال کر حرام کاموں میں گم ہو جائے تو سمجھ نہیں آتا۔ وہ آپ خود ہی خود کے ساتھ غلط کر رہے ہوتے ہیں ہم خود ہی اپنے مجرم بن جاتے ہیں۔ اپنے آپ سے نگاہیں ملانے کو جی نہیں "چاہتا۔"

دین خاموش بیٹھی جزاء کو ناجانے کیا سوچتے مخاطب کر بیٹھا تو اس نے چونک کر بھاری ہوتی آنکھوں کو دباتے اس کی جانب دیکھا۔ چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھا لیکن اس کی باتوں سے اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔

لیکن میں کیا کروں میں خود پہ ضبط کرنا چاہتی ہوں میں ایسی نہیں بننا چاہتی تھی "مگر مجھ سے برداشت نہیں ہونا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پورے وجود پہ کچھ کاٹ رہا ہے جلن کا احساس شدت اختیار کر جاتا ہے اب اس سب میں میرا کیا قصور ہوا۔"

وہ منہ پھلاتے معصومیت سے بولی۔ مسلسل چیخنے کی بدولت گلہ بھی بری طرح بیٹھ چکا تھا تبھی اسے بولنے میں دقت پیش آرہی تھی۔ دین نے بغور اس کی جانب دیکھا جو خود سے ہی اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔

نہیں غلط بات بلکل غلط بات آپ خود پہ ضبط نہیں کر رہی بلکہ آپ خود پہ ظلم " کر رہی ہیں۔ میں نے آپ کو واضح لفظوں میں بتلایا تھا کہ آپ کو اس حد تک نشے کی لت لگ چکی ہے کہ جب تک آپ خود کو اس دلدل سے نکالنا نہیں چاہے گی چاہ کر بھی نہیں نکل پائے گی۔ ڈاکٹر کے مطابق یہ آپ کے وجود میں ایک خطرناک حد تک پھیل چکا ہے تبھی آپ اس کی اس قدر عادی ہو چکی ہیں۔ یہ بہت خطرناک کام ہے۔ خود کے بارے میں نہیں سوچا جاتا تو کم از کم اس عورت کے بارے میں سوچے جس نے ناجانے کس طرح کس مشکلات سے سامنا کر کے آپ کو اس قابل بنایا پڑھایا لکھایا لیکن آپ انہیں جواب میں کیا دے رہی ہیں۔ یہ ہم جیسے لوگوں کیلئے نہیں ہے یہ ان لوگوں کیلئے ہیں جو ہر قسم کے حرام کاموں کو خد

کیلے حلال سمجھتے ہیں خود کو جھوٹی تسکین دیتے ہیں۔ مگر ہمیں جھوٹی تسکین دینے کی ضرورت نہیں ہے خود کو۔ چھن ہوتی ہے جب اس کی طلب بڑھتی ہے تو آپ ایک کام کیا کرو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جایا کرو اس ذات کے سامنے جھکا کرو اس کے مانگا کرو سکون وہاں سے جھوٹا سکون سے ملتا وہاں سے مستقل سکون ملتا ہے راحت نصیب ہوتی ہے وہ ہمیں دھتکارتا بھی نہیں ہے۔ ہمیں برائیوں سے بچانے کے بہت سے طریقے پیش پیش ہیں تو کیوں نا ہم اس سے نیکی کی راہ تلاش کریں۔

لیکن نہیں پہلے ہم خود ہی خود کو ایسی راہ کے مسافر بناتے ہیں پھر بعد میں کہتے ہیں کہ ہم نے کوشش کی لیکن کوشش ناکام ہو گئی۔

جب آپ کسی کام کو انجام تک پہنچانے کے خاطر پوری طرح جت جاتے ہیں تو وہی ذات آپ کو کامیاب ٹھہراتی ہے بس اس میں آپ کی دلی رضامندی لازم ہے "ناکہ فقط جھوٹے دلا سے۔"

وہ پر یقین مسحور کن لہجے میں بول رہا تھا اور نادیہ بیگم اور جزاء یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جس کے لہجے ایک ایک حرف سے سچائی ٹپک رہی تھی۔

"میں کوشش کروں گی۔"

وہ آنکھیں میچتے ہوئے دل پہ پتھر رکھ کر بولی اور نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔ دین بھی ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے خاموشی سے رسیشن کی جانب بڑھ گیا تاکہ ڈسچارج پیپر ریڈی کروا سکے۔ اس دوران اس کا دماغ مسلسل اگلا لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے بعد ان دونوں کا ردِ عمل کیا ہوگا لیکن وہ بھی اپنی سوچ پہ عمل پیرا ہونے کے بارے میں سوچ چکا تھا۔

اس کے جانے کے بعد بھی کافی لمحے پورے کمرے میں خاموشی چھائی رہی معاً جزاء کی مدہم آواز کمرے میں گونجی۔

"امی۔"

اس نے اذیت زدہ لہجے میں خاموش بیٹھی نادیدہ بیگم کو مخاطب کیا مگر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ ان کی ناراضگی پہ جزاء کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔ چند ساعتوں بعد دین ہاتھ میں چند سفید رنگ کے پیپرز لیے جوں ہی اندر داخل ہوا وہ دونوں ابھی ابھی اسی زاویے پہ بیٹھی تھیں۔ اسے اندازہ ہوا کہ نادیدہ بیگم اپنی ناراضگی کی کس قدر پکی ہے۔

"چلیں چھٹی مل گئی ہے انہیں۔"

دین نے براہ راست نادیدہ بیگم کو مخاطب کیا تو وہ چونک کر اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جزاء بھی ایک نظر انہیں دیکھتے اپنی تمام ہمت متجمع کرتے بیڈ کا سہارہ لیتے اس سے پہلے کھڑی ہوتی بری طرح لرکھرائی تھی۔ نادیدہ بیگم نے سرعت سے اسے گرد بازو حائل کرتے دین کی تلقید میں قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد گاڑی جہاز کی سی تیزی سے ہسپتال کی حدود کو پار کر گئی۔ گاڑی کو تقریباً دس منٹ سے پکی سڑک پہ گامزن دیکھ

نادیہ بیگم نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے اس کی جانب دیکھا جو ہنوز
سپاٹ چہرے سمیت ڈرائیونگ میں لگن تھا۔

"بیٹا یہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ دین نے گلہ کھنکھارتے خود کو ان کے سوالوں
کیلئے تیار کیا۔

آئی ڈر اصل آپ میرے ساتھ میرے گھر جا رہی ہیں۔ آپ دونوں کا اب وہاں تنہا"
"رہنا بالکل درست نہیں ہے۔"

اس نے وضاحت پیش کی۔ ان دونوں نے سکتے کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا
جو کس قدر پرسکون تھا اپنی خود ساختہ حرکت پہ۔

بچے ہم کافی عرصے سے تنہا ہی رہتے آرہے ہیں اس سارے عرصے میں ہمیں "کوئی مسئلہ نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی ہے تو ہمارے وہاں ہمسائے بہت اچھے ہیں" کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔

انہوں نے اس کی بات پہ عذر پیش کیا۔ ہمسائے کے نام پہ جزاء کے ذہن کے درتچوں پہ اقراء کا چہرہ لہرایا تو وہ سختی سے لب آپس میں پیوست کر گئی۔ دین کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا لیکن وہ یہ بات بھی موقع کی مناسبت دیکھ کر ہی کرنا چاہتا تھا۔

آئی ان کی حالت سے آپ بخوبی واقف ہیں وہ جو کوئی بھی ہے جو ان کی اس "حالت کا ذمہ دار ہے وہ انہیں اس کام سے پیچھے ہٹتا محسوس کر کسی دوسرے طریقے سے ایک بار پھر اس میں ملوث کرنا چاہے گا جو آپ کی بیٹی کیلئے درست نہیں ہے۔ امید ہے آپ میری بات کو سمجھے گی۔ میں جو بھی بات کر رہا ہوں ان کی بہتری "کی خاطر ہی کر رہا ہوں۔"

اب کی بار نادیہ بیگم کے ساتھ ساتھ جزاء کے لبوں پہ بھی فقل لگا تھا۔ وہ ٹھیک تو کہہ رہا تھا اقراء جس سے بھی بات کر رہی تھی بلکل یہی تو الفاظ تھے اس کے بھی۔ وہ اس کے ساتھ کچھ بہت برا کرنے کا سوچے ہوئے تھی۔ ایک آنسو جزاء کی آنکھ سے ٹوٹے گال پہ بہا جسے وہ اپنی لامبی انگلیوں سے پونچھ گئی تھی۔ بھگی پلکیں مسلسل لرز رہی تھی جیسے آنسو ضبط کرنے کی کوششوں میں ہو۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی ایک شاندار سے فلیٹ کے سامنے رکی تھی۔ نادیہ بیگم نے جزاء کو سہارہ دے کر باہر نکالا۔ اس فلیٹ کو دیکھتے ان دونوں کی نگاہیں بے اختیاری میں ایک دوسرے کی جانب اٹھی تھی وہ دونوں کی نگاہیں پھیر گئے تھے۔

"چلیں آنٹی۔"

دین ان کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے بول اٹھا۔ انہوں نے خاموشی سے قدم اندر کی جانب بڑھائے تھے۔ دین بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی تھا۔

"ایسا کریں آپ دونوں کچھ دیر آرام کر لیں مجھے کسی کام کی بدولت باہر جانا ہے۔"

اس نے کہتے ہوئے سامنے بنے کمروں کی جانب اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے سر جھکا گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو ایک نظر دیکھتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب چل دیا۔ اب اس کا رخ اسی گھر کی جانب تھا جہاں اس چوکیدار کو قید کیا ہوا تھا اب وہ گھر ایک اور وجود سے بھر گیا تھا جس سے ملاقات اس کی باقی تھی۔

وہ جوں ہی دروازہ ہولے سے واں کرتے اندر داخل ہوا تو سامنے کرسی پہ بندھا وجود خون آشام نگاہوں سے اسے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا۔

"کون ہو تم اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔"

وہ کسی کو اپنے قریب آتا دیکھ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ وہ کسی زخمی شیرنی کی مانند دھاڑ دہی تھی۔ دین نے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

بہت جلد سب جان جاؤ گی۔ میرے سامنے تو زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔"

لیکن بہت جلد اس کے سامنے تمہاری زبان تو کیا سب کچھ چلے گا کیونکہ اس کا دشمن چاہے کسی بھی طرز کا ہو مرد ہو یا عورت وہ بخشش کسی کو نہیں۔ میری یہ بات ذہن نشین کرلو۔

وہ اس کی کان کے قریب جھکتے سرد مہری سے بولا۔ اس کی سرگوشی پہ اقراء کا پور پور کانپ اٹھا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ایک ہی جست میں اس کے چہرے سے نقاب ہٹانا چاہا تھا لیکن عین راستے میں ہی اس نے سختی سے اس کی کلائی جکڑتے مڑورتے پشت پہ لگائی تھی۔ اس قدر تکلیف پہ اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔ اب وہ اس کے کھلے ہوئے ہاتھ بے دردی سے اسی کی پشت پہ باندھ رہا تھا۔ اور اقراء یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔

اس پہ ایک کاٹ دار نگاہ ڈالتے دین دروازہ زور سے بند کرتے باہر کی سمت بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں وہی منظر لہرایا جب وہ نادیہ بیگم کے بلوانے پہ جزاء کے گھر کی جانب جارہا تھا۔

وہ ان کے بلاوے پہ جوں ہی جہاز کی سی تیزی سے ان کے گھر پہنچا جزاء کو سپید چہرے سمیت کانپتے ہوئے کسی کے گھر سے باہر نکلتا دیکھ اس کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتا اس نے اپنا دماغ پہلے تیزی سے چلانا شروع کیا سب سے پہلے شک تو اس کا اسی چیز کی جانب کیا کہ وہ اس نشے کی پریا کیلیے ماری ماری پھر رہی تھی معاً اسی گھر کے دروازے سے ایک لڑکی کو باہر نکلتا دیکھ اس کا ماتھا بری طرح ٹھنکا تھا۔ اس نے تیزی سے گاڑی کے عقب میں ہوتے صورتحال کا جائزہ لینا چاہا پہلے تو اس کی نگاہ اس لڑکی کی جانب پڑی جو گلابی رنگ کے کرتے کے ساتھ سیاہ رنگ کی جینز پہنے گلے میں ڈوپٹہ مفلر کی طرح لپیٹا ہوا تھا۔ اب وہ گلی میں ایک طائرانہ نگاہ دوڑا رہی تھی۔ اس

کے تاثرات دیکھ دین سمجھ چکا تھا کہ وہ چوری چھپے کسی جانے کی تیاری میں ہے مگر اس لڑکی کے نام کی ابھی تک اسے تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکی چاروں اطراف میں نگاہیں دوڑاتے تصدیق کرتے آگے کی جانب بڑھتی عقب سے آنے والی بچے کی آواز پہ وہ مٹھیاں بھینچتے اپنے قدم وہی پہ روک گئی تھی۔

"تم کہاں جا رہی ہو اقراء آپی۔"

وہ بچہ شاید اس کی جان پہچان کا تھا تبھی اس کے اپنے لبوں پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائی تھی۔ اس کے برعکس دین کی آنکھوں میں ایک چمک لہرائی تھی اس کے نام پہ۔ مطلب جس کی اسے تلاش تھی وہ اس کے سامنے ہی تھی۔

میں وہ تم نے ریوٹ کنٹرول گاڑی کی فرمائش کی تھی نہ بس وہی لینے جا رہی"

ہوں ابا پوچھے تو اسے مت بتانا کہ کہاں گئی ہو بس یہ بتانا کہ اپنی کسی دوست کے ہاں گئی ہے تو جانتا ہے ناکہ وہ فضول خرچ بالکل نہیں کرنے دیتا اور اگر اسے

"معلوم پڑ گیا تو تجھے گاڑی کبھی نہیں لینے دے گا۔"

وہ اسے اپنے مکمل اعتماد میں لیتے آگے کی جانب بڑھ گئی جبکہ اس بچے نے کھلکھلاتے ہوئے قدم دوبارہ گھر میں بڑھائے تھے۔

وہ جوں ہی گلی کا نکر پار کرتے باہر نکلی دین نے جزاء کے گھر جانے کے بجائے قدم اس کے تعاقب میں بڑھائے تھے۔ وہ جلد از جلد اس تک پہنچتے اسے اپنے شکنجے میں لینا چاہتا تھا۔ معاً کچھ سوچتے دین نے ماسک اپنے چہرے پہ چڑھایا اور ایک ہی جست میں اس کے منہ پہ اپنا بھاری ہاتھ جماتے اسے روکنا چاہا معاً جوں ہی اس کے ہاتھ پہ لگی دوائی اس کے نتھنوں سے ٹکرائی اقراء نے کب حواس چھوڑے اسے علم ہی نہیں ہوا۔ اس نے بند ہوتی آنکھوں سے اس شخص کا چہرہ دیکھنا چاہا لیکن اس کے حواس بری طرح کام کرنا چھوڑ چکے تھے۔ دین نے ایک پتھریلی نگاہ اس پہ ڈالی جس کا سانس بہت دھیرے سے چل رہا تھا۔ وہ اسے بھی اسی بوسیدہ کھنڈر زدہ گھر میں لے آیا تھا جہاں اس نے چوکیدار کو قید کیا ہوا تھا۔

وہاں لاتے ساتھ ہی اسے کرسی پہ پٹخنے والے انداز میں بٹھاتے اس نے ایک تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے سختی سے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔ اس دوائی کا دورانیہ اتنا ہی تھا۔ دین کے متوجہ کرتے پہ اس کے حواس بحال ہونا شروع ہوئے تھے۔ اس نے مشکل اپنی مندی مندی کھولی اور اطراف کا جائزہ لینا چاہا معاً اپنے اوپر ایک نقاب پوش کو جھکا دیکھ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ اس نے چلانا چاہا لیکن دین نے اس کے منہ پہ بھاری ہاتھ رکھتے اس کی کوشش کو ناکام بنادیا اور نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اک کون ہو تم۔"

اس نے ہکلاتے لہجے میں استفسار کیا۔

مجھے جاننا تمہارے بس کی بات نہیں ہے لیکن تمہیں جاننا بہت ضروری ہے اسی" لیے جو بھی میں اب تم سے پوچھوں اس کا سچ سچ جواب دینا ورنہ میں تمہارے "لڑکی ہونے کا بھی لحاظ نہیں کروں گا۔"

وہ طیش کے عالم میں اس کی کرسی کو جھٹکا دیتے غرایا۔ اقراء نے بے ساختہ اپنا حلق تر کیا۔

"کیا مطلب۔"

اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ناجانے کون اجنبی تھا۔

سارے مطلب واضح ہونگے سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کون ہے تمہارا باس "

"جس کے ساتھ مل کر معصوم جانوں سے کھلوار کر رہی ہو۔

وہ سختی سے گویا ہوا۔ اقراء کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ وہ چاہ کر بھی اس کے خلاف نہیں بول سکتی تھی۔ وہ لب بری طرح دانتوں تلے چباتے سوچ میں غلطاں تھی۔

"کون باس کس باس کی بات کر رہے ہیں آپ میں کسی کو نہیں جانتی۔"

اس نے اپنے لہجے پہ حتی الامکان قابو پایا تاکہ اسے شک نہ ہو۔ دین نے داد دیتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور سرعت سے اپنی جیب سے لائٹر برآمد کرتے اس کی آنکھوں کے نزدیک کیا تھا۔ اقراء کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے سہمی پانی سے بھری ہوئی نگاہوں سے جلتے ہوئے لائٹر کو خود کے قریب تر ہوتے دیکھا تھا۔

جس کے ساتھ مل کر لوگوں کو نشے کا عادی بنا رہی ہو۔ معصوم لوگوں کا جینا حرام "اگر رہی ہو۔

وہ یہ بولتے لائٹر اس کی دائیں آنکھ کے عین نزدیک کر گیا۔ اقراء نے سختی سے آنکھوں کو میچتے لب آپس میں سختی سے پیوست کر لیے جیسے کچھ نہ بولنے کی قسم کھائی ہو۔ دین نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اپنے موقف پہ ڈٹی ہوئی تھی مجال ہے کہ کچھ بھی بولی ہو۔

تمہارے پاس صرف ایک دن کا وقت ہے پھر جو تمہارے ساتھ ہوگا اس کی زمہدار" سراسر تم خود ہی ہوگی۔ کچھ دیر میں پھر لوٹوں گا ذہن مانے تو منہ کھول دینا کیونکہ "کل تو تمہارا منہ تو کیا سب کچھ کھلے گا کیونکہ وہ ظالموں کیلئے بہت برا ہے۔

وہ اس کے وجود میں سرد سی لہر دوڑاتا اسے مزید خوف میں مبتلا کر گیا۔ وہ کس کی متعلق بات کر رہا تھا۔ اقراء کا دل خوف سے بڑھ گیا۔ دین اس کی ہنوز خاموشی کو محسوس کرتے اس کی کرسی کو ٹھوکر مارتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے وہ چیختی چلاتی رہی لیکن یہاں اس سناٹے ذہ ماحول میں اس کی سننے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو سوچتے ایک خوفزدہ نگاہ اس خوفناک گھر کے ڈالتے پھٹتے دل سمیت چیخ چیخ کر رودی تھی۔

موبائل پہ آنے والی کال سے اس کی بے لگام سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔ اس نے - سرعت سے فون کان سے لگایا

"کچھ بولی وہ لڑکی۔"

عشب کی سنجیدہ آواز پہ دین نے ایک شرربار نگاہ اس گھر پہ ڈالی۔

کچھ بھی نہیں۔ شاید وہ پکی کھلاڑی ہے یا اسے مکمل طور پہ خوفزدہ کیا گیا ہے " کیونکہ اس کے گھر کے حالات کو دیکھتے ٹارگٹ بنایا گیا ہے ہوسکتا ہے اسے دھمکی "دی گئی ہو۔

اس نے سنجیدگی سے ساری بات اس کے گوش گزار دی۔ عشب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ساتھ ساتھ وہ دونوں اسلحہ وغیرہ اور ضروری سامان پیک کرنے میں بھی مصروف تھے کیونکہ اتنا تو وہ جان گئے تھے کہ وہ سب اپنے مشن کے بہت قریب ہیں۔

چلو ہم ویسے بھی پہنچ ہی رہے ہیں وہاں دشمنوں کا خاتمہ کرنے۔ کب تک خیر " منائے گے وہ اپنی۔ انڈورلڈ کا سب سے بڑا آدمی پاشا اس کا کھیل اب تمام ہوگا۔ تم اپنی تیاری مکمل رکھنا ہم آدھی رات کو ہی یہاں سے نکلے گے اور صبح "تمہارے پاس۔

اس نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔ دین نے اس کی بات پہ فقط سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

"ہاں سچ علایہ کا کیا کرنا ہے۔"

عشب کی آواز پہ دین جو جزاء کے متعلق سوچ رہا تھا چونک اٹھا۔

اسے بھی ساتھ ہی لے آنا۔ میرے ساتھ ایک آنٹی رہتی ہیں ان کی ایک بیٹی " بھی ہے تمہیں جس لڑکی کے متعلق بتایا تھا یہ اسی کیس کی ایک کڑی ہے۔ تفصیل تم لوگوں کے یہاں پہنچتے ہی بتاؤں گا۔

اس نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔ دین کی بات پہ عشب کو حیرت تو بہت ہوئی لیکن وہ اپنی حیرت پہ قابو پا گیا تھا۔ اسی طرح چند ایک باتوں کے بعد عشب نے کال کاٹی اور اپنے قدم حسن کے کمرے کی جانب بڑھائے۔

"تمہادی تیاری مکمل ہو گئی۔"

اس نے وارڈروب میں گھسے حسن کو مخاطب کیا۔

"جی بھائی بس ہوگئی۔ آپ نے بتایا نہیں کہ علایہ کا کیا کرنا ہے۔"

اس نے اپنے بیگ کی زپ بند کرتے علایہ کے بارے میں باز پرس کی۔

"اسے بھی ساتھ لے کر چلنا ہے۔"

عشب نے مختصر جواب دیا۔ حسن کی انکھیں حیرت کی زیادتی سے کھلی کی کھلی رہ گئی۔

"بھائی کیا سچ میں اسے وہاں لے جانا ٹھیک رہے گا۔"

حسن نے پریشانی سے پوچھا۔ عشب نے اسے تسلی دینے کی خاطر اس کا شانہ تھپتھپایا۔

جاؤ اسے کہو کہ اپنی پیکنگ کر لے مجھے ایک ضروری کام ہے اسے نیٹا کر آتا۔
"ہوں۔"

وہ سپاٹ ذدہ لہجے میں بولتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی حسن نے بھی کندھے اچکاتے علایہ کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

اسے گھر لوٹتے شام پڑ گئی تھی۔ آسمان پہ آج کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھی۔ ٹھہرادینے والی سردی تھی۔ تاروں کا کسی نام و نشان تک نہیں تھا۔ ایسے موسم میں وہ گھر کے لان کے کھڑی آسمان پہ نگاہیں جمائے کسی گرمی سوچ میں غلطاں تھی۔ ایکدم ہوا کی ایک سرد لہر دوڑتی تو پورے وجود میں کپکپاہٹ سی دوڑ جاتی۔ دین نے اسے اس قدر ٹھنڈے موسم میں بغیر کسی شال یا سویٹر کے کھڑے دیکھا تو اس کی لاپرواہی پہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتے اسی کی جانب چلا آیا۔ اس کے قریب آنے پہ بھی نا وہ چونکی اور نا ہی اس کی جانب متوجہ ہوئی شاید وہ اپنی سوچوں میں اس قدر غلطاں تھی۔ دین نے ایک گرمی نگاہ اس پہ ڈالی تو

اسے اندازہ ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ سرخ متورم آنکھیں جو سرخ ہو رہی تھیں جس پہ سایہ فگن ہوتی لامبی پلکیں، گلابی ناک جو سردی کی بدولت مزید گلابی ہو رہا تھا سردی سے کپکپاتے لب۔ وہ انتہا کی پرکشش تھی۔ سرخ و سفید رنگت کی حامل لڑکی اسے حقیقتاً اس لڑکی کی قسمت پہ دکھ ہوا تھا کہ وہ کیا سے کیا بن گئی تھی۔ اس کی محویت آسمان پہ محسوس کرتے اس نے ماتھے پہ شکنیں سجائے اس کی جانب دیکھا اور گلہ کھنکھارتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔ وہ چونک کر اس کی سمت دیکھتے سرعت سے اپنے آنسو صاف کر گئی۔

"آپ یہاں۔"

اس نے دھیمے لہجے میں بولتے اپنے سر پہ ڈوپٹہ درست کیا۔ دین نے دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں اڑستے طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب اپنے لب چبار ہی تھی۔

"بہت جلدی ہوش نہیں آگیا آپکو۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا۔ ناجانے کیوں اس کا یوں اس کی جانب متوجہ نہ ہونا اس کے تن بدن میں آگ لگا گیا تھا تبھی نا چاہتے ہوئے بھی طنز کر بیٹھا۔ جزاء نے ذرا سی پلکیں واں کرتے حیرت سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کی نگاہیں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے وہ سٹپٹاتے ہوئے نگاہیں جھکا گئی۔

"کیا کر رہی تھی یہاں۔"

اب کی بار وہ مطلب کی بات پہ آیا۔

وہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی تو یہاں آگئی۔ اگر آپ کہتے ہیں تو اب نہیں آؤں۔"
گی۔ وہ امی بھی نہیں بات کر رہی میرے سے میں اکیلی بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی
"تھی۔ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔"

وہ معصومیت سے بولتے آخر میں بے بسی کے مارے رودی تھی۔ دین چاہتا بھی
یہی تھا کہ وہ اپنے دل کا غبار ہلکا کر لے تبھی خاموشی سے دونوں ہاتھ سینے پہ
باندھتے اسے دیکھتا رہا۔

نہیں برداشت ہو رہی ہے نا ان کی بے رخی تو مناؤ انہیں جاکر۔ ان کا دل تو ازل سے موم ہوتا ہے پگھل جائے گی وہ پریشانی میں یہ سب کہہ گئی تھی۔ ورنہ جو آج "انہیں پتہ چلا ہے وہ کسی دھچکے سے کم نہیں ہے جزاء۔"

اس نے محبت سے اسے سمجھایا۔

"لیکن اس میں میرا کیا قصور۔"

اس نے بھاری لہجے میں استفسار کیا۔ دین نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

کبھی کبھی قصور کسی کا بھی نہیں ہوتا بس حالات ہی ایسے ہو جاتے ہیں۔ خود کو "مضبوط کرو اور آئی سے بات کرو۔ جاؤ شاباش۔"

اس نے دھیمے لہجے میں اسے تسلی دی۔ جزاء نے حلق تر کرتے اس کی سمت دیکھا۔

"لیکن اگر وہ نہیں مانی اور انہوں نے ڈانٹا تو۔"

اس نے کسی خدشے کے تحت استفسار کیا۔ اس کے چہرے پہ پھیلے خوف کے سائے محسوس کرتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی دھیمے سے ہنس دیا تھا۔

نہیں کرتی غصہ اور اگر کریں گی بھی تو اولاد سے بہتر کون جانتا ہے کہ انہیں کیسے "سنجھالنا ہے۔ جب ہمارے والدین ہمارا کہا سنا برداشت کر جاتے ہیں تو ہم کیوں "نہیں۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ اس کے ہاتھوں کا لمس اپنے گال پہ محسوس کرتے جزاء تڑپ کر اس سے فاصلہ قائم کر گئی۔ دل بے ساختہ تیز تیز دھڑکنے لگا۔ دین بے اختیاری کی کیفیت میں یہ کر تو چکا تھا مگر اب دل ہی دل میں خود کو کوسنے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے کا سرخ رنگ دیکھتے دین کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

"ایم سو سو ری۔ میں چلتا ہوں آپ بھی جاؤ۔"

وہ اسے انگلیاں چٹھاتے دیکھ شرمندگی کی کیفیت میں معذرت کرتے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ جزاء نے اس کی پشت کو بغور دیکھا تھا جب تک وہ نگاہوں سے او جھل نہیں ہو گیا۔

وہ سب تقریباً پانچ گھنٹوں کے سفر کے بعد مظفر آباد پہنچ چکے تھے۔ وہاں کا موسم لاہور کی نسبت سرد تھا تبھی انہوں نے خود کو اچھے سے دھانپا ہوا تھا۔ علایہ تو پرشوق نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی کیونکہ وہ اپنے ہوش و حواس میں یوں پہلی بار کہی باہر آئی تھی البتہ وہ دونوں بالکل سنجیدہ تھے کیونکہ جس کام کی بدولت وہ جارہے تھے اس بارے میں سوچتے انہیں حوصلے اور ہمت سے کام لینا تھا۔ علایہ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ وہ دین کے پاس جارہے ہیں ورنہ وہ ضرور

ہنگامہ برپا کرتی اور وہ لوگ کسی صورت بھی اس چیز کو فلحال برداشت نہیں کر سکتے تھے تبھی اسے اس بات سے بے خبر رکھا تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد دین کی بھیجی گئی لوکیشن کو فلو کر تے وہ تینوں گاڑی میں اس کے فلیٹ کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ان کی گاڑی ایک چھوٹے سے مگر خوبصورت سے فلیٹ کے سامنے کی تھی۔ علیہ نے نا سمجھی سے ان دونوں کی جانب دیکھا البتہ وہ دونوں پرسکون تھے۔

"یہ کس کا فلیٹ ہے۔"

اس نے ہولق ذدہ ہوتے استفسار کیا۔ حسن نے آنکھیں دکھاتے اسے کچھ دیر مزید خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو وہ منہ بناتے خاموشی سے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ گئی۔ چند ساعتوں بعد ہی جزاء نے دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے لڑکوں کو دیکھتی وہ ایکدم بوکھلا گئی تھی۔ حسن اور عشب نے سرعت سے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے نگاہیں پھیری البتہ علیہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ارے تم لوگ آگئے۔"

معاً دین کی آمد سے جہاں علایہ کا رنگ اڑا تھا وہی اس نے بے یقینی سے ان دونوں کی جانب دیکھا جنہوں نے اسے بتانا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے قدم بے اختیار پیچھے کی جانب لیے تھے۔ سر ابھی تک بے یقینی سے نفی میں ہل رہا تھا۔

"اتنا بڑا دھوکا۔"

اس نے خالی خالی نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھتے کہا۔ دین کو معاملہ سنگین محسوس ہوا تو وہ ان دونوں کو اندر جانے کا اشارہ کرتے خود علایہ کی جانب متوجہ ہوا جو نفرت بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ دین کا دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

"علایہ میرا بچہ میری بات نہیں سنے گا۔"

وہ اسے دھیمے سے پچکارتے ہوئے بولا لیکن وہ تو اس کے اس قدر حلاوت زدہ لہجے پہ ہی چٹخ اٹھی تھی۔

نہیں سنوں گی کوئی بات آپکی۔ یہی تو کرتے ہیں آپ سب لوگ اپنی سنا کر چلے " جاتے ہیں میری آج تک سنی کس نے ہے۔ میں تو ایک کھڑپتلی ہوں نا جس کو سرراہ جس جانب بھی رکھ دو گے وہ آپ کے اشارے پہ وہی ٹکی رہے گی اس کی "تو کوئی زندگی ہی نہیں ہے نا۔ ہے نا یہی کریں گے نا اب بھی آپ۔

وہ پھاڑکھانے والے انداز میں بولی۔ ضبط کے کڑے پہرے جو کافی عرصے سے اس نے خود پہ بٹھائے ہوئے تھے وہ بری طرح ٹوٹ گئے تھے۔

"علا یہ اندر چلو یہاں بات کرنا مناسب نہیں ہے۔"

عشب اس کی اونچی ہوتی آوازوں کو محسوس کرتے دوبارہ باہر آتے دھیمے لہجے میں بولا لیکن اس کے لہجے میں بھی سختی پہناں تھی۔

مجھے اپنا یہ سخت رویہ دکھا کر گمراہ کرنے کی کوشش مت کریں کیا سمجھتے ہیں آپ "

"خود کو۔ نہیں آنا تھا مجھے یہاں کسی نے پوچھنا تو دور بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔

وہ ایک دم زخمی شیرینی کی مانند اس کا گریبان جکڑ گئی۔ دین نے سرعت سے اسے عقب سے اپنے حصار میں لیتے سنبھالا جو کسی کے قابو نہیں آرہی تھی۔ عشب ایک سرد نگاہ اس پہ ڈالتے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ شدت گریہ سے سرخ ہوتی آنکھوں کو سختی سے میچ گئی۔ دین اسے اپنے حصار میں لیتے جوں ہی اندر داخل ہوا وہ صوفی پہ بیٹھے دو انجان وجود کو دیکھتے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"میں ایک منٹ آتا ہوں۔"

وہ ان سب سے معذرت کرتا علیہ کو اپنے ساتھ لیتے اپنے کمرے کی جانب چل دیا تاکہ کھل کر اس سے بات کر سکے۔ جزاء کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"وہ ان کی بہن ہے۔"

معاً اپنے قریب سے آنے والی شریر آواز پہ وہ اڑی اڑی رنگت سمیت بدک کر پیچھے ہوئی تو حسن سرعت سے مسکراہٹ چھپا گیا۔ جزاء نے شرمندہ ہوتے دل ہی دل میں خود کو اپنی حرکت پہ کوسا تھا کیا ضرورت تھی اس قدر مجھ ہو کر دیکھنے کی۔

دین نے اسے کمرے میں لاتے بیڈ پہ بٹھایا اور خود دوازنوں اس کے نزدیک بیٹھا تھا۔ وہ مسلسل اپنی ٹانگ ہلاتے خود پہ ضبط کر رہی تھی۔ دین نے ایک نظر جی بھر کر اس کی جانب دیکھا جو دنیا میں اس کا سگا واحد رشتہ تھا۔

"علاہ میری طرف نہیں دیکھو گی۔"

دین کے لہجے میں ایک التجا سی تھی۔ علاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچی تھی۔

"نہیں دیکھوں گی۔"

وہ خالی خالی لہجے میں ہٹ دھرمی سموئے بولی۔ دین نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا جو اپنے موقف پہ ڈٹی ہوئی تھی۔ دین نے افسردگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیوں نہیں دیکھو گی ایک بار دیکھ لو نا۔ بھائی تو کب سے ترسے ہوئے ہیں۔"

وہ بے چینی سے گویا ہوا۔ علایہ نے ایک شکوہ کناں نگاہ اس پہ ڈالتے نگاہیں پھیر لی۔ دین کے لبوں پہ ایک بھولی بھسری مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

نہیں دیکھوں گی اس دن بھی دیکھا تھا لیکن اگلے دن آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔" اس بار بھی چلے جائیں گے میں جانتی ہوں۔ سب ایسے ہی مجھے دھوکا دے کر اکیلا کر جاتے ہیں۔

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ دین نے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے سختی سے اس کی بات کی نفی کی۔

نہیں میری جان کم از کم اپنے بھائی کو تو ان لوگوں میں شمار کر کے اس کے دل " کو ٹیس پہنچاؤ میں تو اپنی لایہ سے بہت پیار کرتا ہوں بس کچھ مجبور تھا میں۔ ابھی بھی مزید باتیں نہیں کروں گا لیکن جیسے ہی ہمارا یہ مشن پورا ہوا اس کے بعد سے "بھائی پکا پکا آپکے اوکے۔ کہی نہیں جائیں گے بھائی۔

وہ اس کی بے تاثر نگاہیں دیکھتے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ علایہ نے بھی بغیر کسی تردد کے اس کے گرد بازو حائل کرتے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا تھا۔ وہ بھی تو زندگی سے تھکی اور دکھوں کی ماری تھی جسے بس محبت چاہیے تھی اب جب وہ اسے مل رہی تھی تو وہ کیونکر اس سے منہ موڑتی۔ دین نے محبت سے اس کے بال سنوارتے اس کے ماتھے پہ ہولے سے لب رکھے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے دین کی جانب دیکھا۔

"چلیں اب باہر۔"

اس نے مسکراتے ہوئے گویا تصدیق چاہی۔ علیہ نے اس کے گال پہ محبت بھرا بوسہ دیتے اثبات پہ سر ہلایا تھا جواباً وہ اس کے بال بکھیر گیا۔ اس کی ہمیشہ والی حرکت پہ وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ باہر بیٹھے حسن اور عشب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے تشکر بھرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

وہ دونوں جوں ہی باہر نکلے دین نے ان سب کو نادیہ بیگم اور جزاء کا تعارف کرایا۔ عشب تو ایک نظر اسے دیکھتے سپاٹ چہرے سمیت نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔ اس کی کچھ دیر پہلے والی حرکت ابھی تک اس کے ذہن میں تازہ تھی۔ جزاء ایک نظر ان سب پہ ڈالتے ہچکچاتے ہوئے وہاں سے اٹھی اور انگلیاں چٹختے کچن کی جانب چل دی۔ نادیہ بیگم کو تو وہ سب بہت پسند آئے تھے خاص طور پہ حسن جو جب سے آیا تھا اپنی باتوں اور حرکتوں سے سب کے چہروں پہ مسکان بکھیر رہا تھا۔

"دین میرے خیال سے ہمیں مزید وقت کا ضیاع کیے بغیر اب نکلنا چاہیے۔"

معاً لاؤنج کی خاموش فضا میں عشب کی بھاری سنجیدہ آواز گونجی۔ علایہ نے ٹھٹھک کر اس کی سمت دیکھا اور خوفزدہ نگاہوں سے دین کی جانب دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دے رہا تھا۔ علایہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئی۔ اب بھلا وہ اس کے آگے کیا کہتی تبھی خاموشی اختیار کر گئی۔

"کہاں جارہے ہو بیٹا۔"

نادیہ بیگم ناجانے کیا سوچتے بے اختیاری کے عالم میں پوچھ بیٹھی۔

آئی بس سمجھ لے اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے جارہے ہیں اگر آپ کی دعائیں "ساتھ ہوئی تو انشاء اللہ کامیاب ہو کر لوٹیں گے۔"

اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ نادیہ بیگم نے ان تینوں کے سر پہ دستِ شفقت رکھا تھا۔ وہ تینوں ہی ان کی محبت پہ فقط مسکرا دیے۔ اس کے بعد وہ سب باہر دروازے کی جانب چل دیے۔ باہر جاتے دین نے ناجانے کیا سوچتے ٹھٹھک کر کچن کے دروازے کی جانب دیکھا تھا جہاں جزاء کھڑی اسے ہی دیکھ رہی

تھی۔ اس کے دیکھنے پہ وہ اس نے خاموشی سے نگاہیں پھیر لی تھی۔ دین کچھ سوچتے اس کی جانب چل دیا۔ جزاء کا دل اسے قریب آتا دیکھ زوروں سے دھڑکنے لگا۔ جس کا اندازہ اس کے چہرے پہ پھیلے رنگوں کو دیکھتے بخوبی ہو رہا تھا

میں جا تو رہا ہوں یہاں سے لیکن آپ کو اس ذات کے سپرد کر کے۔ میں نہیں " جانتا کہ واپسی کب ممکن ہو یا نہ ہو لیکن آپ کا معاملہ اب اس ذات پہ چھوڑ دیا ہے نا اگر آپ نے بے ایمانی کرنے کی کوشش کی تو حساب میں نہیں وہ ذات لے گی۔

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا اور جزاء دم سادھے اسے سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں باقاعدہ نمی سی چھلکی۔ اس سے پہلے کہ وہ واپسی کیلئے قدم موڑتا بھگی مترنم آواز پہ اس کے دروازے کی جانب بڑھتے قدم باقاعدہ ٹھٹھکے تھے۔

"اپنا خیال رکھیے گا۔ میں آپ کیلئے دعا کروں گی اور آپ کا انتظار بھی کروں گی۔"

وہ بھگی نگاہوں سے اس کی پشت تکتے مدھم لہجے میں بولی۔ دین کے لبوں پہ ایک خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ اس نے ایک اچھٹی نگاہ اس لڑکی پہ ڈالی جو کوئی رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی اسے پہلی ہی نظر میں اپنی اپنی سی لگی تھی۔

اب تو ضرور وقت پہ لوٹنا ہوگا مجھے کیونکہ کوئی میرا انتظار جو کر رہا ہوگا اور کسی کو زیادہ "

"انتظار کرانا غلط ہوتا ہے۔

وہ ایک بھرپور مگر گہری نگاہ جزاء پہ ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جزاء نم نگاہوں سے اس مہرباں شخص کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

"دین بھائی اچھے ہیں نا۔"

حسن جو ناجانے کب وہاں آیا تھا اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔ جزاء اس کے انداز پہ اچھا خاصہ بوکھلا گئی۔

"نہیں تو۔"

اس کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ حسن نے آنکھیں سکیڑتے اس کی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ ایسا کیوں۔

اتنے اچھے تو ہے ہمیشہ اس قدر پیار سے مخاطب کرتے ہیں سب سے اتنی محبت "اکرتے ہیں۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے سب پہ زور دیتا ہوا بولا تو جزاء کے چہرے پہ
گلال بکھر گیا۔

"نہیں تو مجھے تو بس ڈانٹتے رہتے ہیں۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی مگر حسن کے قہقہے پہ اسے احساس ہوا کہ وہ جانے
انجانے میں ہی سہی کچھ غلط کہہ چکی ہے۔ تبھی کھسیاتے ہوئے وہاں سے کھسک
گئی جبکہ حسن قہقہہ لگاتے باہر علیہ کی جانب چل دیا جس کا چہرہ اداس سا تھا۔

"کیا ہو گیا ایسا پھولا ہوا منہ کیوں بنایا ہوا ہے۔"

حسن اس کے چہرے پہ چھائی افسردگی کو مٹانے کی خاطر اس کی ناک ہولے سے دباتا ہوا بولا۔ علایہ نے خونخوار تیوروں سمیت اس کی جانب دیکھا تھا۔

"تمہارے جانے کے غم میں۔"

وہ جل کر بولی۔ حسن اس کی بات پہ خوشگوار انداز میں قہقہہ لگا اٹھا۔ اس کی بات پہ عشب جو گاڑی میں سامان رکھوا رہا تھا اس کے حرکت کرتے ہاتھ تھمے تھے جبکہ چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ وہ سر جھٹکتے ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"ہائے میرے جانے کا اتنا غم۔ کہو تو جاتا ہی نہیں ہوں۔"

وہ چمکتی نگاہوں سمیت اس کی جانب دیکھتے شریر لہجے میں گویا ہوا۔ علایہ نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔ بول تو ایسے رہا تھا جیسے ابھی وہ سب کو کہے گی کہ یہاں سے کوئی مت جائے اور کوئی سچ میں نہیں جائے گا۔

حسن ایک مسکراتی نگاہ اس پہ ڈالتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اب وہاں پہ صرف علایہ اور عشب ہی موجود تھے۔ علایہ کتنے وقت سے اس کے چہرے پہ چھائے اتار چڑھاؤ کا ملاحظہ کر رہی تھی جو ہمیشہ کی طرح بے تاثر تھے۔

"بول لیں آپ بھی یا منہ میں سپاری ڈالی ہوئی ہے۔"

علایہ نے علایہ اسے تنگ کرنے کی خاطر بولی لیکن جواب میں وہ خاموش ہی رہا تنگ کر اس کی جانب دیکھا جو کچھ زیادہ ہی بھاؤ کھا رہا تھا۔

"میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔"

وہ اس کے کان کے قریب چیختے جتانے والے انداز میں بولی۔ عشب نے ایک غصیلی نگاہ اس پہ ڈالی تھی جو اب آنکھیں پٹپٹاتے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"لیکن میں آپ سے بات نہیں کر رہا۔"

اس نے بھی جواباً اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے جتایا تھا۔ علایہ اس قدر بے عزتی پہ خون کے آنسو رو کر رہ گئی۔

"اچھا مت کریں مجھے آپ سے کچھ چاہیے بھی نہیں بس جلدی لوٹیے گا۔"

وہ کندھے اچکاتے بے نیازی سے بولی۔ عشب نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔ دل خوش گمانیوں میں گھرنے لگا تھا

میرے بھائی اور حسن کو ساتھ لے کر۔ اب اتنی ذمہ داری تو آپ لے ہی سکتے"

"ہیں ہے نا۔"

وہ بھنویں اچکاتے ہوئے بولی۔ عشب کے چہرے کا رنگ ایک لمحے میں اڑا تھا۔ اس کے دل کی خوش گمانیوں کو اس نے ایک لمحے میں ہی کچل ڈالا تھا۔ وہ خالی اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا معاً کچھ سوچتے اس نے ایک بار پھر اس کی جانب دیکھا۔

"اور اگر میں ہی نا لوٹوں۔"

اس نے بے ساختہ پوچھا۔ اس کے سوال پہ علایہ کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو لکی تھی۔

آپ کو لوٹنا ہوگا۔ اگر آپ نہیں آئیں گے تو وہ دونوں کیسے آئیں گے۔ اسی لیے "

"مجھے تینوں ایک ساتھ واپس چاہیے۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولی۔ عشب اسے دیکھ کر رہ گیا جو اب مسکراتی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

اور آپ ہی تو کہتے ہیں کہ ناامیدی کی باتیں کرنی چاہیے۔ مجھے کچھ سکھا کر اس پہ "

خود عمل پیرا نہیں ہونگے تو فائدہ۔ پرسکون رہیں میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ

"ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے شریر انداز میں بولی۔ عشب اس کی بات پہ مدہم سا مسکراتے گاڑی کے لگے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ دونوں بھی باہر آگئے۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

دین اس کے سر پہ محبت بھرا بوسہ دیتے ہوئے بولا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"میں تمہیں بہت یاد کروں گی۔"

وہ حسن کو دیکھتے افسردگی سے گویا ہوئی تو وہ اس کے بال کھینچتے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا جبکہ وہ اس کی حرکت پہ دانت کچکپاتے کراہ کر رہ گئی۔ گاڑی ایک جھٹکے سے آگے کی جانب بڑھی تھی اور گھر کی حدود پار کر گئی۔ علایہ اور جزاء نے خالی خالی نگاہوں سے گاڑی کو اپنی نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھا تھا۔ کچھ دیر پہلے چہرے پہ جو مسکراہٹ تھی وہ ماند پڑ چکی تھی۔

"میں نے آپ کے سپرد کیا انہیں۔ مجھے ہمیشہ کی طرح خالی ہاتھ مت لوٹائیے گا۔"

وہ آنکھیں میچتے آسمان کی جانب سر اٹھاتے دل ہی دل میں بولی۔ جزاء اس کی حالت کے پیشِ نظر اس کے نزدیک آئی اور اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ اپنے کندھے پہ کسی کا دباؤ محسوس کرتے اس نے بائیں جانب دیکھا جہاں جزاء مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو روتی نہیں ہوں میں۔"

وہ پردرد لہجے میں بولی۔ جزاء کے لبوں کی مسکراہٹ جیسے کسی نے نوچ لی تھی۔ وہ بھی ایک مسکراہٹ اسے پاس کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ جزاء نے بھی اس کی تقلید میں اندر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

کچھ لمحوں کی مسافت کے بعد ان کی گاڑی ایک بوسیدہ سے گھر کے باہر کی تھی۔ دین نے اندر کی جانب اشارہ کیا تو عشب اثبات میں سر ہلاتا گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی ہمقدم ہوتے اندر کی جانب بڑھ گئے۔

"کچھ بولی تھی وہ لڑکی۔"

عشب نے اپنے چہرے پہ ماسک چڑھاتے مصروف سے انداز میں پوچھا۔ دین نے سپاٹ چہرے سمیت نفی میں سر ہلایا۔

تم لوگ دوسرے کمرے میں ٹھہرتے بس جو جو وہ لڑکی بولے ریکارڈ میں ریکارڈ"

"اگرتے جانا اب میں اندر چلتا ہوں۔"

وہ پتھریلے تاثرات چہرے پہ سجائے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب چل دیا۔ اس نے جوں ہی کمرے کا دروازہ ہولے سے واں کیا سامنے کرسی پہ بیٹھے وجود کو دیکھتے تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے سر جھٹک گیا۔ اقراء جو پیاس کی شدت سے نڈھال بیٹھی ہوئی تھی اندر آتے وجود کو دیکھتے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولنے کی کوشش

کرنے لگی۔ اس نے بے اختیار اس کا چہرہ دیکھنا چاہا لیکن مقابل کے چہرے پہ ایک ماسک چڑھا ہوا تھا۔ وہ بے بسی کے مارے کرسی سے پشت ٹکاتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

عشب نے اندر آتے ہی کرسی کھینچتے اس کے مقابل رکھی اور اس پہ براجمان ہوتے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔ اقراء نے اس شخص کو دیکھتے اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری تھی۔

شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ بولتی جاؤ اور میری ایک بات کان کھول کر "سن لو۔ اگر تمہاری کسی بھی بات میں جھوٹ کی آمیزش محسوس ہوئی تو یہ جو "خوبصورت چہرہ ہے اسے جلا کر راکھ کرنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا میں۔"

وہ اس کی جانب جھکتے سخت لہجے میں دھاڑا۔ اقراء کا پور پور کانپنے لگا اس کے لہجے پہ۔

"پپ۔ پانی۔"

اس نے ہکلاتے لہجے میں بولتے اپنا حلق تر کیا جس میں خشک پڑتے کانٹے چبھ رہے تھے۔

"پانی چاہیے تمہیں۔"

وہ اس کی جانب دیکھتے سوالیہ انداز میں بولا۔ اقرء نے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا۔ عشب اس کی گردن ہلانے پہ تمسخرانہ انداز میں قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کوئی پانی نہیں ملے گا۔ جب تک ایک ایک بات تم بتا نہیں دیتی۔ مجھ سے کسی "رعیت کی امید مت رکھنا۔"

وہ اس کی کرسی کو ٹھوکر مارتے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا۔ اقرء نے سہمی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے عقب سے چھڑی نکالتے اس پہ حملہ کرتی عشب نے ایک ہی جست میں اس کے ہاتھ سے چھڑی لیتے اس کی نوک اقرء کی شہ رگ پہ رکھی تھی۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے چیخ اٹھی۔ عشب نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

میں نے کیا کہا تھا کہ میرے سے کسی قسم کی چالاکی مت کرنا۔ میری نگاہیں ہر جانب گھومتی ہیں تم جیسے بے حس لوگوں کے ارد گرد تو خاص طور پر۔ سمجھی میری بات۔

وہ سرد مہری سے بولتے اس کے بال لپٹنے سخت گرفت میں لیتے چلایا۔ اقراء اپنی کوشش ناکام ہوتے دیکھ بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

پلیز مجھے جانے دو۔ تم جو کوئی بھی ہو میرے گھر میں ابا پریشان ہو رہے ہیں۔
"ہونگے۔ محلے والے انہیں باتیں سنائیں گے۔"

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے منت کرتے ہوئے بولی۔ عشب نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا۔

اگر تمہارے ابا کو یہ معلوم پڑے کہ اس کی بیٹی باہر رہتے کیا گل کھلا رہی ہے تو
"جانتی ہو اس کا انجام کیا ہوگا۔"

وہ سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے پہ مرکوز کیے پوچھ رہا تھا۔ اقراء نے ڈرتے ڈرتے نفی میں سر ہلایا۔ عشب اس کے بال ایک جھٹکے سے چھوڑتے تلخی سے ہنس - اقراء مزید پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی کیونکہ اب بچاؤ کی کوئی راہ نہیں دکھ رہی دیا تھی۔

اب اگر تم نہیں بولی تو جانتی ہو میں کیا کروں گا گرم گرم کھولتا پانی تمہارے چہرے پہ ڈالوں گا۔

وہ بے حسی سے بولا۔ اقراء کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔

"نہیں نہیں میں بتاتی ہوں۔"

وہ کانپتے ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیرتے بھیکے لہجے میں بولی۔ عشب نے داد دیتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے دوبارہ وہی جگہ سنبھال گئی۔

ہم دو بہن بھائی ہیں۔ بھائی چھوٹا ہے تو وہ کچھ کر نہیں سکتا دوسرا اس کے " پاؤں میں کوئی خرابی ہے تبھی لڑکھڑا کر چلتا ہے۔ میں نے بی۔ اے کیا تھا اس کے بعد نوکری کیلئے بہت گھومی لیکن ملی ہی نہیں پھر میری کسی دوست نے اس سکول کے متعلق بتایا جہاں میں پڑھا رہی تھی۔ ابا طبیعت خرابی کی وجہ سے گھر ہی رہتے تھے کھانے پینے میں بہت مشکل آتی تھی۔ ایک دن انہیں ہسپتال میں داخل کروانا پڑا ایمر جنسی میں۔ ڈاکٹرز نے بائی پاس بتایا تھا میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا میرے ابا کی طبیعت آخری حد تک خراب تھی مجھے سمجھ میں ہی نہیں "آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔

"چھوٹے تو ابا کے پاس ہی رہ میں کچھ کرتی ہوں۔"

وہ اپنے چھوٹے بھائی کا گال تھپتھپاتی روتے روتے بولی۔ اس کے بھائی نے اثبات میں سر ہلاتے وہی بیچ پہ جگہ سنبھالی تھی۔ وہ اپنے گرد لپٹی چادر کو اچھے سے لپیٹی بغیر آدھی رات کی پرواہ کیے باہر کی جانب چل دی۔ وہ اپنی دوست کے

گھر مدد کیلئے جارہی تھی کیونکہ جزاء کے حالات سے بھی وہ بخوبی واقف تھی۔ کچھ ہی دور کا سفر طے کرتے وہ ہانپتے ہانپتے اپنے کسی دوست کے گھر کے قریب پہنچی جس کا گھر اچھا خاصہ بڑا تھا۔ وہ خاصی امید سے یہاں آئی تھی۔

اس نے دُور بیل بجاتے اپنے حلق ترکیا۔ چند ساعتوں بعد اندر سے ایک مرد باہر آیا جس کے ماتھے پہ سلوٹیں پڑی ہوئی تھی۔ اقراء کو خوف تو بہت آیا لیکن اس نے اپنی دوست کے متعلق استفسار کیا۔

"کون ہو تم۔"

انہوں نے سختی سے استفسار کیا۔

میں مریم کی دوست ہو پلیز آپ اسے بلا دیں مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔"

- وہ روتے روتے بولی۔ اس آدمی سے نحوست سے اس کی جانب دیکھا

یہاں کوئی مریم نہیں رہتی چلو جاؤ یہاں سے۔ "ناجانے کہاں کہاں سے آجاتے ہیں۔"

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولتے اس سے پہلے کہ دروازہ بند کرتا اقرآن نے ان کے دروازے پہ باقاعدہ ہاتھ رکھ دیے۔

پلیز خدا کا واسطہ ہے ایک بار میری بات سن لیں۔ مریم کو بلا دیں میرے ابا کی "طبیعت بہت خراب ہے مجھے ان کے علاج کیلئے تھوڑے سے پیسے چاہیے میں بہت جلد کما کر لٹا دوں گی پلیز کچھ مدد کریں۔"

وہ ان کے سامنے اپنی چادر پھیلاتے روتے روتے بولی۔

اس شخص نے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے سرد مہری سے اس کی جانب دیکھا۔

بس تم جیسے بھکاریوں کا یہی کام ہوتا ہے پیسے ہتھیاؤں اور عیش و عشرت سے " کھاؤ لیکن میں تم جیسے غریب لوگوں کے جال میں نہیں آنے والا اس کیلئے بہتر ہے کہ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔

وہ پھار کھانے والے انداز میں بولتے اس کے منہ پہ دروازہ بند کر گیا۔ اقراء لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"کون تھا بھائی۔"

وہ خالی خالی نگاہوں سے دروازے کو تک رہی تھی معاً اسے اندر سے مریم کی آواز سنائی دی۔

تمہاری کوئی دوست بتا رہی تھی خود کو۔ پیسے چاہیے تھے بس ان لوگوں کو کوئی کام " نہیں ہوتا۔

"وہ طیش کے عالم میں بول رہا تھا۔

ہاں اقراء ہوگی میری دوستوں میں صرف وہی اس قدر غریب ہے چھوڑیں آپ اپنا موڈ مت خراب کریں۔

اس کی آواز پہ اقراء سختی سے آنکھوں کو میچ گئی۔ اس قدر ہتک آمیز لہجہ اس قدر نفرت اس کے لہجے میں اس کیلئے گھلی ہوئی تھی۔ وہ تکلیف سے آنکھیں میچ گئی۔ دوستی کی آڑ میں کس قدر تلخ تجربہ دیا ہے تم نے مجھے مریم۔
وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب تھی۔

وہ ڈھلکے شانوں سمیت اس گھنے جنگل کے بیچ و بیچ چلتی جا رہی تھی۔ آنکھوں کے پردے میں اپنے باپ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔

"یا اللہ جب کوئی وسیلہ نہیں بنانا تھا تو اتنے مشکل حالات کیوں یا اللہ۔"

وہ اس تاریکی بھرے جنگل میں زمین پہ بیٹھی روتے روتے اپنے رب سے شکوہ کناں تھی۔ معاً اپنے عقب سے آنے والی تیز روشنی پہ اس نے جوں ہی گردن

ترچھی کرتے دیکھا تو گاڑی سے کوئی وجود نکلتا اسی کی جانب آ رہا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا جہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا بس ہر جانب سنائے کا راج تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگتی اس شخص کی آواز پہ اقراء کے آگے کو بڑھتے قدم رکے تھے۔

"اے لڑکی تمہیں کوئی مدد درکار ہے کیا۔"

اس نے کرخت لہجے میں استفسار کیا۔ اقراء نے سرخ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔

"نہیں مجھے کوئی مدد نہیں چاہیے۔"

اسے وہ شخص ٹھیک نہیں لگا تبھی اسے دھتکار کر جانے لگی۔

"ایک بار پھر سوچ لو تمہیں سچ میں کچھ نہیں چاہیے۔"

وہ سخت لہجے میں جتا رہا تھا۔ اقراء نے بغور اس کی جانب دیکھا جو ناجانے اس سے کیا چاہ رہا تھا۔ چاہیے تو تھا اسے اپنے باپ کے علاج کیلئے پیسے لیکن وہ کیسے کہتی کس کے پاس جاتی اس کا تو کوئی تھا بھی نہیں۔

اس نے یہ سب سوچتے اپنی ہچکی روکی لیکن وہ ایسے کسی انجان کی مدد بھی تو نہیں لے سکتی تھی تبھی سرعت سے انکار کر دیا۔ اس شخص کی آنکھوں میں چمک کا اضافہ ہوا تھا۔

یہ نہ ہو کہ کچھ ہاتھ سے پھسل جائے۔ جلدی بتادو اور ویسے بھی اگر تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ میں مفت میں دوں گا جو تم مانگو گی تو تم غلط ثابت ہوئی ہو میں "معاوضے کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دیتا۔"

- وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اقراء کے اعصاب ٹھنکے تھے

"اکیسا معاوضہ۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں بولتے اپنی انگلیاں مسلنے لگی۔ اس کے ڈر پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی خباثت سے قہقہہ لگا اٹھا۔

"ایسا ویسا کچھ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ چلو اب بتاؤ۔"

وہ ٹھنڈے ٹھہار لہجے میں بولا۔ اقراء کو یک گونہ سکون ملا تبھی کچھ سوچتے اس نے امید بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

مجھے تھوڑے سے پیسے چاہیے اپنے ابا کے علاج کیلئے وہ اس وقت ہسپتال میں "بیڈ پہ پڑے ہیں۔ ان کی جان بچانے کیلئے پیسوں کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹرز نے بائی پاس آپریشن بتایا ہے۔ پلیز اگر آپ میری مدد کریں گے تو میں آپ کی بہت شکرگزار ہوں گی۔"

وہ اس کے عین سامنے زمین پہ بیٹھتے گرگڑائی۔ اس شخص نے پرسوج نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور اپنی گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے وہاں سے کچھ کاغذ نکالتے اس کے قریب آیا۔

اچھا اس پہ سائن کر دو۔ تم جیسے ہی سائن کرو گی تمہارے باپ کا علاج بغیر کسی "انگ و دو کے ہو جائے گا۔

اس نے اس کی جانب کاغذ اور پین پڑھایا۔ روتی ہوئی اقراء نے حیرت سے سر اٹھاتے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میرے خیال سے تمہارے باپ کے علاج میں دیری بالکل نہیں ہونی چاہیے۔"

وہ دانت پہ دانت جھماتے سخت لہجے میں بولا۔ اقراء نے سرعت سے اس کے ہاتھ سے کاغذات جھپٹتے اس پہ سائن کیے اور امید بھری نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا۔

جاؤ ہسپتال پہنچو تمہارے باپ کا علاج ہو جائے گا۔"

وہ قہقہہ لگاتے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ اقراء نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ آپ سچ بول رہے ہیں۔"

وہ حلق تر کرتے ہوئے بولی۔ اس آدمی نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اگر ایسا کچھ نہ ہوا تو وہ دیکھ رہی ہو جہاں سے روشنی آرہی ہے۔"

اس نے دور جنگل سے دکھائی دیتی ہلکی ہلکی روشنی کی جانب اشارہ کیا۔ اقراء نے اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا اور ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جاؤ اب۔ بہت جلد دوبارہ ملوں گا تم سے۔ پھر تفصیل سے ملاقات ہوگی۔"

وہ سپاٹ چہرے سمیت بولتے ایک آخری نگاہ اس پہ ڈالتے گاڑی میں بیٹھتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اقراء نے بھی اپنے آنسو پونچھتے قدم ہسپتال کی جانب بڑھائے تھے۔ چلتے چلتے ٹانگیں دکھنے لگی تھی لیکن وہ ضبط سے کام لیتے آخری حد تک چلنا چاہتی تھی تاکہ اپنے جان سے پیارے ابا کی زندگی بچا سکے۔

وہ بھیگے لہجے میں بولتی آخر میں خاموش ہوئی۔ عشب نے خاموشی سے اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ پڑ رہا تھا مسلسل رونے کی بدولت اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ پڑتے سو جھی ہوئی تھی۔

"پھر جیسا اس نے کہا ہوا یا نہیں اور کون تھا وہ شخص۔"

اس نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا لیکن اپنا لہجہ حتی الامکان نرم ہی رکھا۔

سب کچھ ہوا تھا میں جوں ہی ہسپتال پہنچی ابا کا آپریشن دوائیوں ہر چیز کا انتظام "ہوا تھا۔"

وہ بس اتنا بتا کر خاموش ہو گئی۔ عشب نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کا سر شرمندگی کے مارے جھکا ہوا تھا۔

"پھر اس سے ملاقات کب اور کہاں ہوئی۔"

عشب نے اب کی بار سردمہری سے اسے مخاطب کیا۔ اقراء اس کے دھوپ چھاؤں سے مزاج سے اچھا خاصہ الجھ چکی تھی۔

میں کچھ دن بعد جوں ہی سکول پہنچی تو وہاں سے واپسی پہ اس نقاب پوش "سے۔"

وہ سکول کے تمام کاموں سے فراغت حاصل کرتے وہ خاموشی سے گھر کی جانب جارہی تھی معاً کچھ دور کی مسافت پہ اپنے قریب ہی گاڑی رکنے پہ اس کے بڑھتے قدموں کو بریک لگی تھی۔ اس گاڑی سے اسی شخص کو نکلتے دیکھ اس کے حواس جھنجھناٹھے۔ اس سے پہلے کہ وہ الٹے قدموں دوڑتی اس کے ساتھیوں نے اس کی کلائی جکڑتے گاڑی میں پٹختا تھا۔

"مجھ سے چالاکی بہت بھاری پڑ سکتی ہے لڑکی۔"

وہ کرخت لہجے میں بولا۔ اقرء اس کے انداز پہ ہی سہم گئی۔

یہ کاغذات یاد ہے نا۔ اس کے مطابق جو کام ہم تنہیں کہے گے وہ تمہیں کرنا۔
"پڑے گا۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ اقرء نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"اکیسا کام۔"

وہ مشکل اپنے کپکپاتے لہجے پہ قابو پاتے ہوئے بولی۔

تمہیں اس کانٹریکٹ کے مطابق کچھ لڑکیوں کو نشے جیسے کالے دھندے میں "ملوث کرتے انہیں ہمارے حوالے کرنا ہے۔"

اس کی بات پہ اقراء کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ اس نے ہولق ذدہ ہوتے اس کی جانب دیکھا اور سختی سے انکار کیا تھا۔ مقابل شخص نے تنفر بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

میں یہ کام نہیں کروں گی۔ کیوں مجھے ان کاموں میں ملوث کرتے گناہ گار کر رہے ہیں۔ میں آپ کے پیسے تھوڑے تھوڑے کر کے آپ کو لٹا دوں گی لیکن یہ کام قطعاً نہیں کروں گی۔

اس نے سختی سے اس کی بات کی نفی کی۔ آنسو تو اتر آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اس شخص نے افسوس سے اقراء کی جانب دیکھا۔

اگر تو نے اس کام سے انکار کیا تو میری بات یاد رکھی اپنے اس کند ذہن میں "بھالے میں تیرے باپ بھائی کو اوپر پہنچانے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا۔"

وہ اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے سخت لہجے میں بولا۔ اقرء کے دل کی دھڑکن باقاعدہ سست پڑی۔ وہ بالکل ڈھے کر گاڑی کے دروازے سے پشت ٹکا گئی۔

پلیز میرے ابا بھائی کو کچھ مت کرنا میں جو تم کہو گے کرنے کو تیار ہوں لیکن "

"انہیں کچھ مت کرنا۔

وہ روتے روتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ اس شخص کے لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس نے خاموشی سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکالتے اقرء کے حوالے کی جسے اس نے خاموشی سے تھام لی تھی۔

کوئی ہوشیاری مت کرنا ورنہ بہت مشکل ہوگی تمہارے لیے کیونکہ تمہارے ایک " ایک فعل پہ میری نظر ہے۔

اس نے سختی سے باور کرایا تو وہ اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھتے اثبات میں سر ہلاتے جلدی سے گاڑی سے باہر نکلی اور روتے روتے گھر کی جانب بھاگ گئی۔

وہ یہ سب بتاتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"تم ان سب حرکتوں سے پہلے کسی پولیس کی بھی مدد لے سکتی تھی۔"

عشب نے اسے سمجھانا ضروری سمجھا۔

نہیں لے سکتی تھی ایک بار گئی تھی لیکن ناجانے اسے کیسے علم ہو گیا اور اس " نے میرے چھوٹے بھائی پہ بندوق تان لی تھی اب اس سے زیادہ میں برداشت "نہیں کر سکتی تھی تبھی اس گناہوں کی دلدل میں اپنا پاؤں پھنسا لیا تھا۔

وہ سپاٹ چہرے سمیت گویا ہوئی۔ عشب سختی سے لبوں کو بھیجنے لگا۔ وہ کیسے اس بات کو فراموش کر سکتا تھا کہ اتنے بڑے مافیہ گینگ کا سربراہ کیسے کسی کو اتنی آسانی سے جانے دے سکتا تھا۔

وہ گہرا سانس فضا میں سپرد کرتے اپنے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ گیا۔

اگر تمہیں ابھی اور اسی وقت اس جنگل کے آس پاس لے جایا جائے تو اس جگہ "
"کو پہچان جاؤ گی۔"

عشب نے کسی سوچ کے تحت سوال کیا تو وہ کچھ سوچتے اثبات میں سر
ہلا گئی۔ عشب نے اسے ایک نظر دیکھتے اپنی تلقید میں آنے کا اشارہ کیا۔

چند ساعتوں بعد ان سب کی گاڑی جہاز کی سی تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔ میپ
پہ لوکیشن ٹریس کرتے تقریباً بیس منٹ میں وہ جنگل کے قریب پہنچے تھے جس
کے دونوں جانب اونچے اونچے پہاڑ تھے البتہ ایک جانب لمبی سڑک تعمیر کی گئی
تھی۔ اقراء نے پریشانی سے اطراف کا جائزہ لیا اور اس بندوق والے مجسمے کی تلاش
میں نگاہیں گھمائی تھی معاً ایک جیسے چار مجسمے دیکھ اس کی آنکھیں تحیر سے پھیل

گئی۔ اس وقت رات کی روشنی میں ایک جانب ہی روشنی تھی جبکہ اب ہلکی ہلکی تاریکی کی بدولت سب کچھ دکھائی دے رہا تھا ابھی پوری طرح اندھیرا نہیں چھایا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو ایسے۔"

عشب نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی جو تین لوگ تھے لیکن اس نے کسی ایک کی بھی صورت نہیں دیکھی تھی کیونکہ وہ تینوں نقاب پوش تھے۔

وہ اس دن ایک جانب روشنی تھی بس اور اس روشنی میں ایک مجسمہ ہی واضح دکھ رہا تھا لیکن اب تو چار چار دکھ رہے ہیں اور جنگل کا نقشہ ہر جانب سے ایک جیسا "ہی ہے تو یہ سمجھ سے باہر ہے۔"

اس نے اپنی پریشانی ان سب پہ واضح کر دی۔ حسن نے بے ساختہ اپنا سر مسلا معاً دماغ میں جھماکہ ہوتے ہی اس نے چونک کر ان سب کی جانب دیکھا۔

بھائی پہلے تو ایسا کرتے ہیں اس لڑکی کو اسی جگہ پہ واپس چھوڑتے ہیں ابھی یہ "ہماری حراست میں ہی رہے گی کیونکہ اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو یہ ہمارے لیے نقصان دہ ہوگا۔ پھر ہم اس متعلق کچھ سوچتے ہیں۔"

اس کی بات کافی حد تک ٹھیک تھی تبھی وہ دونوں تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلا گئے۔ اس کے برعکس اقراء خاموشی سے اپنے آنسو پونچھ گئی۔ ابھی بھی مسلسل رونے کی بدولت اس کا وجود لرز رہا تھا۔ ان تینوں نے اپنے پلین پہ عمل کرتے جوں ہی اسے اس گھر میں اتارا اس وقت تک اچھا خاصہ اندھیرا چھا چکا تھا۔

یہ کام بہت رسکی ہے لیکن ہمیں کسی بھی صورت میں سرانجام دینا ہے۔ آپ "دونوں اپنی اپنی رائفلز اور دوسرا سامان اپنے ساتھ رکھیں۔"

عشب اس وقت انہیں بطور لیڈر سمجھا رہا تھا۔

یہاں تک تو ہم ساتھ تھے لیکن آگے ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہوتے اکیلے " ہی یہ سفر طے کرنا ہے ایک مقام پہ ہم ملیں گے جو یہی ہوگا لیکن فلحال اس پاشا کا ٹھکانہ ڈھونڈنے کی خاطر ہمیں رہنگتے ہوئے تاکہ کسی کو بھی ہماری موجودگی کا احساس تک نہ ہو۔ اتنا خوفیہ ٹھکانہ ہے اتنا ہی خوفیہ کیمرے ہونگے جو کہی بھی "ہوسکتے ہیں خیال ہمیں ہی کرنا ہے۔

اس نے سنجیدگی سے ان دونوں کو سمجھایا۔

"کیا آپ دونوں تیار ہیں۔"

اس کی سخت آواز پہ ان دونوں نے بیک وقت یس سر کہا تھا۔

اگر اس وطن کی عزت اور حرمت کی خاطر ہمیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے " تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ دشمن چاہے کس قدر طاقت ور ہوگا جس قدر مرضی ظلم ڈھالے ہمارے منہ پہ فقل ہونا چاہیے۔ ہمیں کسی بھی صورت اپنے اس پیارے وطن سے غداری نہیں کرنی۔ اگر کسی کی ہمت کم پڑ رہی ہے تو وہ خاموشی سے اپنی "راہ بدل سکتا ہے۔"

وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا اور وہ دونوں خاموشی سے اس کی تمام باتوں کو اپنے ذہنوں میں بٹھارہے تھے۔

ان دونوں نے یک زبان ہو کر نہیں کہا۔ ان تینوں نے فضا میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور ایک دوسرے کی تلقید میں آگے کی جانب چل دیے۔ اس وقت وہ تینوں اس پاک ملک کے جانثار تھے جن کیلئے ان کے رشتے وغیرہ اس ملک کے آگے بے معنی تھے۔ ان سب کا ذہن اس وقت صرف اس مشن پہ اٹکا ہوا تھا جنہیں انہوں نے کسی بھی صورت میں کامیابی سے ہمکنار کرنا تھا۔

آج ان تمام لڑکیوں اور بچوں کو اس جیم کے حوالے کرتے تاکہ وہ اسے دوسرے "ممالک میں سمگل کر سکے ہم یہاں جشن منائیں گے اور پھر میں یورپ کیلئے فلائے "اگر جاؤں گا۔

پاشا صوفے پہ پوری شان سے براجمان اپنے سامنے چہرہ جھکائے تمام ملازم کو سختی سے تاکید کر رہا تھا۔ وہ سب جو خاموشی سے اس کی بات سن رہے تھے اس کی آخری بات پہ ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھنے پہ مجبور ہوئے۔

لیکن باس آپ جانتے ہیں آپ جیسے انڈر ورلڈ کے ڈان کا یہاں سے نکلنا کس قدر مشکل ہے تبھی تو ہم اتنے دنوں سے ان اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں۔ آج کل کے ناکوں نے اچھا خاصہ پریشان کیا ہوا ہے۔ ہر جانب فوج "پھیلی ہوئی ہے اور ان کی سزا سے کوئی نہیں بچ سکتا۔"

ڈاکٹر آصف شاید اس سب سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا تبھی ہکلاتے لہجے میں بولا۔ پاشا نے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ایک نگاہ اپنے ہاتھ میں موجود مشروب کے گلاس پہ ڈالی۔ اگلے ہی لمحے اس نے وہ گلاس کھینچ کر اس کے سر پہ دے مارا تھا۔ اس اچانک ہوئی افتاد پہ سب کی وحشت ناک چیخیں پورے ماحول میں گونجی جبکہ آصف کانچ اپنے سر پہ لگنے کی بدولت وہاں ہاتھ رکھتے کراہتے ہوئے زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔ سرخ مادہ اس کے سر سے نکلتے اس کے چہرے پہ لکیر بنا رہا تھا۔

تم جیسے بزدل انسان کی میرے گینگ میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور میری " ایک بات کان کھول کر سن لو ذرا سا بھی منہ سے کچھ پھوٹنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں جیسے ہی بارڈر کراس کرتے یہاں سے نکلوں گا ویسے ہی " تم سب کا یہاں سے صفایا ہو جانا چاہیے۔

وہ سب کو سختی سے وارن کر رہا تھا۔

یہ سب بولتے وہ یہ بات سرے سے فراموش کر چکا تھا کہ برائی جس قدر مرضی طاقت ور ہو اس کا خاتمہ یقینی ہے اور اللہ کے بہترین بندے اس کام میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ اپنے اندر غلاظت بڑھتے ان جیسے لوگ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے جب ایک انسان پہ پڑتی ہے تو پھر وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ ان دنگ آلود دلوں میں کسی کا خوف نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ اس پاک ذات کو بھی فراموش کر جاتے ہیں جس کے آگے قیامت کے روز کھڑے ہوتے اپنے اعمال لیے کھڑے ہونگے۔ لیکن اب وہ ایسی دلدل میں خود کو دھکیل چکے تھے جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔

حسن تم اس جانب جاؤ گے۔ دین تم اس اور میں اس جانب۔ ہم تینوں کان "میں لگے اس ایئر فون سے آپس میں رابطے میں رہیں گے۔ کسی بھی قسم کی مشکوک سرگرمی کی صورت میں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں بس اپنے جیب میں لگے اس "بٹن کو دبانا ہے۔ واپسی یہی پہ ملیں گے ہم۔"

عشب ان دونوں کو تاکید کرتے خاموشی سے زمین پہ لیٹتے اس ڈھلوان میں اتر گیا۔ ان دونوں نے بھی اپنے اپنے راستے ناپے تھے۔ وہ تینوں خاموشی سے اپنی عقاب جیسی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عشب جوں ہی تھک ہار کر اس مجسمے کے قریب پہنچا لیکن وہاں موجود گھنے

درختوں کو دیکھتے اس نے اشتعال کے عالم میں اپنے ہستیلی پہ مکہ مارا تھا اور ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کرتے وہ نقشے کو دیکھتے دوسری جانب چل دیا۔

بائیں جانب کو مجسمہ ہے وہاں کچھ بھی مشکوک نہیں ہے۔ باقیوں پہ اچھی خاصی "نظر ثانی کریں۔"

عشب نے ان دونوں کو اطلاع دیتے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ دین نے اس کی بات پہ گہرا سانس بھرتے زمین پہ رینگتے جھاڑیوں کو پیچھے چھوڑتے وہ جوں ہی مجسمے کے قریب پہنچا وہاں موجود روشنی اور ایک چھوٹے سے گھر کو دیکھتا اس کے اعصاب ٹھنکے تھے۔ اس نے سرعت سے ایک گھنے درخت تلے پناہ لی اور کپکپاتے ہاتھوں سے ائیرپیس اپنے کان کے نزدیک کیا۔

"میں لوکیشن بھیج رہا ہوں یہاں پہ کچھ مشکوک ہے۔"

اتنی سی بات کہتے اس نے ڈیوائس نکالتے لوکیشن ان دونوں کو بھیجی اور ساتھ ہی وہ بٹن دبایا تھا۔ عشب ڈیوائس سے آواز آتے ہی چوکنا ہوا اور دین کی بات سنی۔ اب اس کا رخ دین کی بتائی گئی لوکیشن کی جانب تھا جو ڈیوائس کے ذریعے انہیں بھیجی گئی تھی۔

"حسن اب تک نہیں پہنچا۔"

دین نے سرگوشی میں سوال کیا۔ اس کی بات پہ عشب نے دین سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوتے دیکھ پہلے تو ان کے رنگ اڑے لیکن پھر عشب نے ان تینوں سے کنیکٹڈ ڈیوائس کی لائٹ جلتی دیکھ پرسکون ہوتے سانس بھرا۔

وہ محفوظ ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہاں رابطہ نہ ممکن ہو رہا ہو کیونکہ ابھی تک یہ " لائٹ جل رہی ہے جب تک یہ لائٹ جلتی رہے گی ہمیں ایک دوسرے کے محفوظ ہونے کا اندازہ ہوتا رہے گا۔ لیکن ابھی ہم یہاں کھڑے نہیں رہ سکتے ورنہ "ہمارے لیے خطرہ ہوسکتا ہے۔"

عشب نے بھی جواباً سرگوشی میں جواب دیا۔ دین نے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

اندر جاتے ساتھ ہی ہمیں جو بھی ہے اسے جکڑتے حملہ کرنا یے۔ یہاں کی "ڈھلوان اونچی ہے تو ہمیں احتیاط سے کام لینا ہے۔ سب سے پہلے تو اوپر چلنے کیلئے ہمیں رسی سے اسے وہاں اٹکانا ہوگا پھر کھینچتے ہوئے اوپر جانا ہے۔"

اس کی بات پہ دین نے عشب کے کندھوں پہ دباؤ ڈالتے وہاں لگے ایک چھوٹی سی ٹوکدار چٹان پہ رسی باندھی اور ایک دوسرے کے مدد سے وہ جوں ہی اس ڈھلوان کے اوپر پہنچے کھڑکی سے اندر بیٹھے وجود کو دیکھتے ان کی آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے۔ عشب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کوئی اشارہ کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے دور سے آتے حسن کو دیکھتے ان دونوں نے مسکراہٹ کا تبادلہ کرتے حسن کو انگوٹھا دکھایا تھا۔

"ایک۔"

عشب کی آواز پہ دین نے اپنی ٹانگ دروازے پہ مارا۔ دروازہ ایک لمحے میں کھلا۔ دروازہ کھلتے ہی انہوں نے دروازے کے اس پار کھڑے آدمی کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس کے بازو پہ ٹانگ ماری جس کی بدولت اس کی گن زمین بوس ہوئی۔ دین نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی مڑوڑتے پشت سے لگائی۔ کرک کی آواز کے ساتھ ہی ہڈی ٹوٹی تھی۔ اس سے پہلے کہ پاشا کا خاص ملازم آگے آتے اس پہ حملہ آور ہوتا عشب نے ایک ہی جست میں اس کے ہاتھ میں انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے مڑوڑی تھی۔ ساتھ ہی اسے زمین پہ دھکا دیتے اس کے چہرے پہ پاؤں رکھا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ کر رہ گیا۔

اس سے پہلے کہ عشب مزید کوئی حرکت کرتا پاشا کے ملازم نے زمین پہ لگے خفیہ
بٹن کو بغیر کسی کی نظروں میں آئے ہلکے سے دبایا تھا اور مذاق اڑاتی نگاہوں سے
اس کی جانب دیکھا۔

دین نے اس آدمی کو ٹھکانے لگاتے عشب کے ساتھ اس خاص ملازم کو کرسی پہ
باندھا۔ عشب نے اسے مسلسل مسکراتا دیکھ اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں
جکڑتے اس کے منہ پہ بندوق ماری تھی۔

معاً اپنے جیب پہ لگے بزر کو بختا دیکھ ان دونوں نے سرعت سے اپنی ڈیوائس کی
جانب دیکھا جہاں کی لائٹ بند ہو چکی تھی مطلب۔

"حسن۔"

ان کے لبوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑچکا تھا۔ پاشا کا ملازم ان دونوں کے اڑے اڑے حواس دیکھتے بے ہنگم انداز میں قہقہہ لگا اٹھا۔ ناجانے اب قسمت کیا موڑ لینے والی تھی۔ ان کا دل درد سے بڑھنے لگا معاً وہ خود پہ قابو پاتے دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوئے جو مذاق اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ عشب نے ایک ٹانگ اس کے سینے پہ مارتے اس کی کرسی کو نیچے کی جانب پھینکا تھا۔ دین کا حال بھی مختلف نہیں تھا۔

"کیا کیا تو نے بول۔"

عشب اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے اشتعال میں عالم میں دھاڑا۔ مقابل بیٹھا شخص ابھی بھی بے ہنگم انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔ عشب نے ایک ہی جست میں اس کے چہرے پہ اپنی بھاری ٹانگ ماری تھی۔ وہ تکلیف کی

شدت سے درد پڑتے چلا اٹھا۔ دین نے اس کا بازو اپنی مضبوط گرفت میں لیتے پشت پہ لگاتے مرورا تھا۔

"ایک سیکنڈ لگے تیرا یہ منہ کھلنے میں۔ جلدی بول کیا کیا تو نے ایک لمحے میں۔"

عشب اس کی انگلیوں پہ دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔ اس شخص نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔ دین نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔ دین نے اپنی جیب سے چھڑی نکالتے اس کی نگاہوں کے عین سامنے کی تو اس شخص کا رنگ ایک لمحے کیلئے اڑا تھا۔

تم مجھے چاہے جس مرضی چیز کا ڈراوا دو میں اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹوں۔"

"گا۔"

وہ اپنے لہجے کو حتی الامکان سخت بناتے ہوئے بولا۔ لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ عشب نے اس کی بات پہ سختی سے دانت پہ دانت جھاتے اس کے چہرے پہ چھڑی ماری تھی۔ خون کی ایک تیز دھاڑ اس کے چہرے سے نکلتی

گردن کو بگھو گئی۔ اس کی وحشت ناک چیخیں پہاڑوں میں گونج رہی تھی لیکن وہ دونوں کسی بھی قسم کا ترس کھانے کی حالت میں نہیں تھے۔

حسن کا سوچتے ان دونوں کے دل کی دھڑکن سست پڑ رہی تھی مگر وہ یوں اس شخص کو یہاں چھوڑ کر اس کی تلاش میں نہیں جاسکتے تھے یہ ان سب کیلئے خطرے کا کام کر سکتا تھا تبھی وہ دونوں ہمت سے کام لیتے وہی ڈٹے ہوئے تھے۔

تجھے کیا لگا کہ ہم میں سے ایک ساتھ ہی کو کم کرے گا تو ہم کمزور پڑتے تجھے چھوڑ" دیں گے اس ڈر سے کہ تم ہم میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچا دو تو یہ تم لوگوں کی سب سے بڑی بھول ہے یا شاید تم ہم سے ابھی واقف نہیں۔ اب یہاں سے ہم لوٹے گے تو تم سب درندوں کو جہنم واصل کروانے کے بعد ورنہ خود اس ملک کیلئے "جان کا نظرانہ پیش کر دیں گے۔

دین اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے پر عزم لہجے میں بولا۔ اس شخص کے لبوں کی تراش پہ ایک تلخ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

جواب دے پاشا کہاں ہے ورنہ تیرا وہ حشر کریں گے کہ آئندہ کسی انسان کی ایسا "کام کرنے سے قبل روح تک کانپے گی۔"

وہ اس کے چہرے کے بائیں جانب بھی کٹ مارتا ہوا چیخا۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا لیکن اس کے لبوں پہ فقل لگا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کے لبوں کو سختی سے آپس میں پیوست دیکھ سختی سے مٹھیاں بھیج گئے۔ دین ایک زنائے دار تھپڑ اس کے منہ پہ مارتے اپنے فون کی جانب متوجہ ہوا جبکہ عشب کی پرسوج نگاہیں بھی اسی کی جانب مرکوز تھی معاً ان دونوں سے نظر بچاتے اس شخص نے اپنی جیب سے ایک گولی برآمد کرتے اپنے زبان تلے رکھی تھی۔ عشب نے اس کی کرسی کو پیچھے کی جانب دھکا دیا تھا۔ تکلیف سے اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔

تم لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسے تلاش کر سکتے ہو تو کرلو نہیں تو اس کی لاش "ہی تم تک پہنچے گی لیکن پاشا تک تم لوگ کبھی نہیں پہنچ پاؤ گے نا خود اور نہ ہی "میرے ذریعے۔"

وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا اور ایک ہی جھٹکے میں زبان کے نیچے سے گولی نکالتے اپنی دانتوں میں دبالی۔ اسے مسلسل ہنستا دیکھ ان دونوں کے دماغ میں جھماکہ ہوا تھا۔ ان دونوں نے عجلت میں اس کا منہ کھولنے کی کوشش کی کیونکہ پاشا تک پہنچنے کیلئے اس شخص کا زندہ رہنا بہت ضروری تھا لیکن کچھ ہی دیر میں اس کی گردن ایک جانب کو لڑکھتی دیکھ انہیں اندازہ ہوا کہ وہ اس کام میں بہت تاخیر کرچکے ہیں۔ بے یقینی کی کیفیت میں وہ دونوں بالکل ڈھے سے گئے۔

"ہی از نو مور۔"

دین نے اس کی کلائی کی نبض چیک کرتے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ عشب نے تفکر سے اپنی پیشانی مسلی تھی۔ یہ کیس وہ آج جس قدر آسان سمجھ کر یہاں پہنچا تھا وہ اتنا ہی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے جان سے پیارے چھوٹے بھائی کو ہی کھوچکے تھے۔ ناجانے وہ کہاں ہوگا۔ یہی سوچ ہی ان کی جان نکالنے کو کافی تھی۔

"عشب حسن۔"

دین کی بھاری آواز پہ عشب نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔"

انہیں بخوبی اندازہ تھا کہ آرمی کے ہر قابل آفیسر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس عزیز وطن کیلئے اپنی جان پیش کرتے شہید کہلائے لیکن اس کا درد ابھی بھی دل پہ محسوس کرتے ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ضبط ہارتے ایک دوسرے کے سینے سے لگ جائے لیکن وہ دونوں مضبوط اعصابوں کے مالک تھے۔ بظاہر تو وہ بے انتہا مضبوط دکھائی دے رہے تھے لیکن ان دونوں کے دل درد سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کچھ سوچتے باہر کی جانب قدم بڑھائے اور ڈھلوان سے پھسلتے نیچے اترے۔ وہ دونوں ہی بھاگنے والے انداز میں آگے کی جانب بڑھ رہے تھے کہ حسن کے متعلق ہی کوئی سراغ مل جائے۔ اس سے پہلے کہ دین مزید آگے بڑھتا اپنے پیروں تلے کسی سخت چیز کو محسوس کرتے اس نے ٹارچ اس جانب

مارتے دیکھا تو وہاں وہی ڈیوائس ٹوٹی بکھری پڑی تھی۔ دین کا دل بند ہونے لگا۔ اس نے ہارے ہوئے لہجے میں عشب کو پکارا تو وہ بھی لڑکھڑاتی چال چلتے اس کی جانب آیا مگر اس کے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی ڈیوائس کو دیکھتے وہ بے یقینی سے نفی میں سر ہلا گیا۔ دونوں کی آنکھوں میں موجود سمندر باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔

"وہ ہمارے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔"

عشب دھیمے سے بڑبڑایا تھا۔ دین نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میرا دل بے تحاشہ گھبرا رہا ہے عشب۔"

- دین نے بے ساختہ اپنا سینہ مسلا۔ دل کا درد چہرے پہ صاف دکھ رہا تھا۔

یہ وقت گھبرانے کا بالکل نہیں ہے دین۔ ہونا ہو اس پاشا کا سراغ بھی ہمیں "

یہی سے ملے گا۔ وہ مجھ سے اب بالکل نہیں بچ سکتا۔ بہت بری موت نصیب ہوگی

"اے۔"

وہ چہرے پہ پتھر یلے تاثرات سجائے بولا۔ دین نے بھی خود کو مضبوط کرتے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ عشب نے اپنے کندھے پہ لٹکتا بیگ اتارتے اس میں سے نقشہ نکالا اور دین کو بھی اپنے ساتھ ہی نیچے جھکنے کا اشارہ کیا۔

اس دن عقیفہ جب پاشا کے پاس گئی تھی تو لوکیشن ٹریس کی گئی تھی وہ کہی "پہاڑوں کی جانب کی آرہی تھی اور مظفر آباد کا تو ہمیں علم ہے یہ ہمارے لیے پلس پوائنٹ ہے۔ اور رہی پہاڑوں کی بات تو وہ دیکھوں سامنے ابھی بھی ہم ہلکی ہلکی اونچائی پہ ہیں۔ مزید اوپر جائیں تو ہم پہاڑوں کے نزدیک ہونگے۔ اب ہمیں "ایک ایماندار آفیسرز ہونے کی حیثیت سے اس مشن کو کامیاب ٹھہرانا ہے۔

عشب نے سختی سے اسے تاکید کی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمقدم ہوتے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے ان دونوں کو چلتے چلتے حسن کی تلاش میں لیکن یہ راستہ لمبا ہی پڑتا جا رہا تھا۔ مسلسل چلنے کی بدولت ان کی ٹانگیں شل گئی تھی لیکن وہ ہمت کرتے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ویسے یہ کچھ عجیب نہیں پاشا کا اڈا اس قدر دور اور اپنے ملازم کو اس نے جنگل " کے بیچ و بیچ ٹھہرایا ہوا تھا۔

دین نے ناگواری سے استفسار کیا۔ عشب نے اس کی بات پہ نفی میں سر ہلایا۔
عجیب تو بالکل نہیں اس خبیث انسان نے اپنی جانب سے اپنی مکمل سکیورٹی " رکھی ہوئی ہے تاکہ کوئی بھی اس کی تلاش میں یا ایسے ہی اس جانب بھٹک جائے تو اس کو ایک لمحے میں خبر پہنچ جائے اور تمہیں کیا لگتا ہے حسن کیوں غائب ہوا ہوگا۔ اس شخص نے لازماً کوئی ایسی خوفیہ حرکت کی ہے تبھی اسے علم ہوا ہے کہ کوئی اس کے تعاقب میں ہے۔ عجیب تو نہیں البتہ یہ سب بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ اتنا بڑا مافیہ کا گینگ ہے اس نے بہت ترکیبیں لگا رکھی ہوگی اپنی بچاؤ کیلئے لیکن آج کی رات اس کی اس دنیا میں آخری رات ہوگی کیونکہ اس بار وہ نہیں جانتا " شاید کہ اس کا پالا کس سے پڑا ہے۔

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولتے دین کو اپنے ساتھ لیتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی دو قدم ہی چلے ہونگے معاً عشب کا پاؤں ایک چیز سے اڑا تھا۔ اس نے بے ساختہ دوازنو بیٹھتے اس چیز کو دیکھنا چاہا لیکن جو چیز اسے دکھی عشب اور دین دونوں کے حواس جھنجھنا اٹھے۔ ان دونوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"یہ تو حسن کی ماما کا۔"

دین کی سرسراتی آواز نکلی۔ عشب نے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا۔

ہونا ہو یہ حسن نے ہمیں کوئی اشارہ دینے کی کوشش کی ہے۔ رابطہ تو اس کا " پہلے ہی ہم سے منقطع ہو چکا تھا یہ چیز لوکیٹ اس نے پھینکتے ہمیں کسی چیز کی "جانب اشارہ دیا ہے لیکن کس جانب بس یہ پتا لگوانا ہے۔

وہ اس لوکیٹ کو اپنی شرٹ کے آگے والی پوکٹ میں ڈالتے اسے تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

وہ خاموشی سے اس جگہ کی تلاش میں آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کا رابطہ ان دونوں کے ساتھ تھا معاً دین کی پرجوش آواز پہ وہ اس سے پہلے کہ اس جانب بڑھتا اس کا پاؤں کسی چیز میں بری طرح پھنسا تھا۔ تکلیف کی شدت سے چہرہ درد پڑ گیا اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی لوہے کی چیز ہے جس میں وہ پھنس چکا ہے۔ تکلیف کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی کیونکہ اس راڈ کا دباؤ اس کے پیر میں بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس نے اپنی تمام ہمت مجتمع کرتے کھینچ کر وہاں سے پیر نکالا۔ کھینچنے کی بدولت اس کا ناخن بری طرح اکھڑ چکا تھا لیکن وہ اس سب سے بے نیاز آگے کی جانب بڑھتے ان دونوں کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید ایک قدم بھی آگے بڑھاتا اپنے ارد گرد عجیب کا سائرن بجنے کی آواز پہ وہ چوکنا ہوا تھا۔ اس نے حیرت بھری نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا معاً اپنے عقب میں عجیب سا شور محسوس کرتے اس سے پہلے کہ وہ کوئی پیش قدمی کرتا کسی نے ایک

جھٹکے سے اس کے منہ پہ کچھ چڑھاتے اپنی جانب کھینچا تھا۔ حسن کا دل کانپ اٹھا اس اچانک ہوئی افتاد پہ۔ اس بدولت کان میں لگا ائیر پیس اترتے زمین پہ گرچکا تھا۔ اس نے بے ساختہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی کوشش ناکام ہو گئی۔

اب وہ لوگ اسے بری طرح کھینچتے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اس نے ان سب کو رکتا محسوس کر اپنی حسیات بیدار رکھی کیونکہ یہ وقت ڈرنے کا یا ہمت ہارنے کا تو بالکل بھی نہیں تھا۔ اب ان میں سے کوئی ایک بری طرح اپنا پیر کسی جگہ پہ مار رہا تھا۔

حسن نے عجلت میں اپنا ہاتھ وردی کی جیب میں ڈالا تھا اور وہاں کچھ پا کر سکون بھرا سانس خارج کیا۔

"پاسورڈ ڈال اس میں۔"

ایک شخص نے حکم صادر کیا۔ حسن کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اس نے دل پہ پتھر رکھتے اپنی جیب سے وہ لاکٹ نکالتے خاموشی سے وہاں گرا دیا تھا تاکہ اگر کوئی اس کی تلاش میں اس جانب آئے تو اس چیز سے اسے اندازہ ہو جائے۔ اب وہ لوگ اس خوفیہ دروازے کے کھلتے ہی زینے اترتے اسے نیچے کی جانب لے جا رہے تھے لیکن وہ خاموشی سے ساتھ گھسیٹتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے زبان سے کچھ بھی کہنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ ایک جگہ عجیب سی بدبو محسوس کرتے اس کے بڑھتے قدم بے ساختہ رکے تھے۔ اس نے بند آنکھوں سے ہی تمام صورتحال کا جائزہ لینا چاہا۔ اس کا بازو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑے شخص نے ایک ہنسنے نکالتے اس کی پشت پہ مارا تھا۔ حسن کی چیخ بے ساختہ تھی اس اچانک ہوئی افتاد پہ۔ تکلیف کا احساس اس کی رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ اب ایک بار پھر وہ اسے اندر کی جانب لے کر بڑھ رہے تھے۔

باس یہ لے آئیں ہیں ہم اسے۔ مجھے لگتا ہے اس نے اسی بدولت وہ برز بجایا۔
 "ہوگا تاکہ ہمیں علم ہو جائے کہ کوئی یہاں اس جانب نکل آیا ہے۔"

وہ سامنے والے کو صفائی پیش کر رہا تھا۔

"اسے لے چلو اس ٹاریچر روم میں۔ اچھی طرح خاطر تواضع کی جائے گی اس کی۔"

اس شخص کی کرخت آواز گونجی۔ حسن کو ایک لمحے میں سمجھ آگئی تھی کہ سامنے بیٹھا شخص کوئی اور نہیں مافیا گینگ کا سربراہ انڈر ورلڈ کا خطرناک ترین انسان پاشا ہی ہے۔ نفرت کی ایک تیز لہر اس کے وجود میں کوندی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک جھٹکے سے اپنے چہرے سے ماسک ہٹاتے مقابل انسان کے چیتڑے چیتڑے بکھیر دے۔ اب وہی لوگ دوبارہ اسے کھینچتے کسی کمرے کی جانب لے۔ اس نے جارہے تھے۔ اندر لاتے ساتھ ہی اسے ایک کرسی پہ باندھا گیا تھا۔ مزاحمت کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نہ دیکھنے کی بدولت اس کی آنکھیں درد کرنے لگی تھی مگر اس کے چہرے سے وہ ماسک نہیں ہٹایا گیا تھا۔ کسی کے

قدموں کی چاپ اپنے نزدیک محسوس کرتے اس نے اپنی مزاحمت ترک کی۔ اب کوئی اس کا بازو تھامتے اس میں کچھ لگا رہا تھا۔ حسن نے بے چینی سے آنکھیں میچیں تھیں۔

"ان لڑکیوں اور بچوں کو ایک جانب اکٹھا کر دیا یا نہیں۔ جیمز پہنچنے ہی والا ہوگا بس۔" پاشا کی آواز پہ حسن نے کرسی کے گرد اپنی گرفت مضبوط کی مطلب اس کی نگاہوں کے عین سامنے یہ کام ہونے والا تھا۔ اس کا دل تڑپنے لگا ان سب کے بارے میں سوچتے۔

"اس کے چہرے سے ماسک ہٹا دو۔"

پاشا نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہی اس آدمی نے حسن کے چہرے سے جوں ہی ماسک ہٹایا اس نے اپنے مندی مندی آنکھیں کھولی تھی کمرے میں ہلکی ہلکی تاریکی ہونے کی بدولت اسے آنکھیں کھولنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی تھی معاً اپنے عین سامنے شخص کو بیٹھا دیکھ اس کی آنکھیں حیرت

سے پھٹنے والی ہو گئی جبکہ دل دھک سا رہ گیا اس کے چہرے پہ اتنا لمبا اور گہرا کٹ دیکھ کر جو بہت ہی عجیب سا منظر ہمیشہ کر رہا تھا۔ حسن کو بے ساختہ اس سے کراہیت سی محسوس ہوئی۔ اس نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا۔ معاً جلن کے احساس سے اس کی آنکھیں پھیلی تھیں اس نے حیرت سے گردن موڑتے اپنی پشت پہ دیکھنا چاہا لیکن پاشا نے اس کی ٹھوڑی جکڑتے اس کا چہرہ اپنے عین سامنے کیا۔ حسن کی حالت جلن کے احساس سے خراب ہونے لگی۔ کچھ بے تحاشہ گرم تھا جو اس کی پشت کو جلا رہا تھا۔ اس کی حالت خراب ہونے لگی۔

جانتا ہے ابھی تو یہ کچھ نہیں۔ جلدی بتا یہاں کیا کرنے آیا تھا اور تیرے ساتھ "ا" کون کون ہے۔

اس نے کرخت لہجے میں بولتے اس کا جبراً دبوچا تھا۔ حسن نے تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچی تھیں لیکن لب آپس میں سختی سے پیوست تھے۔ اس کی پشت بری طرح جھلس رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے وجود کو کسی نے جلتے

ہوئے تندور کے اوپر رکھ دیا ہو۔ آنکھیں بے تحاشہ سرخ پڑ ہی تھی لیکن اسے یہ سب برداشت کرنا تھا کیونکہ اسے اپنے ملک کی جان مال اور عزت کی حفاظت کا ذمہ سونپا گیا تھا۔

پاشا اس کی خاموشی پہ سختی سے لب بھیج گیا۔ معاکمرے کی فضا میں ایک ذنائے دار تمہپر کی آواز گونجی تھی۔ جس کی بدولت اس کا چہرہ نڈھال ہوتے کرسی کی سائیڈ سے جاکر آیا۔ خون کی ایک لکیر اس کے لبوں سے نکلتے گردن پہ بہہ گئی۔ ایک تو سب کچھ جل رہا تھا اس پہ اس کی پشت کو کرسی سے جوڑا ہوا تھا۔ وہ چیخنا چلانا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچتے اپنی چیخ لبوں میں ہی دبالتا۔ وہ اس قدر تکلیف سے بالکل ڈھے سا گیا۔ پاشا نے اس کے سر کے بالوں کو مسٹی میں جکڑتے کرسی کی پشت سے لگایا تھا۔ ایک ہلکی سی کراہ اس کے لبوں سے نکلی۔

جواب دو مجھے۔ اگر سب کچھ سچ سچ بتادو گے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے تمہاری "جان کی خلاصی بھی ہو جائے گی۔"

وہ اس کو ایک آفر پیش کر رہا تھا۔ حسن کے لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس نے پے در پے حسن کے چہرے پہ تھپڑوں جس نے پاشا کو سلگا کر رکھ دیا۔ کی بوچھاڑ کردی لیکن وہ پھر بھی خاموش پڑا رہا۔ پاشا کو ایسا محسوس ہوا جیسی اس کی مسکراہٹ میں اس کا مزاق اڑایا جا رہا ہو۔ اسے سراسر اپنی بے عزتی محسوس ہوئی تھی تبھی اپنے حواس کھو بیٹھا۔ حسن نے مضبوطی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کیا کچھ نہ تھا کچھ کر دکھانے کا جنون، ہمت جو اس پاک ملک کے آرمی کے ہر جوان میں دکھائی دیتی ہے۔ وہ بھی پرسکون تھا خوش تھا۔ تکلیف تھی لیکن اس تکلیف سے کم جو ان جیسے درندوں کی بدولت آئے روز اتنے لوگ اتنی لڑکیاں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جھیلے تھے۔ وہ ان سب کیلئے اپنی آخری سانسوں تک لڑنا چاہتا تھا تبھی بے بس ہوتے بگڑے تنفس سمیت گہرے گہرے سانس بھرنے لگا۔

کیا ہوا بس اتنے میں ہی ہمت نے جواب دے دیا۔ دیکھو میری پیشکش قبول " کمرلو۔ میں اس کے بدلے سب کچھ بخش دوں گا۔ میں ان لڑکیوں اور بچوں کو کسی بھی صورت یہاں سے نکالنا چاہتا ہوں اگر تم نے نہیں بتایا کہ باہر آرمی کے کتنے جوان موجود ہیں تو میں تمہارے جسم کے پرزے پرزے کر دوں گا اس قدر تکلیف سے تمہارا سامنا کرواؤں گا کہ اپنے اس دنیا پہ آنے پہ افسوس کرو گے۔

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔ اسے بس ایک ہی پریشانی تھی کہ جیمز پہنچنے والا ہوگا اگر اس نے رسک لیتے ان سب کو یہاں سے باہر نکال بھی دیا تو کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ باہر آرمی کے جوان موجود ہو یا نہ ہو۔ اس طرح تو ان سب کو علم ہو جاتا پاشا کے ارادوں کا جو وہ قطعی نہیں چاہتا تھا تبھی سختی سے اس جھنجھوڑتے جواب طلبی کر رہا تھا۔ حسن نے محفوظ مسکراہٹ سمیت نفی میں سر ہلایا تھا۔ پاشا کو اس کی مسکراہٹ سراسر چڑانے والی لگی تھی۔ وہ شاید اس بات کو فراموش کر چکا

تھا کہ وہ مضبوط جوان ہے جو اس وطن کے خاطر کچھ بھی کر جانے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

تم مجھے مار مار کر ادھ موا کر کے اپنی برتری دکھاؤ میں یہاں اپنی ہمت کا امتحان " دیتے اپنی برتری دکھاتا ہوں۔ دیکھتے ہیں کون جیت حاصل کرتا ہے اس سب "میں۔

وہ درد کی شدت سے کراہتے ہکلاتے لہجے میں بولا۔ لبوں پہ ابھی ابھی ایک مسکراہٹ نے احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ جنونی ہو رہا تھا۔ اب اسے کسی بھی قیمت پہ یہ مشن مکمل کرتے پاشا کو اس کے گندے ارادوں میں ناکام کرنا تھا چاہے اس کے بدلے اس کی اپنی جان چلی جاتی۔

تمہیں اتنی تکلیف اٹھا کر کچھ نہیں ملے گا اس عوام کیلئے۔ یہ عوام تمہیں کچھ " نہیں سمجھتی تم ان کیلئے اپنی جان کا نظرانہ پیش کرتے ہو لیکن ایک دن تمہارے جانے کا سوگ مناتے یہی عوام لگے دن اپنی خوشیوں میں گم ہوتے ہیں۔ جن کو یہ

تک علم نہیں ہے کہ آج انہی کی بدولت تم یہاں بیٹھے تکلیف سے تڑپ رہے ہو۔ آج بھی وہ اس سب سے بے خبر ہیں یا مختصر کہوں تو انہیں تمہارے ہونے نا "ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پاشا سراسر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ حسن نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

یہ عوام کچھ بھی سمجھے لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی۔ کچھ مائیں کچھ " بیٹیاں آج بھی ہم جیسے جوانوں کے انتظار میں ہیں کہ ہم جیسے آفیسرز آئیں اور ان کی مدد کریں انہیں تم جیسے درندوں سے آزادی دلائیں جن کے ساتھ ناجانے تم لوگ کس کس قسم کی حرکات سرانجام دے چکے ہو۔ جن کے ساتھ ظلم کرتے تم جیسے درندوں کے ہاتھ نہیں کانپتے۔ وہ مائیں وہ باپ وہ سب لوگ دل میں اس درد کو چھپائے خود کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس ملک کے ایک ایک جوان کو تم جیسوں نے مضبوط بنایا ہے۔ آج بھی کچھ بچے ابھی سے ضد کی آڑ میں

ہوتے ہیں جو ہم جیسوں سے انسپائریشن لیتے آرمی میں آتے ہیں پھر بھی ہم ناکارہ ہیں اس عوام کیلئے تمہارے کہے کے مطابق۔ مجھے گمراہ کرنے کے کوئی اور طریقہ سوچو یہ ناکام ہو گیا۔ مجھے اپنے ملک پہ فخر ہے تبھی اس کی محبت اپنے سینے میں دبائے ہوئے ہوں۔ اس قوم کے ہر فرد کے اندر اپنے اس پیارے وطن کیلئے "محبت لہو بن کر دوڑتی ہے۔"

وہ بھی جواباً مضبوط لہجے میں بولا۔ تکلیف کی بدولت بولنے میں بے تحاشہ دقت محسوس ہو رہی تھی لیکن ان جیسے حیوانوں کا منہ بند کرنا بھی ضروری تھا۔ پاشا نے سختی سے لبوں کو آپس میں پیوست کیا تھا۔

میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں وقت گزرتا جا رہا ہے مجھے بتادو کہ باہر تمہارے "کون کونسے ساتھی موجود ہے۔ مجھے اپنا مال باہر بھجوانا ہے اگر زرا سا بھی میرے "معاوضے میں کمی آئی میں تمہارے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لوں گا۔"

- وہ جانتا تھا کہ اس کی کمر میں وہ اس کی کمر کو کرسی کی پشت سے جوڑتا ہوا بولا
ٹیسیں اٹھ رہی ہیں تبھی بار بار اس پہ یہ ظلم ڈھا چکا تھا۔

"باس یہ شخص بہت مضبوط ہے یہ ایسے نہیں مانے گا کچھ اور سوچنا پڑے گا۔"

وہاں موجود ایک شخص ایک قہر برساتی نگاہ نڈھال پڑے حسن پہ ڈالتے پاشا سے
بولا۔ تو اس نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

ہنٹر تھام لو تم دونوں ہاتھوں میں جب تک یہ کچھ بول نہیں دیتا تب تک اسے
مارتے ہو۔ لیکن اس بات کا خیال کرنا کہ مرے ناپائے کیونکہ میں اس کی دردناک
چیخیں سننا چاہتا ہوں قسم سے بہت لطف حاصل ہوتا ہے دیکھنا چاہتا ہوں میں کہ
"آرمی کے نوجوان کس قدر اور کس حد تک مضبوط ہوتے ہیں۔"

ان کی بات پہ حسن نے مندی مندی آنکھیں کھولتے اس کی جانب دیکھا۔ ریڑھ کی
ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی اس کی بات پہ کیونکہ کمر پہلے ہی جلنے کی
بدولت بری طرح جھلس چکی تھی اب اس پہ ہنٹر اس نے سختی سے آنکھوں کو میچ

کمر کھولا تھا۔ پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن درد تھا کہ حد سے سوا تھا۔

ان دونوں نے پاشا کے حکم کی تکمیل کرتے اسے کرسی سے اٹھایا تو وہ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھانے کی بدولت بری طرح لڑکھڑایا تھا لیکن بروقت پاشا نے اس کی ٹانگ پہ زور سے اپنی لات ماری تھی۔ حسن نے ذرا سی گردن موڑتے اس کی جانب دیکھا۔ اپنی پشت پہ بہتے مادے کو وہ بری طرح محسوس کر رہا تھا جو اس کی پشت سے ہوتے ٹانگوں پہ بہہ رہا تھا۔ ان دونوں شخص نے اس کے بازو اونچے کرتے رسیوں سے باندھے اب وہ بالکل نڈھال سا کھڑا تھا۔ ان دونوں نے ہنٹر تھامتے زور سے اس کی پشت پہ مارے تھے۔ وہ پوری شدت سے چلایا تھا۔ اس کی چیخ نے کمرے کی خاموش فضا میں ارتعاش سا پیدا کیا تھا۔ اب وہ لگاتار اس پہ ہنٹر برس رہے تھے جب جب وہ درد کے مارے چیختا پاشا بے ہنگم انداز میں قہقہہ لگا اٹھتا۔ اس کے خیال میں اب تو وہ لازم بول دے گا۔ اس کے قہقہے پہ غنودگی میں جاتا حسن ایک

نظر اسے دیکھتے دوبارہ خود میں ہمت مجتمع کر لیتا۔ تقریباً دس منٹ مسلسل مارنے کے بعد انہوں نے کھینچ کر اس کے بازو سے رسی کھینچی تھی حسن بے دم سا ہوتا زمین پہ گر سا گیا۔ جسم نے جلد اترتے اکھڑ گئی تھی وہاں سے بے تحاشہ خون رس رہا تھا۔

"چل جلدی بول کون کون ہے تیرے ساتھ۔"

پاشا دوازنو اس کے قریب بیٹھتے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے اونچا کرتے ہوئے دھاڑا لیکن جواباً حسن قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اس کی ہنسی میں بھی ایک درد سا تھا جو پاشا کو سلگا گیا۔

نہیں بتاؤں گا نہیں بتاؤں گا تم مجھے جان سے بھی مار دو گے تو نہیں بتاؤں گا۔
اس وقت تمہیں اندازہ ہو گا کہ ہم کس مٹی سے بنے ہوتے ہیں۔ ہمارے دل میں جانتے ہو صرف ایک ہی چیز ہر احساس سے بڑھ کر ہے اور وہ اپنے وطن سے
"محبت ہے۔"

اس کا لہجہ اپنے وطن کی محبت سے سرشار تھا۔

اس نے کھڑے ہوتے پے در پے اس کی جلی پشت پہ لاتیں برسنا شروع کر دی
یہاں تک کہ وہ بالکل نڈھال ہوتے اپنے ہوش و حواس کھوٹا چلا گیا۔ پاشا نے اس کا
چہرہ تھپتھپایا لیکن بے سود۔ اس نے اس کی کلائی تھامتے اس کی نبض چیک کی جو
بہت آہستہ چل رہی تھی۔ پاشا نے اشتعال کے عالم میں ایک ٹھوکر اس کے سر
کو ماری تو اس کی گردن بائیں جانب لڑکتے زمین پہ پڑے لوہے کی راڈ سے جا ٹکرائی
وہ ان سب کو حکم دیتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اب ساری صورتحال کا اسے خود ہی
ملاحظہ کرنا تھا۔

حسن نے بھاری آنکھوں کو کھولتے اسے قدم بقدم باہر جاتے دیکھا تھا۔

بھائی میں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ ایک دن حسن ایسا کچھ کرے گا کہ آپ کو "
"اس کے ہونے پہ فخر ہوگا۔"

وہ وجود میں اٹھتی ٹیسوں کو دباتے دل ہی دل میں عشب اور دین سے مخاطب تھا۔

میں تمہیں پسند کرتا ہوں علایہ لیکن شاید عشب بھائی سے زیادہ نہیں۔ میں جانتا" ہوں میرے جانے کے بعد تم ان کے ساتھ جینا سیکھ جاؤ گی مگر میرے دل کا "ایک حصہ پھر بھی تمہارے لیے دھڑکے گا شاید۔

اس کے ذہن میں علایہ کا عکس لہرایا تبھی اس سے مخاطب ہوا جواباً وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

تم جانتے ہو کہ تم پہلے وہ شخص ہو جس کی بدولت علایہ نے پھر سے مسکرایا" سیکھا ہے ورنہ تو وہ ہنسی کے معنی ہی بھول چکی تھی۔ تم میرے وہ واحد دوست "ہو جسے میں نے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا ہے۔

اس کی محبت بھری سرگوشی پہ ایک آنسو اس کی آنکھ سے لڑتا تھا۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم صرف ایک دوست کی حیثیت سے مجھے پسند کرتی" "ہو۔

اس کے لبوں سے ناجانے کس درد سے یہ لفظ ادا ہوئے تھے۔ منہ سے بے تحاشہ خون نکلتے فرش پہ گرتا چلا گیا۔ تنفس بری طرح بگڑتا چلا گیا۔

آپ میرے باپ بھی ہے دوست بھی ہے اور ایک آئیڈیل بھی جنہوں نے مجھے "ایک نئی زندگی دی ہے جن کی شفقت تلے میں پلا ہوں۔ ایک دن آپ کا نام ضرور روشن کروں گا پھر آپ مجھے اپنا بیٹا بتاتے ایک عجیب سا فخر محسوس کریں گے۔"

اس کی ذہن کے درپچوں میں کرنل عاکف کے ساتھ اکا ایک لمحہ لہرایا جب وہ اسے اپنے سینے میں بھینچتے اس کی پشت تھپتھپا رہے تھے۔

میں دعا کروں گا علایہ تمہارے لیے کہ ساری دنیا کی خوشیاں تمہارے نصیب میں "ہو۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی میرے وجود سے جان نکال رہا ہو۔"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔

"اللہ حافظ۔"

اس کے لبوں نے مدھم سی سرگوشی کی تھی اور اس کی گردن ایک جانب کو لڑکھتی چلی گئی۔ ہر جانب تاریکی چھا گئی تھی۔ خوشیوں بھرا ایک وجود شاید اپنی جان کی بازی ہارتے اپنی زندگی کے آخری مراحل طے کر رہا تھا۔ ہر سوں سناٹا چھا گیا۔ اس کے لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"کچھ علم پڑا جمیز کہاں تک پہنچا۔"

اس نے باہر نکلتے ہی آصف سے استفسار کیا تو اس نے سہم کر اس کے ہاتھوں میں لگے خون کی جانب دیکھا جس کے ہاتھ بری طرح خون سے لدے ہوئے تھے۔ کچھ آدمی باہر گئے ہیں تمام صورتحال کا ملاحظہ کرنے۔ کوشش یہی ہے کہ باہر ہی ان سب کا صفایا ہو جائے۔

معین نے ڈرتے ڈرتے اسے اطلاع دی ورنہ حسن کی حالت کا سوچتے اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔ اب خود بھی اپنے گناہوں کا سوچتے اس کا دل عبرت ناک سزا کا سوچتے کپکپا رہا تھا۔ پہلے ایسے گناہ کرتے وقت ایسے لوگ سب کچھ فراموش کر جاتے

ہیں لیکن جوں ہی نتیجے کی باری آتی ہے اس وقت اس کے ذہن و دل میں اپنی سزا کا سوچتے دل گھبراتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پاک ذات کا خوف بھی دل و دماغ سے نکل جاتا ہے جس کے سامنے جاتے اپنی زندگی کا سب سے بڑا حساب دینا ہے۔

دین میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ نا جانے وہ کیسی حالت میں ہوگا۔ کہاں ہوگا۔ اگر "اے کچھ ہوا تو میں جیتے جی مرجاؤں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ دین نے اسے تسلی دینے کی خاطر اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔ اس سنائے زدہ ماحول میں کسی زی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ کرنل عاکف کو وہ پہلے ہی اطلاع دے چکے تھے حسن کی گمشدگی کی۔

"عشب حوصلہ کرو ہم ہمت نہیں ہار سکتے کسی بھی حال میں۔"

وہ پردرد لہجے میں بولا۔ عشب نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

وہ میری کمزوری ہے دین۔ ہم نے اسے ہمیشہ بچوں کی طرح پالا ہے اس پہ آئی "ہر تکلیف کو اپنے سر لینے کی کوشش کی ہے کیسے برداشت کروں یہ بات ان دشمنوں نے تو ہماری کمزوری پہ ہی وار کر دیا۔ وہ کیسے برداشت کر رہا ہوگا وہ سب۔ وہ کچھ بھی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے دین۔"

وہ تکلیف سے پھٹتے سر کا دباتے بول رہا تھا۔ اس کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ اس کے اندر چھائے طوفان کی ترجمانی کر رہا تھا لیکن وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھے۔ ان دونوں کی آنکھیں نم تھی لیکن لب ساکت۔

دور کہی فجر کی آذانوں کی آواز ان دونوں نے بیگ سے پانی نکالتے وضو کیا اور وہی کھڑے ہوتے ایک دوسرے کے آگے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ ان کا دل صرف فلحال ایک ہی شخص کی سلامتی کیلئے دعا گو تھا۔

"ہم اسے کچھ نہیں ہونے دیں گے حوصلہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

دعا مانگتے ہی ان دونوں کے لبوں سے بیک وقت نکلا تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔ ان دونوں کے آنکھوں کے کنارے بھیگے ہوئے تھے لیکن لبوں پہ ایک مدہم سی مسکراہٹ تھی۔ تبھی ان دونوں کی ڈیوائس نے سائرن دیا تھا مطلب کے آس پاس کوئی تھا۔ دین نے موبائل پہ آنے میسج کی جانب اپنی توجہ مبذول کرائی جہاں کرنل آصف کا نام جگمگا رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے وہاں کوئی ہے۔"

عشب نے ایک جانب اشارہ کیا۔ وہ دونوں سرعت سے جھاڑیوں میں چھپے تھے اور اپنی سانسوں کو حلق میں ہی دبا لیا۔ وہ دو آدمی تھے جو ٹارچ کی مدد سے یہاں کا چپہ چپہ چھان رہے تھے۔ ان دونوں کو کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا تبھی ان کے واپس مڑتے ہی خود میں ہمت پیدا کرتے رہینگے والے انداز میں ان کی تعاقب میں جانے لگے۔ شکر تھا کہ جھاڑیاں لمبی لمبی تھی تبھی وہ چھپے ہوئے تھے۔

"اکھولو اسے۔"

ایک نے دوسرے کو حکم دیا۔ اس نے اس کے کہے کے مطابق وہاں پاسورڈ لگانا چاہا لیکن ناکامی کی وجہ سے اس نے پریشانی سے دوسرے شخص کی جانب دیکھا۔ مجھے لگتا ہے یہاں کوئی آیا تھا تبھی یہ خفیہ دروازہ نہیں کھل رہا ہمیں دوسرے "راستے سے جانا ہوگا اور باس کو اطلاع دینی ہوگی۔"

ان کی آوازیں صاف صاف ان دونوں تک پہنچ رہی تھیں معاً ان دونوں کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا مطلب حسن اسی لیے اس جگہ پہ وہ لاکٹ پھینک کر گیا۔ ذہن اب چلنا شروع ہوا تھا۔ وہ ابھی بھی ان کی تلقید میں آگے کی جانب بڑھتا رہے تھے۔

کچھ دور جاتے ایک غار کے قریب وہ رکے تھے۔ اس سے انہیں اندازہ ہوا تھا کہ وہ پہاڑ کے اچھا خاصا اوپر آچکے ہیں۔ انہوں نے کوئی بٹن دبایا تھا شاید کہ اگلے ہی لمحے وہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ان دونوں کی آنکھیں یہ سب دیکھتے چمک اٹھی تھیں۔ اب وہ دونوں اندر کی جانب بڑھ رہے تھے ان کے جاتے ہی ایک بار پھر وہ دروازہ

سرعت سے بند ہو گیا۔ وہاں سے آتی روشنی بھی اب تاریکی میں بدل چکی تھی۔ عشب نے تنفر بھری نگاہوں سے اس بند دروازے کو دیکھا اور سرعت سے لوکیشن ڈیوائس نکالتے لوکیشن کرنل آصف کو بھیجی تھی اور خود ایک پتھر کی اوٹ میں ہوتے چھپ کر بیٹھ گئے۔ اب یہاں تک پہنچتے انہیں بہت احتیاط سے کام لینا تھا۔ وہ لوگ تو ٹارگٹ ایریا پہ پہنچ چکے تھے اب بس کرنل عاکف اور ٹیم کے آنے کا انتظار تھا تاکہ وہ اس پہ آپریشن سرانجام دے سکیں۔

تم یہی ٹھہرو میں احتیاط سے اوپر جاتا ہوں اور چیک کرتا ہوں یا وہ بٹن دکھ جائے "یا کوئی اور راستہ۔"

دین اسے وہی بیٹھنے کا کہتے خود دے پاؤں اوپر کی جانب چل دیا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں کسی چیز کی موجودگی نہ ہوتے ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ تو ہو چکا تھا کہ لازماً بٹن یہی کہی ہے۔ معاً کچھ نہ ملنے پہ اس نے زور سے زمین پہ پیر مارا تھا معاً سامنے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ اس نے جوں ہی پیر ہٹایا وہ پھر سے بند ہو گیا۔ دین

کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں۔ اس نے سرعت سے نیچے جھکتے وہاں سے چھوٹے چھوٹے کنکر ہٹائے تو نیچے بالکل زمین سے جڑے بٹن کو دیکھ اس کی آنکھوں میں موجود چمک کا اضافہ ہوا تھا۔ اس نے دور سے ہی پتھر کی اوٹ میں بیٹھے عشب کو تھمبزاپ کا اشارہ کیا۔ عشب بھی خم نگاہوں سمیت مسکرا دیا تھا اب بس انہیں ٹیم کا انتظار تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیم ٹارگٹ ایریا میں پہنچ چکی تھی۔ ہر جانب سے اس جگہ کو گھیر لیا گیا تھا کیونکہ ان سب کو کسی بھی طرح مال کی ترسیلی کو ناکام بنانا تھا۔ کرنل عاکف کے حکم پہ دین نے وہاں سے کنکر ہٹاتے وہ بٹن دبایا تو لگے ہی لمحے میں وہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ان سب نے دبے پاؤں ایک دوسرے کی تلقید میں اندر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ اندر پہنچتے ہی ہر جانب گولیوں کی بوچھاڑ کردی ان لوگوں نے۔ دستی بم پھٹنے سے نکلتا دھواں ہر جانب پھیل چکا تھا۔ وہ لوگ جوں جوں

آگے بڑھتے جا رہے تھے جو جو دکھتا انہیں گولیوں سے اڑاتے جاتے۔ عشب اور دین تو حسن کی تلاش میں اپنے کندھے پہ رائفل لٹکائے دوسری جانب نکل آئے تھے جبکہ کرنل عاکف ایک جانب کونے پہ کھڑے ان سب کو ہدایات کرنے میں۔ وہ ان سب کو ان کے آخری مقام تک پہنچانا چاہتے تھے انہیں ایسی مصروف تھے۔ دردناک موت سے متعارف کرانا چاہتے تھے جیسی موت وہ آئے روز ملک کے نوجوانوں کو دیتے تھے۔ پاشا کا ابھی تک کہی بھی سراغ نہیں ملا تھا۔ کرنل عاکف وہی کھڑے ساری صورتحال کا ملاحظہ کر رہے تھے۔ جبکہ پوری ٹیم آگ کی طرح ہر جانب بکھری ہوئی تھی۔ معاً کرنل عاکف کی نگاہ ایک جانب ٹھٹھک کر کی تھی وہی ان کے دل کے دھڑکن بھی تھمی تھی۔ ان کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پہ گیا تھا۔

"میجر عشب میجر دین کیپٹن حسن کوریڈر کے بائیں جانب موجود کمرے میں ہیں۔"

ان کی آواز پہ عشب اور دین کے بڑھتے قدم ایک پل کو رکے۔ ان کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا۔ ان کا شکست خورد لہجہ ایک پل میں ہی ان دونوں کو لہو لہان

کرگیا۔ ان دونوں نے بھاگنے والے انداز میں قدم اس مطلوبہ کمرے کی جانب بڑھائے تھے وہ دونوں جوں ہی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے مدھم سی روشنی میں اس کا زخموں سے چور وجود دیکھتے وہ دونوں بے ساختہ لڑکھڑائے تھے۔

"میں نہیں دیکھ پاؤں گا اسے ایسے۔"

دین نم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ عشب نے اپنا دل مضبوط کرتے قدم حسن کی جانب بڑھائے تھے جس کا پورا وجود زخموں سے چور اور خون سے لت پت تھا۔ عشب نے دوازنو بیٹھتے اسے سیدھا کیا تو چہرے پہ ہر جانب خون ہی خون لگا ہوا تھا۔ اس کی پشت دیکھتے اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے حسن کے چہرے پہ گرا تھا۔

"حسن اٹھو۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بھاری لہجے میں بولا لیکن جواب ندارد۔ اس نے جوں ہی اس کی کلائی جکڑتے چیک کی سانسیں نا چلنے کے برابر تھیں۔ عشب کا دل دھک سے رہ گیا۔

دین یہ ہمت ہار رہا ہے حسن ہمت ہار رہا ہے جس نے اتنے مشکل حالات میں "ہمارے ہمت بندھائی ہے۔"

وہ دین کو دیکھتے ہوئے بولا تو وہ بھی اب کی بار بھاگنے والے انداز میں اس کی نزدیک آیا تھا اور کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھامتا تھا۔

"اسے جلد از جلد میڈیکل ٹریسٹمنٹ کیلئے بھیجنا ہوگا۔"

کرنل عاکف کی سپاٹ آواز پہ ان دونوں نے بھیگی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا تھا جو نگاہیں چڑاتے خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوششوں میں تھے۔

حسن کو سٹریچر میں لٹاتے عجلت میں ہسپتال بھیجا گیا تھا تاکہ جلد از جلد علاج "ہوسکے۔"

عشب اور دین نے بھیگی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھ اس کے جاتے ہی دوبارہ ایک نئے سرے سے خود میں ہمت مجتمع کی تھی۔

"اس پاشا کا پتہ چلا۔"

دین نے سپاٹ چہرے سمیت کرنل عاکف کو مخاطب کیا تو عشب کی سماعتیں بھی انہی کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"زیر حراست ہے وہ۔ اب صرف اسی کا صفایا کرنا باقی ہے۔"

جواب عشب کی جانب سے آیا تھا۔

"میں حسن کے پاس جاتا ہوں۔"

کرنل عاکف ان دونوں کی پشت تھپتھپاتے ڈھیلے ڈھالے قدموں سے باہر کی جانب
چل دیے۔

وہ دونوں بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر ہال کی جانب چل دیے جہاں پاشا کو قید
کیا گیا تھا۔ وہ جوں ہی اس کے نزدیک پہنچے اس لمحے دونوں کو ہی اس سے
بے تحاشہ نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ ایک اس شخص کی بدولت لوگ گناہوں کی
دلدل میں بھنستے چلے گئے تھے۔ اس کے برعکس دین کا رنگ اگلے ہی لمحے اڑتا چلا
گیا تھا۔ اس کے قدم اس شخص کی شکل دیکھتے لڑکھڑائے تھے۔

اس کی اڑتی رنگت دین نے شدت سے محسوس کی تھی تبھی نا سمجھی سے اس کی
جانب دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔

مجھے لگا تھا تم مر گئے ہو لیکن تم تو آج بھی اس سے بھی گھناؤنے روپ میں "

"میرے سامنے موجود ہو۔"

اس کی سرسراتی آواز نے ماحول پہ چھایا سکوت توڑا تھا۔ پاشا جو نڈھال ہوتے زمین پہ گرا ہوا تھا اتنے افسر کے وسط میں۔ اس کی بات پہ دین کی جانب دیکھنے پہ مجبور ہوا جو قدم بقدم اسی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ عشب خاموش کھڑا تمام صورتحال سمجھنے کی تگ و دو میں تھا۔

وہ دوازنو اس کے قریب بیٹھا اور اس کا چہرہ اپنی مضبوط گرفت میں لیتے اس نشان کو بغور دیکھا تھا۔

"عشب جانتے ہو یہ نشان کیسا ہے"

اس نے براہ راست عشب کو مخاطب کیا تو اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

یہ میرا ہی دیا گیا نشان ہے لیکن مجھے لگا تھا کہ اس مار کے بعد تم بدل جاؤ گے "
"لیکن تم تو مزید گھناؤ نے روپ میں میرے سامنے آئے۔

وہ تلخ لہجے میں گویا ہوا۔ عشب کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی جبکہ پاشا کا ذہن میں
ایک بچے کی شبیہ لہرائی تو اس کا رنگ لگے ہی لمحے پھیکا پڑا۔

"نت۔ تم۔"

اس کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز نکلی۔ دین نے کھڑے ہوتے اس کے چہرے پہ پاؤں رکھتے دبایا تھا۔ پورے ہال میں اس کی چیخ گونجی تھی۔ وہ جو ساری دنیا کو اپنے اشاروں پہ چلانا چاہتا تھا آج خود بے بس سا زمین پہ پڑا تھا۔

ہاں میں وہی بچہ جس کے ساتھ تم نے غلط کرنے کی کوشش کی تھی جسے تم "غلط انداز میں چھوتے تھے جس کا بچپن اس سے تم نے چھین لیا تھا۔ یاد ہے میں نے کیا کہا تھا تم سے۔ میں اپنے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تم ایک برائی ہو تو برائی کا خاتمہ اللہ کے نیک اور پسندیدہ بندوں کے ہاتھوں ہی ہوتا ہے۔ تو تیار رہو "تمہارا خاتمہ بھی ہمارے ہاتھوں ہی لکھا ہے۔

اس نے کہتے ساتھ ہی اس کے سینے پہ اپنا پاؤں رکھا تھا۔ آنکھیں بالکل خشک تھیں۔ اس نے اپنے کندھے سے رائفل اتارتے اس کے سینے میں ایک گولی ماری تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھتے زمین پہ گرا تھا۔

"یہ میری معصومیت ختم کرنے کیلئے۔"

عشب نے آگے آتے دوسری گولی اس کے سینے میں اتاری تھی۔

"یہ ہمارے دل کے ٹکڑے کو اس حال میں پہنچانے کی۔"

دین نے اس کے سینے میں بیک وقت دو گولیاں اتارتے شر بار نگاہوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو کھلی آنکھوں سمیت پڑا تھا۔

یہ ان تمام بچوں پہ ظلم ڈھانے کی جو تو نے ان پہ قہر ڈھایا بغیر ان کی عمر کا "خیال کیے۔"

اب کی بار عشب نے بھی وہی عمل دہرایا۔

یہ ان تمام لڑکیوں کی معصومیت ختم کرتے انہیں غلط کاموں میں ملوث کرنے "لگی۔"

"سر وہ مرچکا ہے۔"

لیفیننٹ اسد نے اگے بڑھتے ان دونوں کو ہوش دلایا تو ان دونوں کی آنکھ سے آنسو ٹوٹتے گال پہ گرا تھا۔ وہ دونوں حسن کے متعلق سوچتے باہر کی جانب بڑھے تھے معاً دین کی نگاہ دور پڑے آصف پہ پڑی تھی۔ وہ ہسپتال والا قصہ یاد کرتے تلخی سے ہنس دیا اور اس کے وجود کو ایک ٹھوکر مارتے وہاں سے باہر کی جانب بھاگے۔

"دین۔"

عشب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ اس کے کندھے سے لگتا پھوٹ
پھوٹ کر رو دیا تھا۔

سب ختم کر دیا تھا اس شخص نے۔ مجھ سے سب کچھ چھین لیا تھا سب چھین لیا۔
تھا۔ میں بالکل تنہا ہو گیا تھا اگر وہ مسیحا بن کر میرے زندگی میں نا آتے تو شاید آج
میں اس دنیا میں نا ہوتا عشب۔ سب کہتے ہیں کہ آرمی کے نوجوانوں کے دل بہت
مضبوط ہوتے ہیں تو کوئی یہ کیوں نہیں سوچتا کہ احساسات ان کے اندر بھی
ہوتے ہیں ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے وہ بھی رو سکتے ہیں وہ کمزور نہیں ہوتے
بس حالات کبھی کبھی انہیں اندر ہی اندر ختم کر دیتے ہیں ہم بھی انسان ہیں۔
دیکھو عشب آج میں نے اپنے گنگار کو اپنے ہی ہاتھوں ختم کر ڈالا۔ میں جیت گیا
"میں نے وہ مقصد پالیا۔ ہم نے بازی مار لی عشب۔ ہمارا حسن۔"

وہ روتے روتے بول رہا تھا اور عشب اس کی باتیں سنتے سنتے کی کیفیت میں اسے تسلی دینے والے انداز میں اس کی پشت سہلا رہا تھا۔ یہ دونوں بہن بھائی تو بالکل ٹوٹے ہوئے تھے۔ ان کی شخصیت اتنی ادھوری کیوں تھی یہ بات عشب سمجھنے سے قاصر تھا۔

"علائیہ علائیہ۔"

علائیہ جو کھڑکی کے پاس کھڑی ان سب کے متعلق سوچ رہی تھی جزاء کی آواز پہ موبائل صوفے سے پکڑتی بھاگنے والے انداز میں جزاء کے کمرے میں داخل ہوئی جہاں نادیدہ بیگم بیڈ پہ لیٹی بے سدھ سی گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔ علائیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ ان کی جانب قدم بڑھائے۔

"کیا ہوا جزاء آنٹی کو۔"

اس نے نادیدہ بیگم کا چہرہ تھپتھپاتے استفسار کیا۔

علائیہ امی کو دیکھو یہ اٹھ کیوں نہیں رہی۔ پلیز انہیں کہو اٹھیں۔ امی پلیز میں مر "جاؤں گی امی۔"

وہ انہیں جھنجھوڑتے روتے ہوئے بولی۔ علائیہ نے ایک کڑی نگاہ اس پہ ڈالتے اس کے آنسو پونچھے۔

تم رونا بند کرو ہم ابھی آنٹی کو ہسپتال لے چلتے ہیں۔ ٹھیک ہوگی وہ۔ کچھ نہیں "ہوا انہیں۔"

وہ اسے ڈپٹنے والے انداز میں بولی تو جزاء نے سرعت سے آنسو صاف کرتے اثبات میں سر ہلایا۔ علائیہ ایک نظر انہیں دیکھتے ہی ڈوپٹہ مفرل کی طرح گلے میں ڈالتی بھاگنے والے انداز میں باہر کا دروازہ کھولتے باہر کی جانب بھاگی۔ ماضی کے لمحات اس کے ذہن میں ابھر رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کی بدولت وہ لڑکھڑائی تھی معاً دور ہی رکشے کو روکتے اس نے جلدی سے اس میں سوار ہوتے گھر

کے قریب رکشہ روکا اور جزاء کی مدد سے انہیں رکشے میں بٹھاتی دروازہ بند کرتی قریبی ہسپتال کی جانب چل دی۔ علایہ نے خالی خالی نگاہوں سے جزاء کی جانب دیکھا۔ آنکھیں بالکل خشک تھیں۔

اما آئی مس یو ماما۔ آپکی لایہ آپ کو بہت یاد کر رہی ہے آج اتنا کہ میرا شدت سے " دل چاہ رہا ہے کہ میں آپ کے پاس آتے آپ کے سینے سے لگتے سارے آنسو " بہادوں۔

وہ درد بھرے لہجے میں بولتی آنکھیں میچ گئی جبکہ جزاء بار بار نادیہ بیگم کو دیکھتے انہیں ہوش دلانے کی کوششوں میں تھیں۔